ذادھا اللہ شرفاً وعزاً

# دائرۃ معارف الکعبۃ المقدسۃ

المعروف

# حقیقتِ کعبہ

کعبہ معظمہ سے متعلق لطائفِ منیفہ واسرارِ طریقہ قرآن وحدیث وآثار
وحقائق ومعارفِ موفقہ ودلائل وبراہینِ موثقہ کی روشنی میں

تالیف وتصنیف:
حضرت علامہ محمد صدیق بیگ قادری

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

إن أول بيت وضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعلمين

حرم جز قبلہ قلب و نظر نیست | طواف او طواف بام و در نیست
میان ما و بیت اللہ رمزیست | کہ جبریل امین را ہم خبر نیست

زادھا اللہ شرفا وعزا

# دائرۃ معارف الکعبۃ المقدسۃ

المعروف

# حقیقتِ کعبہ

کعبہ معظمہ سے متعلق لطائفِ منیفہ و اسرارِ طریفہ قرآن و حدیث و آثار و حقائق و معارفِ موفقہ و دلائل و براہینِ موثقہ کی روشنی میں


تالیف و تصنیف:

حضرت علامہ محمد صدیق بیگ قادری



ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Ph: 37352022

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | -------- | حقیقت کعبہ |
| مؤلف | -------- | محمد صدیق بیگ قادری |
| تصحیح جدید | -------- | محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی |
| کاوش | -------- | میثم عباس قادری رضوی |
| تعداد | -------- | ۶۰۰ |
| صفحات | -------- | ۳۷۶ |
| کمپوزنگ | -------- | فیصل رشید |
| تاریخ اشاعت | -------- | ۲۰۱۶ء |
| ناشر | -------- | محمد اکبر قادری |
| قیمت | -------- | 350 روپے |

# فہرست مضامین

## باب نمبر۳ متعلقات کعبہ معظّمہ



## باب نمبر۴ عمارت کعبہ معظّمہ

باب نمبر۵ **خصوصیات کعبہ مشرفہ**



باب نمبر۶ **حقیقت کعبہ**

## باب نمبر ۷ کعبہ مقدسہ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات

# تعارف

ایک دن بندہ نے استاد مکرم جناب صوفی صاحب سے درخواست کی کہ خانہ کعبہ کے بارے میں چند سوالات ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ہم خانۂ کعبہ کی عظمت اور اس کے علو مرتبت کا سبب جاننا چاہتے ہیں تا کہ تشنگی دور ہو اور قلوب کو قرار و طمانیت حاصل ہو چنانچہ انہوں نے کمال شفقت سے اس ارادے اور ضرورت کو پذیرائی بخشی اور آپ نے اس موضوع پر ایک منفرد اور جامع کتاب تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں چار موضوعات کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے

۱- خانہ کعبہ کے تاریخی حقائق و اسرار

۲- عظمت و شان و شوکت کعبہ مقدسہ

۳- حقیقت بیت اللہ شریف' اور آخر میں معترضین کے اعتراضات کا علمی و تحقیقی طور پر محاکمہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں حقیقت کعبہ کا باب خاص اہمیت کا حامل ہے اور یہ کتاب کا قیمتی اور وقیع موضوع ہے اور اس خصوصی موضوع کی بدولت اسے دنیا کی پہلی اور منفرد کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کتاب میں کعبہ معظمہ کے متعلق ہر پہلو کو اجمالاً یا تفصیلاً اجاگر کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ یہ کتاب کعبہ مقدسہ کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ نیز خانہ کعبہ کے حقائق و اسرار کے مشکل اور ادق موضوع پر قلم اٹھانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے چنانچہ اس اہم دقیق موضوع پر عالمانہ و عارفانہ بحث کر کے آپ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشند خدائے بخشندہ

ایسا کیوں نہ ہو' چونکہ آپ علوم معرفت وحقائق میں خصوصی درک اور علوم متداولہ میں مکمل دسترس رکھتے ہیں اور مسائل غامضہ کے حل کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ قرآن وحدیث کے دقائق واسرار بیان کرنے میں یدطولیٰ اور علوم تصوف واحسان میں فکرلطیف ومہارت تامہ رکھتے ہیں۔

آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ محبوبیہ میں گیلانی' بخاری' بھاکری سادات کے تین بزرگوں سے صاحب اجازت وخلافت بھی ہیں گویا کہ آپ علوم ظاہری وباطنی کے مجمع البحرین ہیں۔آپ کے تبحر علمی کا اندازہ کتاب ہذا کے مندرجہ تحقیقی مقالات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

امید واثق ہے کہ آپ کی یہ کاوش گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت اور سرگردان کفرو جہالت کے لئے چشمۂ حیواں اورنور ہدایت ثابت ہوگی۔نیز یہ کتاب درماندگان کے لئے آب شیریں متلاشیان حق کے لئے نور ہدیٰ' اہل بصیرت کے لئے حق الیقین اور معترضین کے لئے توفیق ہدایت کی ارزانی کا سبب بنے گی۔

الراقم

تلمیذ الرحمٰن

# ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتِمُ الْاَنْبِیَآءِ وَاٰلِہِ الْاَطْہَارِ وَاَصْحَابِہِ الْاَصْفِیَاءِ اَمَّا بَعْدُ!

ادیان عالم' معرفۃ المعبود اور تقرب الی المقصود کے لئے گونا گوں اصول وفروع سے مملو ہیں۔ مقصود اصلی کی جستجو وسعی میں کچھ تو ورطۂ حیرت میں گم گشتہ اور خود پرستی کے چکر میں گرفتہ بتوں کے پجاری نظر آنے لگے۔ کچھ ضلال مبین اور ثقل عظیم کی بدولت غیر مرئی حقائق سے آنکھیں موند کر حقیقت الحقائق سے روگردان ومجتنب ہو گئے۔ چند نے دہر کے ادوار کو فی نفسہ اصل الاصول تصور کیا۔ بعض باطنی تگ ودو میں ظاہر کو کھو بیٹھے۔ بعض ظاہری کاوشوں میں اتنے مصروف ومشغول ہوئے کہ اپنے نصب العین کو ہی بھول گئے۔ غرض افراط وتفریط کی شکار اقوام نام نہاد ادیان سے وابستہ ہو گئیں اور ان کو جمال و جلال کے امتزاج اور نفس وروح وجسم کے ملغوبے نے اندیشہ ہائے گونا گوں سے دوچار کیا۔ لیکن ادیان عالم کا ناسخ دین' دین حق' دین اسلام' میانہ روی کا پیامبر' امت وسطیٰ کا حامل' افراد وتفریط سے گریزاں' حکمتوں سے معمور' مکمل ضابطۂ حیات' شرک وکفر سے بیزار اور توحید کا پرستار سب سے آخر میں ظہور کرتا ہے اور قوانین عالم کی خبر دیتا ہے۔ دین اسلام میں عبادات وریاضات ومعرفۃ الحق کے بے شمار طریق ہیں لیکن ان میں ہم آہنگی و اجتماعیت' محبت وعبودیت' خوف ورجاء ہیبت وانس کا وجدان اور حیرت ووحشت' غیرت و بیگانگی کا فقدان ہے۔ دین اسلام کے پانچ ارکان ہیں:

۱۔ کلمہ طیبہ کا اقرار

۲-نماز پنجگانہ

۳-صوم رمضان

۴-صاحب مال وزر کے لئے زکوٰۃ

۵-صاحب استطاعت کے لئے فریضۂ حج

مذکورہ ارکان خمسہ کی تعمیل ہر مسلمان عاقل و بالغ کے لئے فرض و ناگزیر ہے اور ان سے کوتاہی کرنے والا حق سے روگرانی کرنے والا ہے۔ مزید برآں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہر ظاہر کا باطن ہوتا ہے اور شارع علیہ السلام کی ہر بات اور ہر فعل میں حکمت پوشیدہ ہے۔

فعل الحکیم لایخلوا عن الحکمة

شریعت مطہرہ کے اصول و فروع میں حکمتیں اور حقیقتیں مستور ہیں۔

حضرت ابوعبداللہ حارث بن اسد المحاسبی العنزی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۴۳ھ) نے اپنی کتاب ''الرعایۃ لحقوق اللہ'' میں۔ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۴۳ھ نے اپنی کتاب ''اللمع'' میں ابوطالب مکی متوفی ۳۸۶ھ نے ''قوت القلوب'' الکلابازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۱۲ھ نے ''التعرف'' میں السلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۱۲ھ نے ''طبقات الصوفیہ'' میں۔ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۳۰ھ نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں۔ القشیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۶۵ھ نے ''الرسالۃ القشیریہ'' میں۔ علی بن عثمان الہجویری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۷۲ھ نے ''کشف المحجوب'' میں۔ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ متوفی ۵۶۰ھ نے اپنی کتاب ''فتوح الغیب'' اور ''سر الاسرار ما یحتاج فیہ الابرار'' میں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۳۲ھ نے ''عوارف المعارف'' میں۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۲۰ھ نے ''تذکرۃ الاولیاء'' میں۔ الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۷۳ھ نے ''طبقات الکبریٰ'' میں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۳۸ھ نے ''فتوحات مکیہ'' ''فصوص الحکم'' اور ''لطائف الاسرار'' میں۔ مجدد

الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مکتوبات'' میں۔ علامہ الکمشخانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جامع الاصول فی الاولیاء اللہ'' میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اور علاوہ ازیں بے شمار صوفیائے کرام اور علمائے عظام نے ان خطوط پر سیر حاصل بحث کی ہے بعض فقہاء نے شریعت کے ظاہری پہلو کے علاوہ اس نہج کو بھی اپنایا ہے۔

قسام ازل نے ازل ہی سے بعض اشیاء کو بعض پر فضیلت وفوقیت بخشی ہے۔ اس تقسیم وعطا پر کوئی بحث ونزاع نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خدائے قدوس قادر مطلق اور عادل برحق ہے۔ اس کی تقسیم کا ماحصل حکمتوں کا شاہکار اور علوم کا بحر بے کنار ہے۔

تقسیم ازلی کا ایک شاہکار کعبہ مشرفہ کی مقدس و پاکیزہ سرزمین ہے' جو شرف و عظمت کے لحاظ سے کرۂ ارض پر اپنی مثال آپ ہے۔ اربعہ عناصر کی اس دنیا میں اس کی نظیر ملنا مشکل وناممکن ہے۔ دنیا کے بے شمار ''ابرہے'' بھی اس کی شان وشوکت کو کم نہ کر سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی اسے عزت بخشی اور مقبول ومنظور فرمایا فلسفی و ظاہر بین اس کی تخلیق کی حکمتوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ محقق ومفکر کی عقل گم گشتہ وگمراہ ہے۔ کوئی ہے؟ جو ایسا شرف کسی اور مقام کو دے سکے۔ قطعاً نہیں بے شمار شاعر اپنے محبوب کے راگ الاپتے ہیں۔ دیروحرم کی گتھیاں سلجھاتے ہیں۔ قلب ونظر کے گن گاتے ہیں۔ لیکن محبوب ومحب دونوں طواف کعبہ کے متمنی وخواہاں نظر آتے ہیں۔ اگر ان کو کہیں بیت العتیق میسر آ جائے تو پروانہ وار دوڑتے ہیں۔ تمیز کہ ومہ ختم ہو جاتی ہے۔ محبوب حقیقی کے سوا سب عدم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ شرف ہے جو کسی اور جگہ میں نظر نہیں آتا۔ یہ کشش اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ یہاں خاصان حق کے نقوش وآثار ہیں۔ یہ تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز ہے۔ یہاں تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی پروانہ وار محبت سے معمور طواف میں مصروف نظر آتے ہیں۔ صحابہ کرام اور اولیائے عظام پیدل وسوار چلے آرہے ہیں۔ اس میں کوئی حکمت ضرور ہوگی! یہ جگہ اسرار سے پر اور آثار سے معمور ہے۔ اس کا گوشہ گوشہ

منور و پر نور ہے۔ دنیا کا کوئی دیر، کوئی کنیسا، کوئی گوردوارہ، کوئی معبد اس کی عظمت کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ یہ عقل و خرد کی باتیں ہیں جنون و دیوانگی کے افسانے نہیں۔

اس زمین پر کئی قومیں آباد ہوئیں اور آخر وہ ہلاکت و موت سے دوچار ہوئیں۔ لیکن اس گھر کی زیارت سے مشرف ہوتی رہیں۔ یہ گھر صدیوں سے مرجع خلائق اور مثابۃ للناس ہے۔ یہاں فرشتوں نے طواف کیا۔ جنات نے سر جھکایا اور انبیائے کرام نے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ فرمایا۔ اس مقام کی بدولت ''مکہ'' شریف و معظم و مکرم ہوا اور جزیرہ نمائے عرب مقدس خطۂ زمین کہلانے لگا۔ اسی مقدس و مطہر وادی میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فگن ہوئے اسی پرنور وادی میں ''کلام الٰہی'' کا حظیرۃ القدس سے نزول ہوا۔ یہاں مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور مہبط وحی بھی ہے۔ یہ قطعۂ زمین حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلیل اللہ علیہ السلام کے آثار سے معمور و مملو ہے۔ یہ شہر ''بلد الامین'' یہ وادی ''وادی ایمن'' اور یہ گھر بیت الحرام ہے۔ اس گھر کی شرافت و عظمت فقید المثال ہے اور عدیم النظیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شان میں فرماتا ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۔(۲:۱۲۵)

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنا دیا۔

اس کتاب میں بندہ خانہ کعبہ کے ظاہری پہلو کے ساتھ ساتھ باطنی پہلو پر بھی بحث کرے گا تا کہ:

۱- حاجی ادائے فریضۂ حج کے دوران ان حکمتوں اور حقیقتوں کو پیش نظر رکھ کر صحیح طور پر حج سے مستفید ہو سکے اور وہ خیالات باطلہ و فاسدہ اور وساوس متنوعہ کا ان حقائق کی روشنی میں قلع قمع کر سکے۔

۲-تقلید کے ساتھ ساتھ زائر و حاجی تحقیق کے موتی چن کر اسلام کی حقانیت کا ہار اپنی گردن میں حمائل کر کے اپنے وطن لوٹے تا کہ روح اسلام دائماً اس کے دل میں جاگزیں ہو جائے۔

۳- ہر مسلمان اس کتاب کے مطالعے کے بعد پہلے سے زیادہ سرور و محبت و فیوضات باطنیہ سے بہرہ ور سکے اور کعبۃ المکرمہ کی تاریخ و حقیقت سے روشناس ہو سکے۔ نیز صحابہ کبار و اولیائے کرام کے ذوق سلیم سے شناسا ہو سکے۔

۴- ادیان عالم کے اعتراضات و تنقید کا کافی و شافی جواب دیا جا سکے۔ خانہ کعبہ اور بت خانہ میں عبادت کے موضوع پر جو تشکیک واقع ہوتی ہے اس کا ازالہ کیا جا سکے۔

امید واثق ہے کہ بندہ کی اس سعی سے مسلمان استفادہ و تیقن حاصل کریں گے اور غیر مسلم معترضین اس سے نور ہدایت حاصل کریں گے۔

الراقم

محمد صدیق بیگ قادری

# اجمالی تعارف

## ا- مکہ معظّمہ

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفۃ الارض بنایا اور کرہ ارض کے تمام ممالک پر ملک عرب کو فضیلت بخشی۔ اس مقدس خطہ کے تقدس کی وجہ مکہ معظّمہ میں واقع بیت اللہ شریف کا وجود ہے اور اس طرح خدائے قدوس نے مکہ مکرمہ کو دنیا کے تمام بلاد پر فوقیت عظمیٰ بخشی۔

وجہ تسمیہ:

یہ لفظ ''مَكٌ'' سے مشتق ہے اور مک دھکیلنے اور جذب کرنے کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ شہر بہت زیادہ آباد ہے چلنے اور طواف کرنے میں لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہیں اور اس کی یہ صفت بھی ہے کہ گناہ گار انسانوں کو جذب کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں مکہ ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں پانی کی قلت ہو نیز ظالم اور جابر کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اس لئے اسے مکہ کہا جاتا ہے۔ (تاج العروس جلد ۷ لفظ مک' لسان العرب لفظ مک)

مکہ ایسی جگہ کو بھی کہا جاتا ہے جو اپنی مقناطیسی قوت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور اسے مکہ کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ شہر کرہ ارض کے وسط میں واقع ہے اور دنیا بھر کے دریاؤں اور چشموں کے پانی کا منبع بھی ہے۔ اس طرح تمام روئے زمین مکہ معظّمہ کے پانی سے سیراب اور فیض یاب ہو رہی ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۹)

یہ مقدس شہر ''ام القریٰ'' بستیوں کی اصل یعنی ماں ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ط (سورۃ انعام: آیت ۹۲)

ہم نے اس مبارک کتاب کو نازل فرمایا۔ یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور تاکہ تم بستیوں کے سردار اور جو اس کے گرد ہیں ان کو ڈر سناؤ۔

۱۔ حضرت علامہ احمد الصاوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

المکة وسط الدنیا ۔ (الصاوی علی الجلالین الجزء الثانی ص ۲۸)

مکہ معظمہ دنیا کا وسط ہے۔

۲۔ حضرت علامہ حسین بن العلی الواعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اس آیت مبارکہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے:

"مکہ را ام القریٰ گفت بجهت آنکه تمام زمین را از تحت بسط کرده اند" ۔ (تفسیر حسینی جلد اول ص ۱۹۲ سطر ۶)

مکہ کو ام القریٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ تمام زمین کو اس کے نیچے سے بسیط کیا گیا ہے۔

۳۔ صاحب تفسیر مدارک یوں رطب اللسان ہیں۔

"ام القریٰ مکة و سمیت ام القریٰ لأنها سرة الارض وقبلة اهل القریٰ و اعظمها شانا ۔" (تفسیر مدارک الجزء الاول ص ۲۸۷)

مکہ معظمہ ام القریٰ ہے اور اسے ام القریٰ کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمین کی ناف ہے اور بستیوں کے رہنے والوں کا قبلہ اور اس کی شان نہایت بلند ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی آیت کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں:

ام القریٰ یعنی اهل مکه ویقال ام القریٰ عظیمة القریٰ ویقال انما سمیت ام القریٰ لأن الارض وحیت من تحتها ۔

(تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما' ص ۱۱۹' نیز روح البیان الجزء الاول ص ٦۵۵)

ام القریٰ سے اہل مکہ مراد ہیں اور ام القریٰ کو "بستیوں کی بزرگ" بھی کہا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ام القریٰ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ساری زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی ہے۔

اس پاکیزہ ومحبوب شہر کو 'بلد الامین' کے نام سے یاد فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نورانی خطہ کی قسم فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ○

(سورۃ تین پارہ ۳۰)

(قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین اور اس امن والے شہر کی)

معہٰذا۔ اس کے اسمائے گرامی: البیت العتیق' البیت الحرام' البلد الامین' المامون' ام رُحم ۔ام القریٰ' الصلاح' القرش بروزن برد (معجم البلدان کے مطابق یہ لفظ العرش ہے) القادیس' النساسته' الباسته' المعاد' الماذرا' العروض' القریة' الکوثیٰ' قریة النمل' العاطمة' البرة الطیبة' الراس .

(ابن کثیر جلد ا ص ۳۸۳' اعلام الاعلام ص ۱۸' اخبار مکہ ص ۱۹۷ بحوالہ تاریخ مکۃ المکرمہ ص ۲۳ جلد اول)

البلدة البلد' الوادی' ناسته' العریش' المقدسة' القادسته' الحرم' المسجد الحرام' الرتاج' ام رحم' ام صح' ام روح' بساق' المکتان' النابیة' ام الرحمة' امَ کَوثی' نساسته' الناشته' البساسته' سبوحة' السلام' العذراء' نادر ۃ' العرش' العرویش' العُرمة العِرمة' السیل' مخرج صدق' قریة العمس' ام راحم' نقرة الغراب' البینة' فاران

۔(جامع اللطیف ص ۹۸ تا ص ۱۰۲ بحوالہ تاریخ مکۃ المکرمۃ ص ۲۶ جلد اول) سے اس کی عظمت و حرمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس مبارک شہر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ یہ خاتم الانبیا علیہ السلام کا ''مولد شریف'' ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی منور و مقدس شہر میں اپنی حیات طیبہ کے ترپن سال گزارے۔ اللہ تعالیٰ اسی نکتہ کو یوں بیان فرماتا ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (سورۃ بلد پارہ ۳۰)

مجھے اس شہر کی قسم کہ تو اس شہر میں رونق افروز ہے۔

سید سلیمان ندوی کے مطابق عرب' حجاز' مکہ اور کعبہ جتنے الفاظ اور اسماء ہیں اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے (یعنی اس شہر کے آباد ہونے تک لوگ ان ناموں سے نا آشنا تھے) لفظ ''عرب'' دسویں صدی قبل مسیح میں مستعمل ہوا۔ (بحوالہ جغرافیہ بطلیموس) حجاز کا لفظ تو اس سے بھی زیادہ نیا ہے اور مکہ کا نام تو دوسری صدی مسیحی میں بطلیموس کے ہاں سب سے پہلے ''مکاربا'' کی شکل میں نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے تورایت میں اس مقام کا نام اولاً ''مدبار'' یعنی بادیہ بتایا گیا ہے اور قرآن مجید نے اس کو ہی وادی غیر ذی زرع (بن کھیتی کے زمین) کہا ہے۔ اس کے سوا مکہ شریف کی آبادی کے وقت اس کا کوئی دوسرا نام نہیں تھا۔ مدت کے بعد یہی لفظ یعنی مدبار' بادیہ وصحرا اور وادی غیر ذی زرع اس سرزمین کا نام قرار پایا لفظ عرب کے لفظی معنی بھی بادیہ اور صحرا کے ہیں اسی طرح مدبار' بادیہ' وادی غیر ذی زرع اور عرب سب ہم معنی الفاظ ہیں۔

(ارض القرآن ص ۲۸۵)

نیز القفطی نے بطلیموس کا زمانہ ۲۸۰ء عیسوی بیان کیا ہے اور یہی تحقیق پطرس بستانی کی ہے۔ (اخبار العلماء ج ا ص ۶۸' بحوالہ تاریخ مکۃ المکرمہ ص ۲۰ ج اول)

اکثر مورخین کے مطابق تاریخ میں مکہ مکرمہ کا ذکر بطلیموس نے دوسری صدی عیسوی میں کیا۔ لیکن بعض مغربی مورخین کی رائے ہے کہ سب سے پہلے ''دیودورس الصقلی'' نے

۱۰۰ قبل المسیح میں مکہ مکرمہ کا ذکر کیا تھا۔ جیسا کہ جرجی زیدان نے اپنی تصنیف عرب قبل الاسلام ص ۲۳۱ میں اور ملاب لولیس شیخو یسوعی نے ''النصرانیۃ وادابہا'' ج ا ص ۱۴ میں بیان کیا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کی بھلائی کے لئے دعا فرمائی۔ اس محبت بھری دعا کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح موجود ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (۲:۱۲۶)

جب عرض کی ابراہیم (علیہ السلام) نے کہ اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے۔

خلیل اللہ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور یہ امان والا شہر بن گیا اور اس میں ثمرات کی بہتات ہوگئی۔ باوجودیکہ یہ بنجر اور ''غیر ذی زرع'' وادی ہے۔ لیکن طلوع آفتاب سے قبل ہی یہاں ہر قسم کے میوے اور پھل پہنچ جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر مقدس کو بہت ہی محبوب رکھتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں موجود ہے۔

## فضائل مکہ معظّمہ:

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر بہترین شہر اور اللہ تعالیٰ کا محبوب مقام مکہ مکرمہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا گویا وہ آسمان دنیا میں فوت ہوا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم نہ ملتا تو میں مکہ مکرمہ کی سکونت ہرگز نہ چھوڑتا میں نے آسمان کو مکہ مکرمہ کی زمین سے زیادہ قریب کہیں نہیں دیکھا اور نہ ہی میرے دل نے مکہ معظّمہ کی سرزمین کے سوا کہیں قرار و سکون حاصل کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو زمین و آسمان کی پیدائش کے دن ہی سے حرمت والا بنا دیا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک حرمت والا رہے گا۔ ایک روایت کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ جا رہے تھے تو راستہ میں مکہ مکرمہ کا اشتیاق دل پر غالب آیا تو جبرائیل امین تشریف لائے اور عرض کیا' کیا آپ کا قلب اطہر مکہ مکرمہ کے اشتیاق میں مبتلا ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات فرمایا۔ جبرائیل امین نے یہ فرمان خداوندی تلاوت فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ط (۸۵:۲۸)

(تاریخ القویم ج ا ص ۳۰۷' ۳۱۱)

جس نے آپ پر قرآن کا حکم بھیجا ہے وہ پھر آپ کو پہلی جگہ لانے والا ہے۔

ا- ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ اور ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی یوں روایت فرماتے ہیں:

**عن عبداللہ بن عدی ابن حمر آء قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف علی حزورة فقال واللہ انک لخیر رضی اللہ الی اللہ و لولا انی اخرجت ماخرجت .**

(ابن ماجہ ص ۲۲۲' الترمذی' مشکوٰۃ باب حرم مکہ' جمع الفوائد الجلد الاول ص ۳۳۹)

عبداللہ بن عدی بن حمرا رضی اللہ عنہ' سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے مقام حزورہ پر کھڑے ہوئے یہ فرماتے سنا کہ قسم ہے خدا کی تو خدا تعالیٰ کی زمینوں میں بہترین زمین ہے اور خدا کی زمینوں میں تو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اگر مجھ کو تجھ سے نکالا نہ جاتا تو کبھی نہ نکلتا۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لمکۃ ما اطیبک من بلد و احبک الی ولولا ان قومی اخرجونی منک ماسکنت غیرک ۔(الترمذی والموصلی)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا: کیا ہی اچھا شہر ہے تو! اور تو کس قدر پیارا ہے اگر میری قوم مجھ کو نہ نکالتی تو میں مکہ کے سوا کہیں نہ رہتا۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کی رو سے یہ شہر خدا تعالیٰ کی زمینوں میں بہترین زمین اور خدا تعالیٰ کے نزدیک سب زمینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سکونت کو بہت ہی عزیز سمجھا اور اسے انتہائی پیارا اور اچھا فرمایا۔ معلوم ہوا یہ شہر خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبوب و مقبول ہے۔

حضرت شیخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارکہ کی مٹی کا اصل خمیر زمین کے ناف یعنی مکہ معظمہ سے لیا گیا ہے۔'' (عوارف المعارف اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ص ۵۲)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ کی شان میں فرماتے ہیں:

''خاص کر مکہ معظمہ ایسا مقدس مقام ہے جو دین کا مرکز و مامن و ماوائے مسلمانان ہے، یہاں کی خیرات میں ایک لاکھ کا ثواب ہے اور مکہ معظمہ میں مدو علم کا تو کچھ حد و حساب نہیں۔'' (مکتوبات امدادیہ ص ۱۲)

یہ شہر آثار انبیاء کرام علیہم السلام سے معمور اور صحابہ رضوان اللہ اجمعین کی پر ذوق نگاہوں کا مرکز رہا ہے۔ اس کا گرد و نواح شعائر اللہ کا حامل اور اس کا وسط و مرکز تجلیات الٰہیہ کا مخزن ہے۔ اس کے ہی مقدس ماحول میں قرآن پاک نازل ہوا اور یہ شہر تخلیق زمین کے وقت سے حرم قرار دیا گیا اور قیامت تک محترم و مکرم ہے نیز یہاں اولیائے

کرام کے موقف ہیں اور یہ شہر متوکلین وطائفین و معتکفین وعابدین کا مرجع اور بیت اللہ شریف کا امین ہے۔ غرضکہ اس کی عظمت وکرامت بیان سے باہر ہے۔

اس سید البلاد ام القریٰ کی بنیاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدوم میمنت لزوم کی بدولت ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کے حکم سے اس بنجر اور غیر ذی زرع قطعۂ زمین پر لے گئے۔ اس وقت یہاں آبادی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشاران ہستیوں نے اف تک نہ کی اور رضائے الٰہی کی خاطر اپنے سکون تک کو قربان کر دیا۔ جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا اور اسماعیل علیہ السلام جو ابھی بچے ہی تھے پیاس کی وجہ سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے تو سیدہ ہاجرہ علیہا السلام تلاش آب میں کبھی صفا اور کبھی مروہ پر جاتیں تاکہ پانی کی ایک بوند سے ہی اپنے نونہال کے خشک حلق کو تر کر سکیں۔ اس طرح انہوں نے سات دفعہ سعی (کوشش) فرمائی۔ آخر جب واپس آئیں تو کرشمۂ قدرت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم مبارک کے نیچے سے چشمۂ مقدس ''زم زم'' رونما ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے توکل کی داستان ہے۔

بنو قحطان[۱] کی ایک شاخ بنو جرہم کا اتفاقاً اس علاقے سے گزر ہوا۔ چشمۂ آب کو دیکھ کر وہ وہیں آباد ہو گئے۔ بعد ازاں عمالقہ ثانی بھی ان کے قریب ہی رہنے لگے۔ نفوس قدسیہ اور ان کے مابین مراسم اس حد تک بڑھ گئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی بھی عمالقہ میں عمارہ بنت سعید بن اسامہ بن اکیل سے ہوئی لیکن چند روز بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے ان کے ایماء پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس بی بی

[۱] قحطان سارے اہل یمن کا باپ تصور کیا جاتا ہے۔ قحطان یا یقطن بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ ان کا نسب نامہ ہے۔ آج کل قبائل قحطان زیادہ تر نجد اور عسیر کے علاقوں میں آباد ہیں۔ المقدسی کے مطابق قحطان کے شہر زبید اور صنعاء کے درمیان واقع تھے۔

کوطلاق دے دی۔ آپ کی دوسری شادی بنو جرہم میں رعلۃ (سیدہ) بن مضاض بن عمرو سے ہوئی۔ ان سے آپ کے بارہ صاجزادے پیدا ہوئے۔ جن میں بنو قیدار مکہ مکرمہ میں ہی آباد رہے۔ باقی صاجزادے قرب و جوار میں پھیل گئے۔ اس طرح یہ علاقہ آباد ہو گیا اور یہ ''بلد الامین'' کرۂ ارض پر نمودار ہوا' جو اہل ایمان وایقان کے دلوں کی دھڑکن اور اہل بصیرت کے لئے افکار کا مخزن ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بزرگان عظام نے اس کی حدود وقیود کے بارے بھی اس طرح خامہ فرسائی کی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ذی طویٰ سے تنعیم تک کا علاقہ مکہ اور بیت اللہ سے بطحا تک بکہ ہے۔ امام ابراہیم' امام زہری اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہم کا بیان ہے کہ بیت اللہ شریف اور اس کے اردگرد کا علاقہ تو بکہ ہے اور باقی تمام شہر مکہ ہے۔

سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اس طرح منقول ہے کہ بکہ صرف بیت اللہ شریف ہے اور اس کے ماسوا پورا شہر مکہ ہے اور بکہ ہی وہ مخصوص مقام ہے جہاں طواف کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طواف صرف حرم ہی کے اندر جائز ہے۔ کیونکہ باہر کا حصہ مکہ میں شمار ہوتا ہے۔ نیز یہی قول امام مالک' امام ابراہیم نخعی' امام عطیہ عوفی' اور امام مقاتل بن حسان رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ بکہ تو صرف بیت اللہ ہے اور جہاں تک حدود حرم کا تعلق ہے وہ سارا مکہ ہے۔

(معجم البلدان جلد ۸ ص ۱۳۴' ابن کثیر جلد ۱ ص ۳۸۳' ابن جریر جلد ۴ ص ۶)

طاہر الکردی کے مطابق بکہ جبل ابی قبیس اور جبل قعیقعان کے درمیان کا حصہ ہے۔ جب کہ یہ دونوں پہاڑ قریب قریب ہیں اور کعبہ شریف ان دونوں کے درمیان پایا جاتا ہے اور مکہ اس پاکیزہ شہر کو کہا جاتا ہے اور حرم کا اطلاق نہ تو بکہ پر ہوتا ہے اور نہ ہی مکہ پر بلکہ حرم شریف نے تو مکہ مکرمہ کو ہر سمت سے گھرا ہوا ہے۔ (تاریخ القویم جلد ۲ ص ۷)

اس مقدس قطعۂ زمین کے متعلق ابن بطوطہ لکھتا ہے:

''یہ ایک بڑا مستطیل شہر ہے' مکانات قریب قریب ہیں۔ یہ ایک وادی کے درمیان واقع ہے' جسے ہر طرف پہاڑوں نے ڈھانپ لیا ہے...... اس کے جنوب کی طرف جبل ابوقبیس اور جبل قعیقعان ہیں اور شمال کی طرف جبل احمر ہے۔ جبل ابوقبیس کی دو گھاٹیاں ہیں تمام مناسک منیٰ' عرفات' المزدلفہ' مکہ معظمہ شرفہا اللہ تعالیٰ کی شرقی جانب واقع ہیں شہر کے تین دروازے ہیں۔ فراز شہر کا دروازہ باب المعلا کہلاتا ہے اور نشیب شہر کا دروازہ باب الشبکیۃ کہلاتا ہے۔ اس کو باب الزہرہ اور باب العمرہ بھی کہتے ہیں یہ دروازہ شہر کی غربی جانب ہے۔ مصر' شام اور جدہ کا راستہ اسی دروازے سے ہے نیز تنعیم[1] میں جانا ہو تو بھی اسی راستے سے جاتے ہیں۔ باب المسفل جنوب کی طرف ہے اور اسی دروازے سے فتح مکہ شرفہا اللہ کے دن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی خلیل علیہ السلام کی زبان سے وادی غیر ذی زرع یعنی بنجر زمین کا ذکر فرمایا لیکن آپ کی دعا کا یہ اثر ہے کہ وہاں ہر طرف سے چیزیں پہنچ جاتی ہیں ہر قسم کے پھل اور میوہ ہائے تر مثلاً انگور' انجیر' شفتالو' خرمائے تر جن کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی میں نے وہاں کھائے ہیں۔ اسی طرح یہاں ایسے خربوزے آتے ہیں جو عمدگی و شیرینی کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر مقامات میں نایاب ہیں۔ یہاں کا گوشت نہایت فربہ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اس طرح وہ مال و اسباب بھی جو دوسرے شہروں میں متفرق پہنچتے ہیں یہاں مجتمع اور اکٹھا رہتے ہیں۔ یہاں ہر طرح کی سبزی اور ترکاری وادی نخلہ اور بطن مر سے بکثرت آتی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو حرم کے ساکنین اور بیت عتیق کے مجاورین کے حق میں مبذول ہے۔''

(سفرنامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ حصہ اول ص ۱۵۹' تا ۱۶۰)

[1] تنعیم: مکہ معظمہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر یہ مقام واقع ہے۔ اس مقام پر عمرہ کے لئے احرام باندھتے ہیں۔ اس لئے یہ مقام سارا سال بارونق رہتا ہے۔

# ۲-حرم شریف

مکہ مکرمہ کے گرداگرد چند میل کے علاقے کو حرم کہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ علاقہ نہایت ہی محترم ومکرم ومعظم ہے۔ یہ نورانی خطہ زمین کے باقی علاقوں سے ممیّز وممتاز ہے۔ان مقامات پر بعض افعال اور اقدامات ممنوع ہیں۔ مثلاً ان کے اندر جنگ نہیں ہوسکتی' ان کے درختوں وغیرہ کو نہیں کاٹا جا سکتا وغیرہ اور ان مقامات میں داخل ہونے والا ہر گزند سے محفوظ ہو جاتا ہے۔اس علاقے کی حرمت کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ مثلاً

۱- اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ٥ (۹۱:۲۷)

مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا کیا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہو جاؤں۔

۲- اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ٥ (۵۷:۲۸)

کیا ہم نے ان کو امان والی جگہ حرم میں نہ دی جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں ہماری ذاتی روزی سے لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں۔

۳-وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۔ (۳۰:۲۲)

جو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے

یہاں بھلا ہے۔

۴- اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ط (۲۹:۶۷)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین پناہ بنائی اور اس کے آس پاس کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔

۵- حضرت علامہ حسین بن علی الواعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف کے بارے میں فرماتے ہیں:

گفته اند داخل حرم بجهت ادائے حج و عمره ایمن است از عقوبات ومکافات جرائمی که قبل از حج مرتکب آں شده است چه آن بقول اصح مغفور است ابوالنجم صوفی گوید شبی طواف خانه میکردم وبغایت وقت صافی داشتم گفتم خدایا تو فرموده که" ومن دخله کان امنا" داخل حرم از چه چیز ایمن باشد۔ هاتفی آواز دارد : امنا من النار ۔

(تفسیر حسینی جلد اول ص ۸۱)

علماء نے کہا ہے کہ حج وعمرہ کے سبب جو شخص داخل حرام ہوا۔ وہ ایمن ہے ان گناہوں کے عذاب اور مکافات سے جن کا قبل حج مرتکب ہوا تھا۔ اس واسطے قول اصح یہ ہے کہ وہ بخش دیئے گئے ہیں۔ ابوالنجم صوفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ نہایت درجہ وقت صاف رکھتا تھا میں نے عرض کیا خدایا تو نے فرمایا ہے کہ جو حرم میں داخل ہوا مامون ہو گیا۔ وہ کس چیز سے ایمن ہو گیا؟ ہاتف نے آواز دی کہ وہ آگ دوزخ سے بے خوف ہے۔ (تفسیر قادری ج ۱ ص ۱۱۴)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حرم شریف میں حج وعمرہ کے لئے داخل ہونے

والا دوزخ کی آگ سے محفوظ اور ہر قسم کے ظاہری و باطنی خطرات سے مامون ہو جاتا ہے۔

۶-حرم شریف کے بارے علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ یوں رطب اللسان ہیں:

ما روی انہ علیہ السلام قال ان ھذا البلد حرمہ اللہ یوم خلق السموت والارض فاطراد بہ کتابة فی اللوح المحفوظ ان ابراھیم سیحرم ۔(تفسیر روح البیان ج اول ص ۵۹۷)

جو یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے حرم بنایا۔اس کا مطلب ہے کہ لوح محفوظ میں اس کے بارے میں تحریر تھا کہ ابراہیم علیہ السلام اسے حرم بنائیں گے۔

۷- دوسرے مقام پر حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی رائے کا یوں اظہار فرماتے ہیں:

یقول الفقیر ان حرمة العرضیہ وان حادثة لکن حرمة الذاتیہ قدیمة وتلک الکتابة من الحرمة الذاتیہ عندالحقیقة وقد جاء فی بعض التفاسیر فی قولہ تعالیٰ: ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین انہ لم یجبہ بھذا المقالة من الارض الحرم فلذلک حرمھا فصارت حرمتھا لحرمة المؤمن انما حرم دمہ وعرضہ ومالہ بطاعة لربہ فارض الحرم الماقالت اتینا طائعین حرم صیدھا وشجرھا و خلاھا فلاحرمة الذی طاعة وفی الخبر لم یاکل الحیتان الکبار صغار ھا فی ارض الحرم فی الطوفان لحرمتھا ۔(تفسیر روح البیان ج اول ص ۵۹۷)

فقیر کہتا ہے کہ کعبہ مکرمہ کی حرمت عرضیہ بے شک حادث ہے لیکن اس کی ذاتی حرمت قدیم ہے اور حقیقۃً لوح محفوظ کی کتابت اس حرمت ذاتیہ سے

ہے چنانچہ بعض تفاسیر میں قولہ "ائتیا طوعًا او کرھًا قالتا اتینا طائعین" کے تحت لکھا ہے کہ اس حکم کا جواب کعبہ مقدسہ کی زمین کے سوا زمین کے کسی خطہ سے نہ ملا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو حرم بنا دیا۔ جیسا کہ مومن کا خون' عزت اور مال محفوظ ہونے چاہئیں اسے بھی اس لئے معزز فرمایا کہ اس نے طاعت الٰہی کے لئے اپنا سر جھکایا اسی طرح حرم پاک کی اطاعت کی وجہ سے اس کے شکار۔ اس کے درخت اور اُس کے خلاء کو محفوظ فرما دیا۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ اس کی یہ حرمت و تعظیم صرف طاعت الٰہی کی وجہ سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ طوفان نوحؑ علیہ السلام کے وقت ارض حرم میں اس کی حرمت کے پیش نظر بڑے سانپوں نے چھوٹے سانپوں کو نہ کھایا۔

۸- امام بخاری۔ حرم شریف کے بارے میں حدیث شریف نقل فرماتے ہیں۔

**حدثنا علی بن عبداللہ بن جعفر قال حدثنا جریر بن عبدالحمید عن منصور عن مجاھد عن طاوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ ان ھذا البلد حرم اللہ لا یعضد شوکہ ولا ینفر صیدہ ولا یلتقط الامن عرفھا۔**

(الصحیح البخاری کتاب المناسک)

علی بن عبداللہ بن جعفر' جریر بن عبدالحمید' منصور' مجاہد' طاؤس ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں' اس کے شکار نہ بھگائے جائیں اور نہ کوئی پڑی ہوئی

چیز اٹھائی جائے مگر وہ شخص جو اس کا اعلان کرے۔

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے:

**عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فتح مکہ ان ھذا البلد حرمہ اللہ یوم خلق السموت والارض فھو حرام بحرمۃ الی یوم القیمۃ وانہ لم یحل القتال فیہ لا حد قبلی ولم یحل لی الا ساعۃ من نھار فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیمۃ لایعضد شوکہ ولا ینفر صیدہ ولا یلتقط لقطۃ الا من عرفھا ولا یختلی اخلاھا فقال العباس یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ذخر فانہ لقینھم ولبیوتھم فقال الا الا ذخر (متفق علیہ) وفی روایۃ ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعضد شجرھا ولا یلتقط ساقطتھا الامنشد** ۔(مشکوٰۃ شریف، باب حرم مکہ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا: ہجرت نہیں لیکن جہاد فرض ہے اور نیت، مگر جب جہاد کے لئے بلائے جاؤ تو آؤ پھر آپ نے فتح مکہ کے دن ہی یہ فرمایا یہ شہر حرام کیا ہے اللہ نے جس روز کہ پیدا کیا اس نے آسمانوں اور زمین کو خدا کی حرمت کے سبب قیامت تک نہ ہی مجھ سے پہلے اور نہ مجھ پر (زمین حرم میں) قتال حلال ہوا مگر دن کی صرف ایک ساعت کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے سبب خاردار درخت نہ کاٹا جائے گا اور حرم کا شکار نہ بھگایا جائے اور نہ کوئی پڑی چیز اٹھائی جائے مگر وہ شخص جو اس کی پہچان اور حقیقت بیان کردے اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی جناب اس کی گھاس تو لوہاروں کے گلانے میں کام آتی ہے اور

گھروں میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اذخر کاٹ لی جائے (متفق علیہ) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کی گری پڑی چیز سوائے اس کے مالک کے کوئی نہ اٹھائے۔

۱۰۔حرم شریف کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لایحل لاحد کم ان یحمل بمکۃ السلاح ۔**

(رواہ مسلم ج ۱ ص ۴۳۹)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی شخص کے لئے مکہ میں ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے۔

حرم شریف نہایت ہی متبرک و مقدس علاقہ ہے۔ چاہئے کہ ذرا سنبھل کر چلیں۔ ہوش و خرد سے کام لیں۔ دیکھیں کہیں کوتاہی نہ ہو جائے۔ آگے "اللہ تعالیٰ کا گھر" آنے والا ہے۔ یہ وادی محبت ہے' یہ ذوق و شوق کے مناظر ہیں' انتہائی ادب و خشوع و خضوع و تذلل و آہ و زاری کی ضرورت ہے۔ لباس فنائیت پہن' محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا وقت ہے۔ یہ وادی وادیٔ ایمن ہے' یہ دیار' دیار محبوب ہے' اسی لئے علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ابو عمر و محمد بن ابراہیم زجاجی چالیس برس مکہ معظمہ میں رہے مگر انہوں نے کبھی احاطہ حرم میں بول و براز نہیں کیا بلکہ برابر قضائے حاجت کے لئے "حل" کی طرف جاتے۔" (الطبقات الکبریٰ اردو ترجمہ ص ۲۳۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف کے بارے میں اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں:

"مارا لا بدست کہ حرمین محرمین رویم 'روئے خودرا برآں آستانہ ھائے مالیم' سعادت ما ایں است و شقاوت ما در اعراض" (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات' مطبوعہ علی گڑھ ۱۸)

ہمارے لئے لازمی ہے کہ حرمین محرمین جائیں۔ اپنے چہروں کو در بیت اللہ اور در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ملیں اور ہماری سعادت اسی میں ہے اور اس سے انکار ہماری شقاوت و بدبختی ہے۔

حرم شریف کی حدود کے متعلق ابن جبیر اپنے سفرنامہ میں یوں رقم طراز ہیں:

"حرم شریف کے ساتھ مینار ہیں' چار' چاروں کونوں پر' ایک باب ابراہیم علیہ السلام پر اور ایک باب الصفا پر' یہ آخری مینار اسی دروازے کے نام سے مشہور ہے اور سب سے چھوٹا ہے تنگی کی وجہ سے اس پر چڑھنا دشوار ہے۔ باب الصفا جنوب سے مشرق کو جانے والے سلسلۂ عمارت میں رکن اسود کے مقابل ہے۔ اس دروازے کے سامنے کے دالان میں جو رکن اسود کے محاذات میں ہے۔ دو ستون ہیں۔

(سفرنامہ ابن جبیر ص ۷۷' اردو ترجمہ)

"مکہ مکرمہ کے گرد کئی کوس کا جنگل ہے۔ ہر طرف کئی کوس کی حدیں جنگل بناتا ہے۔ ان حدوں کے اندر تر گھاس اکھیڑنا' خودرو پیڑ کا کاٹنا وہاں کے وحشی جانوروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے۔ اس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لئے اٹھائے۔ اگر کوئی وحشی جانور بیرون حرم اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسے ساتھ لئے ہوئے حرم میں داخل ہوا۔ اب وہ جانور حرم کا ہو گیا۔ فرض ہے کہ فوراً اسے آزاد کر دے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہیں۔ ہر مکان میں رہتے ہیں۔ خبردار ہرگز انہیں نہ اڑائے نہ ڈرائے نہ کوئی ایذا پہنچائے۔ بعض اِدھر اُدھر کے لوگ جو مکے میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں

کرتے۔ ان کی ریس نہ کرے مگر برا انہیں بھی نہ کہے۔ جب وہاں کے جانوروں کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا۔"

جب حرم کے متصل پہنچے' سر جھکائے' آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کیے خشوع و خضوع سے داخل ہو اور ہو سکے تو پیادہ' ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ ہے کہ دن کو داخل ہو نہا کر۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۴' ص ۶۹۷)

# ۳۔ المسجد الحرام

بیت اللہ شریف کے گرد اگرد المسجد الحرام کی عمارت بنی ہوئی ہے۔ اس متبرک عمارت نے خانہ کعبہ کو چاروں طرف سے قلعہ کی طرح گھیرا ہوا ہے۔ المسجد الحرام کا صحن خانہ کعبہ اور المسجد الحرام کی عمارت کے درمیان واقع ہے۔ خانہ کعبہ کے چاروں طرف واقع مطاف، صحن مسجد کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ لیکن فرض نماز کی جماعت میں کثیر اژدحام کو خانہ کعبہ کی دیواروں تک نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ اس طرح مطاف بھی صحن مسجد الحرام بن جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ عمارت موجود نہیں تھی۔ ہر مسلمان سلطان اس میں تھوڑی بہت توسیع کرتا رہا۔ موجودہ حکومت نے ۱۳۷۵ھ کی توسیع المسجد الحرام پر آٹھ کروڑ سعودی ریال خرچ کیے ہیں۔ اس وقت اس کے چونسٹھ دروازے ہیں۔ سعودی حکومت نے اس میں تیرہ دروازوں کا اضافہ کیا ہے۔ ہر دروازے کے اوپر دو پر شکوہ مینار موجود ہیں جن کا طول ۹۲ میٹر اور عرض ۷x۷ میٹر ہے۔ اس طرح یہ عمارت قلعہ نما شکل اختیار کر گئی ہے۔ یہ عمارت ایسی بناوٹ کی ہی مستحق ہے۔ کیونکہ یہ دلوں کا مرکز امن کی بشارت، ابدی دار السلام اور اسلامی ثقافت کا بہترین نمونہ ہے۔ اس کے مینار ابدیت کے مظہر ہیں۔ اس قسم کا جلال ایسی ہی عمارت سے ٹپک سکتا ہے۔ یہاں رنگ و نسل کا فرق مٹ جاتا ہے اور وحدانیت کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔

ابن بطوطا اپنے دور میں المسجد الحرام کی کیفیت یوں بیان کرتا ہے:

''شہر کے وسط میں المسجد الحرام واقع ہے جو نہایت وسیع ہے۔

ازرقی کہتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اس کا طول چار سو گز ہے اور تقریباً اتنا ہی

عرض ہے۔ کعبہ معظمہ اس کے وسط میں واقع ہے۔ اس کا منظر نہایت خوشنما اور دلبرانہ ہے۔ زبان اس کی وصف بدائع کی تعریف نہیں کر سکتی نہ مدح گو اس کے کمال کو بیان کر سکتا ہے۔ دیواریں تقریباً بیس گز اونچی ہیں اور چھت جو تین صفوں میں ہے۔ بلند ستونوں پر نہایت خوش اسلوبی سے قائم ہے۔ اس کے تینوں سنگین فرش ایسے نظم سے منتظم ہیں گویا ایک ہی فرش ہے۔ اس کے چار سوا کیانوے ستون تو صرف سنگ رخام کے ہیں۔ اس کے علاوہ اور ستون گچکاری کے ہیں جو دارالندوۃ میں واقع ہے۔ یہ مکان گو مسجد حرام میں بعد میں شامل کر لیا گیا ہے۔ لیکن شمال کی جانب جو سنگین فرش ہے اس میں داخل ہے اس کے مقابل میں جو مقام ہے اس میں رکن عراقی شامل ہے۔ اس دارالندوہ کی فضا مسجد حرام سے متصل ہے اور اسی فرش سے دارلندوۃ میں داخل ہوتے ہیں۔ اس فرش کی دیوار سے ملحقہ دکانیں ہیں جن پر ڈھالو سائبان واقع ہیں۔ ان دکانوں میں مقری نساخ اور خیاط بیٹھتے ہیں۔ اس فرش کے مقابل جو فرش ہے اس فرش سے متصل بھی ویسی ہی دکانیں ہیں لیکن ان پر سائبان نہیں۔ مغربی فرش پر آمد و رفت کی جگہ باب ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہے۔ یہاں سارے ستون گچکاری کے ہیں۔ خلیفہ المہدی محمد ابن الخلیفہ ابو جعفر المنصور کے احکام و آثار توسیع مسجد کے سلسلے میں ابھی موجود ہیں۔ غربی فرش کے دیوار کے سر پر یہ کتبہ ہے:

**"امیر عبداللہ محمد بن المهدی امیر المؤمنین اصلحه الله تعالٰی بتوسعة المسجد الحرام الحاج بیت الله و عمارته فی سنة سبع وستین ومأته"** (سفرنامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ جلد اول ص ۱۲۰)

"اللہ برتر امیر المومنین عبداللہ محمد بن المہدی کا انجام بخیر کرے جنہوں نے المسجد الحرام کی وسعت کا حکم نافذ فرمایا تا کہ حج کرنے والوں کو آسائش پہنچے چنانچہ تعمیر ہذا ۱۶۷ھ میں ہوئی۔"

ابن جبیر متوفی ۶۱۴ھ مسجد الحرام کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

''المسجد الحرام کو چار سمتوں میں تہرا دالان ایک دوسرے سے اس طرح ملا ہوا ہے گویا وہ ایک ہی دالان ہے۔ درمیان میں بہت بڑا صحن چار سو ہاتھ طویل اور تین سو ہاتھ عریض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ صحن کم تھا اور چاہ زم زم اس سے باہر تھا۔ رکن شامی کے سامنے اس زمانے کے ایک ستون کی بنیاد باقی ہے اور وہ رکن شامی سے بائیس قدم کے فاصلے پر ہے۔ پہلے کعبہ شریف کے چاروں طرف اسی قدر وسعت تھی۔ دالانوں کے ستون ہم نے خود شمار کیے۔ پتھر کے ستونوں کی تعداد چار سو اکہتر ہے۔ دارالندوۃ کے چونے کے ستون اس شمار سے علیحدہ ہیں۔ دارالندوۃ حرم شریف میں بڑھا لیا گیا ہے۔ مغرب کی طرف سے شمال کو جو سلسلۂ عمارت آتا ہے اس میں یہ داخل ہے۔ دالان میں ہو کر اس کے اندر جاتے ہیں۔ دالان کی دیوار میں سراسر محرابیں بنی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے چبوترے ہیں۔ ان چبوتروں پر بیٹھ کر کچھ لوگ لکھتے پڑھتے ہیں اور کچھ کپڑے سیتے ہیں۔ تمام حرم مقدس میں جا بجا اہل علم اور اصحاب درس کے حلقے ہوتے ہیں۔ اس طرح اس کے سامنے کے دالان کی دیواریں جو جنوب سے مشرق کو آتی ہیں محرابیں اور چبوترے ہیں۔ باقی دالانوں کی دیواروں کے نیچے بغیر محرابوں کے صرف چبوترے ہیں اور یہ عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ باب ابراہیم علیہ السلام کی طرف مغرب سے جنوب کو آنے والی لائن میں بھی دالان ہے۔ ابی جعفر بن علی الفنکی القرطبی نے اپنی کتاب میں چار سو اسی ستون لکھے ہیں لیکن ہم نے ابھی باب الصفا کے باہر کے ستون شمار نہیں کیے۔

(سفرنامہ ابن جبیر اردو ترجمہ ص ۷۶ تا ۷۷)

''ابن خلدون کی اس بارے میں وضاحت ملاحظہ فرمائیے۔''

واضح رہے کہ بیت اللہ شریف کا صحن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بالکل کھلا تھا۔ اس کے اردگرد دیوار اٹھی ہوئی نہ تھی اور اسی کھلی حالت میں طواف کرنے والے طواف کرتے تھے۔ پھر جب

مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے آس پاس کے مکان خرید کر اور ان کو منہدم کرا کے ان کی زمین کو صحن میں شامل کر دیا اور اس کے چاروں طرف قد آدم سے کم دیوار کھینچ دی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں ایسی ہی شکل رہی اور بعد میں ولید بن عبدالملک نے پتھر کے ستونوں پر مسافر خانے بنوائے جن کو منصور اور ان کے بیٹے مہدی نے اور ترقی دی اور اب عمارت بحال خود چلی آ رہی ہے''۔

(مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ ص ۳۴۷)

حافظ لدھیانوی اپنی کتاب ''جمال حرمین'' میں اس کے بارے میں یوں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں

حرم پاک جدید فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔ سنگ مرمر کی یہ عمارت اپنے اندر ایک خاص جاذبیت ایک خاص کشش رکھتی ہے۔ درودیوار پر بارش نور معلوم ہوتی ہے۔ بیت اللہ کے چاروں طرف یہ مقدس عمارت انوار الٰہی کا ایک عظیم ہالہ ہے۔ وسعت کے لحاظ سے حرم پاک غالباً دنیا کی تمام مساجد سے وسیع ہے جس میں لاکھوں انسان بیک وقت خدائے قدوس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ابھی تک اس کی توسیع کا کام جاری ہے۔ اس حرم پاک میں نماز پڑھنے اور بیت اللہ شریف کی زیارت وطواف کے لئے روئے زمین کے کونے کونے سے لوگ شب وروز کھنچے چلے آتے ہیں۔ انسانوں کا یہ اژدہام کبھی کم نہیں ہوتا۔ عمارت کی زیبائش اور نقش ونگار اپنی جگہ ایک نرالا حسن اور دلکشی رکھتے ہیں۔'' (جمال حرمین ص ۷۹)

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حرم پاک (المسجد الحرام) کے بارے میں فرماتے ہیں:

روبحرم کن کہ دراں خوش حریم

ہست سیہ پوش نگاری مقیم

صحن حرم روضۂ خلد بریں
او بچناں صحن مربع نشیں

(تحفۃ الاحرار ص ۶۳)

ترجمہ: حرم پاک کی طرف توجہ کر کہ اس میں بہت اچھی یادگاہ ہے۔ اس میں سیاہ لباس میں ملبوس محبوب کا قیام ہے۔ حرم پاک کا صحن باغ خلد بریں ہے ایسے (عمدہ) صحن میں مربع نشین (کعبہ) رونق افروز ہے۔

"کعبہ دنیا میں خدا کا پہلا گھر (بیت اللہ) اور مسلمانوں کا قبلہ جو مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام کے تقریباً عین وسط میں واقع ہے"

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ مطبوعہ لاہور ۱۷ V:NO ص ۳۲۱)

قرآن پاک میں مسجد الحرام کا ذکر پندرہ مقامات پر آیا ہے۔ اس سے مسجد الحرام کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلوٰة الرجل فى بيته بصلوٰته وصلوٰته فى مسجد القبائل بخمس و عشرين صلوٰة وصلوٰة فى المسجد الذى يجمع فيه بخمس مائة صلوٰة و صلوٰة فى مسجد الاقصىٰ بخمس الف صلوٰة وصلوٰته فى مسجدى بخمسين الف صلوٰة وصلوٰة فى المسجد الحرام بمائة الف صلوٰة۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۲ ٬ جامع الصغیر ص ۳۶ ٬ ابن حبان ٬ مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے٬ محلے کی مسجد میں پچیس

نمازوں کا ثواب' جمعہ کی نماز کی مسجد میں پانچ سو نمازوں کا ثواب' مسجد اقصیٰ کی نماز کا پانچ ہزار نمازوں کا ثواب میری مسجد کی نماز کا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب اور مسجد حرام کی نماز ایک لاکھ نمازوں کا ثواب رکھتی ہے''۔

مسجد حرام کی تعمیر کے بارے میں تفسیر روح المعانی پ ۱۷ ص ۱۴۱ کے تحت ملاحظہ کیجئے ''البحر العمیق'' میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نے فرمایا کہ مسجد حرام کی حد کتاب اللہ کی رو سے مسعیٰ کے آخر تک ہے۔''

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد حرام کو محیط کرنے کے لئے کوئی دیوار نہ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں مسجد کو وسیع کرنے کے لئے کچھ جگہ خرید کر اس میں شامل کی اور قد آدم سے چھوٹی دیوار بنا دی اور روشنی کے لئے چراغوں کا انتظام کیا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' نے بھی جگہ خرید کر مسجد میں شامل کی پس مسجد اور برآمدوں کی بنیاد رکھی۔ پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے دور حکومت میں مسجد کو اور وسعت دی انہوں نے ازرقی کا مکان سات ہزار دینار میں خرید کر داخل مسجد کیا پھر اس کو عبدالملک بن مروان نے تعمیر کیا۔ اس نے عمارت میں کوئی توسیع نہیں کی سوائے مسجد کی دیوار بلند کرنے اور اس پر پتھر اور سنگ مرمر کے ستون اٹھانے کے۔ پھر مصور نے شامی جانب کو بڑھایا اور اسے تعمیر کیا اور سنگ مرمر کے ستون بنائے پھر مہدی نے دو دفعہ اسے وسعت دی چونکہ کعبہ مسجد حرام کے ایک جانب کو تھا لہٰذ اس نے اسے درمیان میں کرنے کے لئے' مسجد کی توسیع کے لئے اور جگہ خریدی۔''

''تاریخ بنائے مسجد حرام'' میں شیخ علامہ حسین باسلامۃ الحضرمی المکی المتوفی ۱۳۵۶ھ یوں رقم طراز ہیں:

''شامی جانب کا وہ ضلع جس جگہ باب الزاویہ واقع ہے۔ ۱۶۶ میٹر ہے جنوبی ضلع کی لمبائی جہاں ضلع کی لمبائی واقع ہے۔ ۱۶۴ گز ہے۔ مشرقی جانب جدھر باب السلام واقع ہے۔ ۱۰۸ میٹر ہے اور مغربی ضلع کا طول

جہاں باب ابراہیم ہے ۱۰۹ میٹر ہے۔ لہٰذا پوری داخلی زمین ۱۷۰۹۰۲ مربع میٹر ہوئی یہ مساحت مسجد کو دو مثلث قائم الزاویہ میں تقسیم کر کے نکالی گئی ہے۔"

اس کی تائید علامہ طاہر الکردی کی کتاب "مقام ابراہیم" کے اردو ترجمہ "خانہ کعبہ" کے صفحہ ۱۰۴ پر موجود ہے۔

# ۴-صفاومروہ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○(۲:۱۵۸)

بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ہیں۔ پس جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے ان دونوں کے پھیرے (سعی) کرنے سے ان پر کچھ گناہ نہیں' جو کوئی اچھی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ تعالیٰ صلہ دینے والا' خبردار ہے۔

''صفا اور مروہ مکہ شریف کے دو پہاڑ ہیں جو کعبہ معظمہ کے مقابل جانب شرق واقع ہیں مروہ شمال کی طرف مائل اور صفا جنوب کی طرف جبل ابوقبیس کے دامن میں ہے۔'' (تفسیر نعیمی مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے تحت)

جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے کہ مسلمان حج اور عمرہ کے موقع پر الصفا اور المروہ کے مابین سعی کرتے ہیں۔ یہ رسم از روئے روایت اس طرح ہے:

حدثنی عبداللہ بن محمد حدثنا عبدالرزاق اخبر نامعمر عن ایوب السختیانی و کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعة یزید احدھما علی الأخر عن سعید بن جبیر قال ابن عباس اول ما اتخذ النسآء المنطق من قبل ام اسماعیل (علیہ

السلام) اتخذت منطقا لتعفی اثر ها علی سارة ثم جآء بها ابراهیم بابنها اسماعیل وهی ترضعه حتی وضعها عندالبیت عند دوحة فوق زم زم فی اعلی المسجد ولیس بمکة یومئذ احد ولیس بها ماء فوضعها هنالك ووضع عندهما جرابا فیه تمر و سقاء فیه ماء ثم قفی ابراهیم منطلقا فتبعته ام اسماعیل علیه السلام فقالت یا ابراهیم این تذهب وتترکنا بهذا الوادی الذی لیس فیه انس ولا شئ فقالت له ذالك مراراً و جعل لا یلتفت الیها فقالت له الله الذی امرك بهذا قال نعم قالت اذن لا یضیعنا ۔ ثم رجعت فانطلق ابراهیم حتّٰی اذا کان عند الثنیة حیث لا یرونه استقبل بوجهه البیت ثم دعا بهؤلآء الکلمات ورفع یدیه فقال رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع حتّٰی بلغ یشکرون وجعلت ام اسماعیل ترضع اسماعیل و تشرب من ذالك الماء حتّٰی اذا انفد ما فی السقاء عطشت و عطش ابنها وجعلت تنظر الیه یتلوی اوقال یتلبط فانطلقت کراهیة ان تنظر الیه فوجدت الصفا اقرب جبل فی الارض یلیها فقامت علیه ثم استقبلت الوادی تنظر هل تری احدا فلم ترا احدا فهبطت من الصفا حتی اذا بلغت الوادی رفعت طرف درعها ثم سعت سعی الانسان المجهود حتّٰی جاوزت الوادی ثم اتت المروة فقامت علیها و نظرت هل تری احدًا فلم ترا احدا ففعلت ذالك سبع مرات ۔ قال ابن عباس قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فذالك سعی الناس بینهما ۔

(صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب نمبر 313)

عبداللہ بن محمد‘ عبدالرزاق‘ معمر‘ ایوب سختیانی‘ کثیر بن کثیر بن مطلب بن ابوو داعہ ایک دوسرے پر کچھ زیادتی بیان کرتا ہے‘ سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے سب سے پہلے ازار بند بنانا اسماعیل علیہ السلام کی ماں سے سیکھا۔ انہوں نے ازار بند بنایا تا کہ اپنے نشانات کو سارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے چھپائیں پھر انہیں اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام لے کر آئے اور وہ انہیں دودھ پلاتی تھیں تو ان دونوں کو مسجد کے اوپر حصہ زم زم کے پاس کعبہ کے قریب ایک درخت کے پاس بٹھلا دیا۔ اس وقت مکہ میں نہ تو کوئی آدمی تھا نہ پانی۔ ابراہیم علیہ السلام نے انہیں وہاں بٹھایا اور ان کے پاس ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجوریں اور ایک مشکیزہ میں پانی رکھ دیا۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام لوٹ کر چلے تو اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے ان کے پیچھے دوڑ کر کہا: اے ابراہیم! کہاں جا رہے ہو؟ اور ہمیں ایسے جنگل میں جہاں نہ تو آدمی ہے نہ اور کچھ کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہو اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے چند مرتبہ کہا مگر ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تو اب اللہ تعالیٰ بھی ہم کو برباد نہیں کرے گا۔ پھر وہ واپس چلی آئیں اور ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ”ثنیہ“ کے قریب پہنچے جہاں وہ لوگ انہیں دیکھ نہ سکتے تھے تو انہوں نے اپنا منہ کعبہ کی طرف کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: ”اے رب ہمارے! میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کفدست) میدان میں جو زراعت نہ آباد کرتا ہوں‘ الخ اور اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کو دودھ پلاتی تھیں اور اس مشکیزہ کا پانی پیتی

تھیں حتیٰ کہ جب وہ پانی ختم ہو گیا تو انہیں اور بچے کو سخت پیاس لگی وہ اس بچہ کو دیکھنے لگیں جو مارے پیاس کے تڑپ رہا تھا۔ یا فرمایا ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہ اس منظر کی تاب نہ لا کر چلیں اور انہوں نے اپنے قریب جو اس جگہ سے متصل تھا کوہ صفا کو دیکھا وہ اس پر چڑھ گئیں اور جنگل کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں تو ان کو کوئی نظر نہ آیا پھر وہ صفا سے اتریں جب وہ نشیب میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا کر ایسے دوڑیں جیسے کوئی سخت مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے حتیٰ کہ اس نشیب سے گزر گئیں پھر وہ کوہ مروہ پر آ کر کھڑی ہو گئیں اور اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں اسی طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لئے لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا روایت سے ثابت ہوا۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی سنت ہاجرہ علیہا السلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی برگزیدہ بندی کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اسے قیامت تک جاری و ساری کر دیا اور اس سعی کا شوق لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا چنانچہ سعی کرنے کی وجہ سے اس کا نام ''مسعیٰ'' پڑ گیا۔

نیز بنو جرہم میں ایک شخص اساف بن بقاء (جسے ابو عمرو بھی کہتے تھے) نے ایک عورت نائلہ بنت ذئب یا بنت سہل سے خانہ کعبہ میں زنا کیا جس کی بدولت وہ دونوں پتھر بن گئے۔ عبرت کے لئے ان میں سے ''اساف'' کو صفا پر اور ''نائلہ'' کو مروہ پر رکھ دیا گیا کچھ مدت کے بعد جہلا نے انہیں پوجنا شروع کر دیا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ ایام جاہلیت میں طواف و سعی کے ساتھ ساتھ ان کی پرستش بھی ہوتی تھی جب دور اسلام آیا اور مکہ فتح ہوا تو ان دونوں بتوں کو توڑ دیا گیا اس طرح یہ ''دونوں'' مقامات دوبارہ مطہر و پاکیزہ ہو گئے۔ (تفسیر روح المعانی پ نمبر ۲ ص ۲۵ تفسیر روح البیان جلد نمبر ۱ ص ۱۷۸ تفسیر کشف

الاسرار فارسی ص ۶۴' جلد ۲' تفسیر مدارک جلد اول ص ۱۳۳' تفسیر بیضاوی جلد اوّل' ص ۱۱۸۔۱۱' تفسیر روحٰی مجددی' جلد اوّل' ص ۱۳۴' تفسیر صاوی جلد اوّل' ص ۶۵' تفسیر نعیمی' جلد اوّل' ص ۴۷' تفسیر نیشاپوری' جلد اوّل ص ۱۵۸ کے تحت' الصحیح المسلم حواشی ص ۴۱۴' (شرح نووی) دائرۃ المعارف الاسلامیہ ص ۱۱۸۔V:NO۱۲' الصفا' خطبات الاحمدیہ ص ۱۲۶ (بتوں کا ذکر) وسیرت ابن ہشام جلد نمبر ۱ ص ۸۵)

اب صفا و مروہ کی وجہ تسمیہ ملاحظہ فرمائیے: "سمی (الصفا) لانه جلس علیه آدم صفی الله تعالٰی وسمی (المروة) لانه جلست علیه امر أته حوا ۔"

صفا کو صفا اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس پر آدم صفی اللہ تعالیٰ بیٹھے تھے اور مروہ پر امراۃ آدم یعنی حوا بیٹھی ۔ (تفسیر روح المعانی پ ۲ ص ۲۵ تفسیر روح البیان جلد اول ص ۱۷۸ تفسیر مدارک حواشی ص ۱۳۳ تفسیر کشف الاسرار پ ۲ ص ۶۴)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حدیث شریف میں ہے کہ صفا اور مروہ جنت میں دو دروازوں کا نام ہے یہ دو مقام ایسے ہیں جن کے درمیان دعا مستجاب ہوتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان ستر ہزار انبیاء کی قبور ہیں۔ (تفسیر روح البیان ص ۱'۱۷۸)

مسعٰی پر دھوپ کی وجہ سے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ لہٰذا حاجیوں کی سہولت کے لئے اس پر چھت ڈال دی گئی ہے۔ اب مرد و زن' پیر و جوان بآسانی سعی کرتے ہیں اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ یہ سات چکر لگانا سنت ہاجرہ علیہا السلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے افعال کی پیروی بھی عبادات الٰہیہ میں شمار ہوتی ہے۔ یہ ایک نکتہ ہے جسے باشعور لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ابن جبیر اپنے دور میں صفا و مروہ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

"صفا سے مروہ کو جاتے ہوئے پہلے داہنی طرف ایک ستون ملتا ہے۔ یہ ستون اوپر سے سبز رنگا ہوا اور حرم شریف کے رکن شرقی والے مینارے کے کونے کے پاس پانی کی راہ کے کنارے پر نصب ہے اس کے آگے دو سبز میل (ستون) ہیں۔ ایک باب علی کے سامنے بائیں طرف حرم شریف کی دیوار پر اور دوسرا اسی دروازے کے مقابل امیر مکہ کے

برابر والے مکان پر ان دونوں ستونوں پر ایک ایک لوح لگی ہوئی ہے اور ان میں یہ عبارت تحریر ہے:

**اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ؕ الخ امر بعمارة هذا الميل عبدالله و خليفة ابو محمد المستفی بامر الله امير المؤمنين اعز الله نصره فی سنه ۵۷۳ھ**

اس ستون کی تعمیر کے لئے ۵۷۳ھ میں امیر المومنین خلیفہ ابو محمد المستفی بامر اللہ نے حکم دیا۔

مقام صفا سے اول میل تک ترانوے قدم کا فاصلہ ہے اور وہاں سے دونوں میلوں تک پچھتر قدم کا بعد ہے۔ اول میل سے ان دونوں میلوں تک کے فاصلے کو آمد و رفت میں دوڑ کر طے کرتے ہیں ان دونوں میلوں سے مروہ تک تین سو پچیس قدم کا فاصلہ ہے اس حساب سے صفا مروہ کے درمیان کا فاصلہ چار سو ترانوے قدم کا ہے۔ مروہ کی پانچ سیڑھیاں ہیں اور ان کے اوپر کی چوڑائی صفا کی طرح سترہ قدم ہے اور سیڑھیوں کے اوپر ایک بڑی محراب ہے صفا و مروہ کے درمیان کی زمین بارش کے پانی کے مرور (گزرنے) کی جگہ ہے فی الحال یہاں میوہ اور کھانے وغیرہ کا بہت خوب صورت بازار ہے۔ صفا و مروہ میں دوڑنے والوں کو انبوہ کی وجہ سے بڑی دقت ہوتی ہے۔ (سفر نامہ ابن جبیر ص ۸۹)

# ۵-عرفات

''مکہ مکرمہ سے ۲۱ کلومیٹر (۱۳ میل) مشرق کی جانب طائف کی راہ پر ایک میدان جو شمالی جانب سے اسی نام کے ایک پہاڑی سلسلے (جبل عرفات) سے گھرا ہوا ہے۔ یہ وہی (وسیع وعریض) میدان ہے جہاں حج کے موقع پر بعض بنیادی ارکان ادا کیے جاتے ہیں۔ ان مناسک حج کا مرکز اس کے شمال مشرق میں سرخ رنگ کی ایک مخروطی پہاڑی ہے جس کی بلندی دو سو فٹ سے کچھ کم ہے اور عرفات کے اصل پہاڑی سلسلے سے ذرا الگ سی ہو گئی ہے۔ اس پہاڑی کو بھی ''عرفہ'' کہتے ہیں۔ لیکن اس کا زیادہ معروف نام ''جبل الرحمۃ'' ہے اس کی مشرقی سمت پتھر کی چوڑی سیڑھیاں ہیں (جو اتابک زنگی کے وزیر جمال الدین الجاوید نے تعمیر کرائی تھی) چوٹی تک چلی گئی ہیں جس کے اوپر ایک مینار بنا ہوا ہے۔ ساٹھویں سیڑھی پر ایک چبوترہ ہے' جس پر ایک منبر رکھا ہوا ہے۔ اس منبر پر کھڑے ہو کر خطیب ''یوم عرفہ'' (نویں ذوالحجہ) کو بعد دوپہر خطبہ پڑھتا ہے۔

عرفات کا میدان (جو شرقاً غرباً) عرض میں چار میل کے قریب اور طول میں تقریباً سات آٹھ میل ہے حرم مکہ (یعنی حدود حرم) کے باہر واقع ہے۔ مکے سے آنے والے حاجی درہ ''ماز مین'' سے نکل کر ان ستونوں کے پاس سے گزرتے ہیں' جو حرم کی حد بندی کرتے ہیں۔ ان ستونوں کے مشرق کی جانب ''عرفہ'' نامی ایک نشیب ہے' جس کے دور کے کونے پر ایک مسجد ہے جو ''مسجد ابراہیم'' مسجد نمرہ یا مسجد عرفہ کے مختلف ناموں سے موسوم ہے۔ موقف یا مقام اجتماع جو اس مسجد سے مشرق اور جبل رحمت سے مغرب کی جانب دور تک چلا گیا ہے۔ مشرق کی جانب کوہستان طائف کے سلسلے سے گھرا ہوا

ہے۔اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس میدان میں کئی کنوئیں کھودے گئے اور متعدد باغوں اور سکنی مکانوں کا ذکر ملتا ہے۔ بلکہ زبیدہ کے حکم سے طائف کے علاقے سے مکے تک پانی لانے کے لئے جو نہر بنائی گئی تھی وہ بھی عرفہ پہاڑی کے دامن میں بہتی ہے۔ یہاں زندگی کے آثار صرف یوم عرفہ کو ہی نظر آتے ہیں جبکہ حاجی وقوف عرفہ ادا کرنے کے لئے یہاں خیمے نصب کر لیتے ہیں۔

عرفات میں وقوف وقیام حج کا بڑا ضروری رکن ہے بلکہ اس کے آثار صرف یوم عرفہ کو ہی نظر آتے ہیں۔ جب کہ حاجی وقوف عرفہ ادا کرنے کے لئے یہاں خیمے نصب کر لیتے ہیں (عرفات میں وقوف وقیام حج کا بڑا ضروری رکن ہے بلکہ ایک روایت کے مطابق تو حج عرفات میں ٹھہرنے کا نام ہے) یہ وقوف ظہر کے خطبے اور اور نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور مغرب سے تھوڑی دیر بعد تک جاری رہتا ہے۔" (المقدسی) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ص ۷۷ (۲) البکریٰ معجم ما استعجم بذیل مادہ (۳) الیاقوت: معجم البلدان بذیل مادہ (۴) البتونی الرحلۃ الحجازیہ ص ۱۸۶ (۵) مرآۃ الحرمین از ابراہیم رفعت جلد نمبر ۱ ص ۳۳۵ (۶) الازرقی: اخبار مکہ والفاسی: شفاء الغرام مذکور در "F- wustenfeld:- chroniken der mekka" جلد نمبر ۱ ص ۳۱۸ تا ۳۱۹ جلد نمبر ۲ ص ۸۹ (۷) "Travels in Arabia" V; no 2p-186 Travels:Ali bey, (۸) Burckhardt 1,p67 (۹) المنجد بذیل مادہ (۱۰) البستانی: دائرۃ المعارف بذیل مادہ (۱۱) دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو جلد ۱۳ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۷)

عرفات کے بارے میں ابن جبیر اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

"عرفات بہت فراخ اور وسیع میدان ہے۔ اس کی وسعت محشر کی مخلوق کے لئے کافی ہے۔ اس کے چاروں طرف بکثرت پہاڑ ہیں اور بیچ میں جبل رحمت ہے۔ جبل رحمت کے گرد اور اس کے اوپر موقف عرفات ہے۔ پہاڑ کے سامنے دو میل کے فاصلے پر دو نشان ہیں۔ ان میلوں (نشان) کے سامنے عرفات تک کا کل میدان داخل حلت ہے۔ اس کے سوا داخل حرمت ہے ان میلوں کے قریب عرفات میں بطن عرفہ ہے۔ یہ وہ مقام

ہے جہاں کھڑے ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔

عرفات کلها موقف وارتفعوا عن بطن عرفه ۔

(کل عرفات موقف ہے اور بطن عرفہ سے ہٹ جاؤ)

اس لئے اس جگہ ہونے والے کا حج صحیح ہے۔

جبل رحمت وسط میدان میں اور پہاڑوں سے منقطع ہے اور اس کے پتھر بھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔ چڑھائی بہت سخت تھی مگر جمال دین وزیر نے چاروں طرف ایسی سیڑھیاں بنادی ہیں کہ بار برداری کے جانور بھی چڑھ سکتے ہیں۔ اس پہاڑ پر ایک قبہ ام المومنین ام سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوب ہے۔ قبہ میں ایک مسجد ہے۔ اس میں تبرکاً نماز پڑھتے ہیں۔ مسجد کے چاروں طرف کشادہ اور وسیع سطح ہے وہاں سے عرفات کا میدان نظر آتا ہے اور سطح پر قبلہ رو ایک دیوار ہے وہاں بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ عرفات میں قبلہ مغرب کی طرف ہے اس لئے کعبہ شریف یہاں سے مغرب کو ہے۔ اس پہاڑ کے نیچے اگر قبلہ رو کھڑے ہوں تو بائیں طرف کو ایک پرانا مکان ہے اور اس پر بالا خانہ ہے اور بالا خانے میں کھڑکیاں ہیں۔ یہ مکان حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب ہے۔ اس مکان کے بائیں طرف ایک پتھر پہاڑ سے ملا ہوا ہے۔ حج کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جبل رحمت اور اس مکان کے اطراف میں حوض اور کنوئیں کثرت سے ہیں۔ مکان کے قریب بائیں طرف ایک نہایت وسیع پرانی مسجد ہے اس کی طرف قبلہ رو دیوار باقی ہے۔ یہ مسجد ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہے۔ حج کے دن اسی مسجد میں خطبہ ہوتا ہے اور ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہیں۔ اسی سمت دور تک اراک کے درختوں کا سرسبز جنگل ہے جہاں تک نظر کام کرتی ہے ہرا بھرا نظر آتا ہے۔

(سفر نامہ ابن جبیر ص ۱۳۸ تا ۱۳۹)

عرفات کی وجہ تسمیہ کے لئے مندرجہ ذیل روایات قابل ذکر ہیں:

۱ — قال الضحاك ان آدم عليه السلام لما اهبط الى الارض

وقع بالهند و حواء بجدة فجعل آدم يطلب حواء وهى تطلبه فاجتمعا بعرفات يوم عرفة و تعارفا فسمى هذا اليوم عرفه والموضع عرفات

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو آپ علیہ السلام ہند میں اور حوا جدہ میں اتریں اور حضرت آدم علیہ السلام حواء کو اور حوا حضرت آدم علیہ السلام کو ڈھونڈنے لگیں پھر دونوں عرفہ کے دن عرفات میں جمع ہو گئے اور ہر ایک نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ لہٰذا اس دن کا نام عرفہ اور جگہ کا نام عرفات پڑ گیا۔

(غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۶۸' (۲) تفسیر حسینی جلد نمبر ۱ ص ۳۲ (۳) تفسیر بیضاوی ص ۱۲۷' (۴) تفسیر مدارک ص ۱۴۵ ج ۱ (۵) طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ ص ۵۶ (۶) المفردات' الراغب اصفہانی ص ۲۸۲' (۷) تفسیر کشاف تحت آیت ۲: ۱۸۸ (۸) تفسیر روح البیان جلد نمبر ۱ ص ۲۱۵ (۹) تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۲ ص ۸۸ مطبوعہ لاہور (۱۰) دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد نمبر ۱۳' ص ۲۶۶' (۱۱) تفسیر روفی مجددی جلد نمبر ۱ ص ۱۵۶)

۲ – قال السدى انما سميت عرفات لان هاجره (عليها السلام) حملت اسماعيل عليه السلام فاخرجة من عند ساره عليهما السلام و كان ابراهيم عليه السلام غائبنا ۔ فلما قدم لم يرا اسماعيل عليه السلام وحدثة ساره بالذى صنعت هاجره فانطلق فى طلب اسماعيل عليه السلام فوجده مع هاجره بعرفات فعرفه فسميت عرفات ۔

(غنیۃ الطالبین' حصہ دوم ص ۶۹' ۲۸)

سدی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا: عرفات کو عرفات اس لئے کہا جاتا ہے ہاجرہ علیہا السلام) حضرت اسماعیل کو لے کر حضرت سارہ علیہا السلام) کے

پاس سے نکلیں حضرت ابراہیم علیہ السلام (اس وقت) موجود نہ تھے جب آپ تشریف لائے تو اسماعیل کو نہ پایا اور سارہ نے بتایا کہ ہاجرہ بچہ کو لے کر چلی گئیں۔ آپ اسماعیل علیہ السلام کو ڈھونڈنے نکلے اور انہیں ہاجرہ کے پاس عرفات میں پایا اور اسماعیل علیہ السلام کو پہچان لیا اس لئے اس جگہ کا نام عرفات ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے روانہ ہوئے تو حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ازراہ غیرت قسم دلا دی کہ آپ جب تک ہمارے پاس واپس نہ آئیں سواری سے نیچے نہ اتریں بالآخر آپ اسماعیل کے پاس آئے اور (سواری سے اترے بغیر ہی) واپس لوٹ گئے۔ پھر حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو ایک سال تک روکے رکھا۔ پھر آپ علیہ السلام نے سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مکہ جانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ آخر کار حضرت ابراہیم علیہ السلام رات کو مکہ معظمہ کے پہاڑوں میں پہنچے۔ آپ رات بھاگے چلے جا رہے تھے حتیٰ کہ حق کی مشیت سے آپ پچھلی تہائی رات میں کوہ عرفات کے دامن میں پہنچ گئے صبح ہوئی تو آپ نے شہروں اور راستوں کو پہچان لیا تو حق تعالیٰ نے اس دن کا نام عرفہ رکھا۔" (غنیۃ الطالبین جلد نمبر ۲ ص ۶۹)

۴۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ عرفات کو عرفات اس لئے کہتے ہیں۔

لان جبریل علیه السلام کان یری ابراهیم علیه السلام المناسك فیقول له عرفت ثم یریه فیقول عرفت فسمیت عرفات۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عبادت کا ایک ایک مقام دکھا کر ان سے پوچھتے تھے پہچان گئے؟ پہچان گئے؟ لہٰذا اس مقام کا

نام ہی عرفات پڑ گیا۔

(غنیۃ الطالبین جلد نمبر۲ ص ۶۹ (۲) دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد نمبر ۱۳ ص ۲۶۶ (۳) تفسیر مدارک حصہ اول ص ۱۴۵ (۴) کشف الاسرار پ نمبر ۲ ص ۷۹ برحاشیہ (۵) تفسیر کشاف تحت آیت ۲:۱۸۸ (۶) تفسیر روح البیان جلد نمبر ۱ ص ۲۱۵ (۷) تفسیر روح المعانی پ نمبر ۲ ص ۸۸)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اوامر و نواہی کو لوگوں تک پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ۔ جمعہ کے دن عرفات میں عرفہ کے دن اتاری ایک یہودی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اگر یہ دن ہم میں ہوتا تو ہم اس میں عید منایا کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: عرفہ کے دن سے بڑھ کر کون سی عید ہو سکتی ہے۔

(غنیۃ الطالبین جلد نمبر۲ ص ۶۸)

ابلیس حج کے دن عرفات کے میدان میں جتنا پریشان اور مایوس ہوتا ہے اور کسی دن نہیں ہوتا ہے۔

چنانچہ صاحب قوت القلوب نے جلد نمبر ۲ ص ۲۴۳ پر اسی نوع کا واقعہ لکھا ہے:
عرفات کے وقوف کے اسرار کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

والسر فی الوقوف بعرفة ان اجتماع المسلمین فی زمان واحد ومکان واحد راغبین فی رحمة الله تعالیٰ داعین له متضرعین الیه له تاثیر عظیم فی نزول البرکات وانتشار الروحانیة ولذلك کان الشیطن یومئذ احروا حقرما یکون وایضا فاجتماعهم ذلك تحقیق لمعنی العرضیه وخصوص هذا الیوم ۔(حجۃ اللہ البالغہ نمبر۲ ص ۱۹۰)

اور عرفات میں قیام کرنے میں یہ راز ہے کہ ایک زمانہ اور ایک مکان میں

مسلمانوں کا اجتماع خدا تعالیٰ کی رحمت کی طرف راغب ہوتے ہوئے اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس سے دعا کرتے ہوئے برکات الٰہی کے نازل ہونے اور روحانیت کے انتشار میں بڑا اثر رکھتا ہے اور اسی لئے شیطان اس دن سب دنوں سے زیادہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور نیز اس اجتماع میں مسلمانوں کی شان وشوکت معلوم ہوتی ہے۔

نیز مقام عرفات پر حج کے موقع پر ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کی حاضری ہوتی ہے چنانچہ بہت سے اولیاء کرام نے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ (رسالہ قشیریہ ص ۱۵۵)

اولیاء کرام کا بھی اسی مقام پر اجتماع ہوتا ہے۔ وہ یہاں ذوق حقیقی اور فیض باطنیہ سے مستفید ہوتے ہیں۔ (تفسیر روحی حصہ اول ص ۱۵۶)

عرفات کا ذکر قرآن پاک میں صرف ایک دفعہ آیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ

(۱۹۸:۲)

تو جب تم عرفات سے پلٹو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

یہی وہ مقام ہے جہاں لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے ہیں۔ اس مقام پر مایوسی بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ میدان عرفات رحمت و مغفرت کا مخزن ہے۔

# ۶-مزدلفہ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ○

(۱۹۸:۲)

توجب تم عرفات سے پلٹو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بے شک اس سے پہلے تم بھکے ہوئے تھے۔

مشعر الحرام سے مراد مزدلفہ ہے یعنی میدان مزدلفہ کے آخر میں جبل قزح ہے جو خصوصاً مشعر الحرام کہلاتا ہے۔

(الصاوی علی الجلالین ج نمبر ۱ ص ۸۳' (۲) تفسیر نعیمی برحاشیہ قرآن پاک ص ۴۷' (۳) تفسیر حسینی ج ۱ ص ۴۴' (۴) تفسیر مدارک ج نمبر ۱ ص ۱۴۵' (۵) تفسیر بیضاوی ص ۱۳۸' (۶) تفسیر روفی ج اول ص ۱۶۱' (۷) تفسیر کشاف تحت آیت ۲:۱۹۸' (۸) تفسیر روح البیان ج نمبر ۱ ص ۲۱۵' (۹) تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۲ ص ۸۸)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حجۃ الوداع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ میں تشریف لائے۔ یہاں مغرب وعشاء کی نماز ملا کر پڑھی۔ پھر لیٹے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی۔ جب صبح ہوئی اس وقت اذان واقامت کے ساتھ نماز فجر پڑھی۔ پھر قصوی پر سوار ہو کر مشعر الحرام میں آئے اور قبلہ کی طرف رخ انور فرما کر دعاؤ تکبیر وتہلیل میں مشغول رہے اور وقوف کیا یہاں تک کہ خوب اجالا ہو گیا اور طلوع

آفتاب سے قبل یہاں سے روانہ ہوئے۔ (الصحیح المسلم ج نمبر ا ص ۳۹۸ اردو ترجمہ)

بیہقی، محمد بن قیس بن مخرمہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اہل جاہلیت عرفات سے اس وقت روانہ ہوتے تھے جب آفتاب منہ کے سامنے ہوتا غروب سے پہلے اور مزدلفہ سے بعد طلوع آفتاب روانہ ہوتے جب آفتاب چہرے کے سامنے ہوتا اور ہم عرفات سے نہ جائیں گے جب تک آفتاب ڈوب نہ جائے اور مزدلفہ سے طلوع کے قبل روانہ ہوں گے ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔ (السنن الکبریٰ البیہقی) اس لئے جب سورج غروب ہونے لگے اور شفق کی سرخی زائل ہونے لگے تو اسی وقت عرفات سے واپس مزدلفہ روانہ ہو جائے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے عرفات سے نکلنا منع ہے مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کرے اور صرف فرض رکعتیں پڑھے اور بقیہ رات مزدلفہ میں گزارے اور صبح فجر کی نماز اول وقت میں ادا کر کے منیٰ کو روانہ ہو جائیں گے۔

اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مزدلفہ کو مزدلفہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس مقام پر آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کا ازدلاف (قرب) ہوا۔

(تفسیر مدارک ج نمبر ا ص ۱۲۵ (۲) طبقات ابن سعد ج نمبر ا ص ۶۲، ۵۶ (۳) تفسیر روحی ج نمبر ا ص ۱۶۱)

دو نمازوں یعنی مغرب و عشاء کو اکٹھا کر کے پڑھنے کی وجہ سے بھی اسے مزدلفہ کہتے ہیں ایک اور توجیہہ کے مطابق چونکہ لوگ یہاں اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اس لئے اسے مزدلفہ کہا جاتا ہے۔

یہ مقام اولیاء کرام کا موقف و مشہد ہے۔ یہاں روحانیون بکثرت حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسی مقام پر حاضری دی۔ ہر مسلمان کے لئے اس مقام کا وقوف سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت ابراہیم و اسماعیل و آدم و حوا علیہم السلام ہے۔

# ۷۔ منیٰ

زمانہ جاہلیت میں اس جگہ ایک بڑا بازار تھا۔ جیسا کہ عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز وغیرہ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عبادت وذکر وامر الٰہی کی تعمیل کے لئے متعین کیا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بطن محسر میں پہنچے اور یہاں جانوروں کو تیز کر دیا۔ پھر وہاں سے بیچ والے راستے سے چلے جو جمرہ کبریٰ کو گیا ہے۔ جب اس جمرہ کے پاس پہنچے تو اس پر سات کنکریاں ماریں ہر کنکری پر تکبیر کہتے اور بطن وادی سے رمی کی پھر منحر میں آ کر تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ بقیہ کو انہوں نے نحر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی میں انہیں شریک کر لیا۔ پھر فرمایا ہر اونٹ میں سے ایک ایک ٹکڑا ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے۔ دونوں صاحبوں نے اس گوشت میں سے کھایا اور شوربا پیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھی۔ (الصحیح المسلم ج نمبر ۱ ص ۳۹۹)

اردو ترجمہ...... منیٰ کے بارے میں ابن جبیر مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

"یہ آبادی نہایت فراخ اور کشادہ ہے۔ بہت قدیم زمانے کی بستی ہے۔ یہاں آثار قدیمہ بہت ہیں۔ ایک راستہ نہایت کشادہ دور تک چلا گیا ہے اور اس کے دونوں طرف حجاج کے واسطے بکثرت کرایہ کے مکان ہیں۔ بستی میں داخل ہونے سے پہلے بائیں طرف ایک مسجد ملتی ہے۔ پہلی بار بیعت اسلام اسی مسجد میں ہوئی۔ حضرت

عباس رضی اللہ عنہ' نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت کے واسطے بموجب روایت مشہورہ یہ بیعت کی تھی۔اس کے آگے آبادی کے بائیں طرف جمرۃ العقبہ یعنی کنکریاں مارنے کا مقام ہے یہ نشان راہ کے کنارے پر ہے اور وہاں کنکریوں کا ڈھیر ہے۔اگر یہاں اسرار قدرت الٰہی نہ ہوتے تو یہ مقام کنکریوں کے انبار سے بجائے خود پہاڑ بن جاتا کیونکہ سالہا سال سے اس مقام پر بے شمار کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اس کے قریب مسجد مبارک ہے اور مسجد کے پاس صفا اور مروہ کے میلوں کی طرح ایک میل ہے۔ اس میل کے داہنے بازو پر لے کر اور قبلہ رو کھڑے ہو کر عید الاضحیٰ کے دن اس مقام پر سات کنکریاں مارتے ہیں اس کے بعد قربانی کرتے ہیں اور سر منڈاتے ہیں۔ سر منڈانے کی جگہ نشان کے پاس ہی ہے اور قربانی منیٰ میں ہر جگہ ہو سکتی ہے۔اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام منیٰ مقام قربانی ہے۔"

(سفرنامہ ابن جبیر ص ۱۲۷)

منیٰ میں ایک متبرک ومقدس مسجد "مسجد خیف" ہے۔ یہاں بہت سے انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ "بمسجد الخیف قبر سبعین نبیا" یعنی مسجد خیف میں ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور ہیں۔

(کنوز الحقائق ص ۹۹/۱ (۲) البزار بحوالہ جمع الفوائد ج نمبر ۱ ص ۳۴۴ (۳) سفرنامہ ابن جبیر اردو ترجمہ ص ۱۲۸ (۴) الدیلمی: مسند الفردوس)

جمرۃ الاولیٰ کے قریب مذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور مسجد خیف کے قریب راستے کے داہنی طرف ایک پہاڑ میں ایک پتھر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا نشان ہے۔ جسے لوگ سر سے مس کرتے ہیں اور باعث برکت سمجھتے ہیں۔

حاجیوں کو منیٰ دو دفعہ جانا پڑتا ہے۔ایک عرفات جانے سے پہلے آٹھ ذوالحج کو اور دوسرے مزدلفہ کے وقوف کے بعد دس ذی الحجہ کو قربانی کے دن۔

# ۸- جمار

وادیٔ منا کے تین مقامات کا نام ہے۔ یہاں حجاج عرفات و مزدلفہ سے واپس آتے ہوئے قیام کرتے ہیں اور وہاں شرعی حکم کے مطابق کنکریاں پھینکتے ہیں۔ کنکریوں کے پھینکنے کی وجہ سے اس جگہ کا نام جمرۃ پڑ گیا ہے۔

عرفات سے چل کر حاجی ''الجمرۃ الاولیٰ'' پر پہنچتا ہے۔ پھر وہاں ۱۵۰ میٹر اور آگے بڑھ کر ''الجمرۃ الوسطیٰ'' پر آتا ہے اور یہ دونوں منیٰ کے بڑے بازار کے بیچ واقع ہیں' جو وادی کے رخ پر بنا ہوا ہے۔ ۱۱۵ میٹر اس سے آگے دائیں ہاتھ کو جہاں سڑک منیٰ سے نکل کر پہاڑوں پر چڑھتی ہوئی مکہ معظمہ کی طرف جاتی ہے۔ ''الجمرۃ العقبہ'' واقع ہے۔ پہلے دو کے ستونوں اور تیسرے کی دیوار کو عوام ابلیس یا شیطان کہتے ہیں۔

دس ذوالحجہ کو عید کی قربانی سے پہلے حاجی کو سات سات کنکریاں جمرۃ العقبہ پر پھینکنی پڑتی ہیں۔ ۱۱ ذوالحجہ کو زوال اور غروب شمس کے مابین حاجی باری باری ہر جمرہ پر جاتے ہیں اور سات سات کنکریاں پھینکتے ہیں۔ پھر بارہ اور تیرہ تاریخ کو بھی یہی عمل کیا جاتا ہے۔ یہ کنکریاں مزدلفہ سے لائی جاتی ہیں۔ ہر کنکری کھجور کی گٹھلی یا سیم کے بڑے بیج کے برابر ہوتی ہے۔ کنکری پھینکتے وقت (بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ) کہا جاتا ہے۔

الجمرۃ پر کنکریاں پھینکنا دراصل شیطان کو مارنے کی علامت ہے۔ جمار ثلاثہ تین مقامات بتائے جاتے ہیں۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیطان کا سامنا ہوا' جو اسماعیل علیہ السلام کی قربانی سے انہیں روکنا چاہتا تھا۔ لیکن انہوں نے ہر وسوسے کو دفع کیا اور شیطان کو پتھر پھینک کر بھگا دیا۔

(سیرۃ ابن ہشام ص ۹۷۰ (۲) واقدی ص ۴۱۷، ۴۲۸ (۳) ابن سعد: الطبقات ج ۸ ص ۲۲۴ (۴) کتب صحاح ستہ (۵) مراۃ الحرمین ج نمبر ۱ ص ۳۳۵ (۶) المقدسی: احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ج نمبر ۳ ص ۷۶ (۷) البکری: معجم ما استعجم ج نمبر ۴ ص ۴۲۶، ۴۲۷ ص ۵۰۸ (۸) معجم المعہر س بذیل مادہ جمرۃ (۹) لسان العرب بذیل مادہ (۱۰) الازرقی، اخبار مکہ ج نمبر ۱ ص ۴۰۲ تا ۴۰۵ (۱۱) معجم البلدان (۱۲) lepelerinage a al-Mekka Gaudefroy Demombynes (۱۳) lane:I:۳۵۴ (۱۴) البستانی دائرۃ المعارف بذیل مادہ (۱۵) فردینان توتل: المنجد بذیل مادہ (۱۶) دائرۃ المعارف الاسلامیہ Volume ۷ ص ۳۹۲ (۱۷) کتب فقہ)۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رمی جمار کی کیفیت اور سر یوں بیان کرتے ہیں:

**ذکر اللہ نوعان ۔ نوع یقصدبہ الا علان بانقیادہ لدین اللہ والاصل فیہ اختیار مجامع الناس دون الا کثار و منہ الرمی ولذلک لم یؤمر بالاکثار ھناك** ۔(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۹۴)

ذکر الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے جس سے خدا تعالیٰ کے دین کی فرمانبرداری ہوتی ہے اور اس قسم کے ذکر میں اصل یہ ہے کہ اس کو لوگوں کے مجمع میں اختیار کیا جائے۔ نفس ذکر کی کثرت ضروری نہیں اور رمی جمار اسی قبیل سے ہے اس وجہ سے اس میں کثرت سے ذکر کا حکم نہیں دیا گیا۔

اس سنگ باری نے دیو نفس کو رام کرنے کی تربیت ملتی ہے اور برائی کے راستوں سے دور رہنے کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج نمبر ۷، ص ۹۱۴ بذیل مادہ حج)

# مواقیت الحج

شریعت نے اطراف عالم کے لئے چند مقامات متعین کر دیئے ہیں جو شخص حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ جانا چاہے وہ ان مقامات سے بغیر احرام باندھے نہ گزرے۔ گویا یہ مقامات اس شاہی دربار کی حدود ہیں۔ یہیں سے ظاہری طور پر بھی تذلل، انکسار اور تواضع کی حالت ضروری ہے ان مقامات کو اصطلاح میں مواقیت کہتے ہیں، جو میقات کی جمع ہے۔ یہ مواقیت تعداد میں پانچ ہیں۔

۱۔ یلملم:

یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو تہامہ کے علاقے میں ہے۔ یہ پاکستان، ہندوستان اور یمن وغیرہ کی طرف سے آنے والے حاجیوں کا میقات ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کا حج سے پہلے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ہو تو اسے چاہیے کہ یلملم سے احرام نہ باندھے بلکہ جدے اتر کر مدینہ منورہ احرام باندھے بغیر چلا جائے۔ پھر وہاں سے واپسی پر مدینہ منورہ کے میقات یعنی ذوالحلیفہ سے احرام باندھے۔

۲۔ جحفہ:

یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک بستی تھی، جو اب موجود نہیں اس وقت اس کے قریب ایک اور آباد بستی ہے، جسے ''رابغ'' کہتے ہیں۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے جانب شمال تقریباً ایک سو چالیس میل کے فاصلے پر ہے اور مصر، شام، طرابلس اور یورپ وغیرہ سے آنے والے حاجیوں کا میقات ہے۔

## ۳- ذاتِ عرق:

یہ عراق والوں کا میقات ہے۔

## ۴- قرن المنازل:

یہ ایک پہاڑ کا نام ہے' جو عرفات کی طرف واقع ہے۔
یہ نجد والوں کا میقات ہے۔ اسے مخفف کر کے صرف قرن بولتے ہیں۔

## ۵- ذوالحلیفہ:

اس جگہ کو آج کل بئر علی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ شریف سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ مدینہ منورہ والوں کا میقات ہے۔ مکہ معظّمہ سے بعید ترین میقات یہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ میقات ان اطراف کے لئے مقرر کرنے کے بعد فرمایا کہ "یہ میقات ان ملکوں کے لئے ہیں' جو شخص یہاں سے یا ان ملکوں سے گزرے جو ان کے آس پاس یا آمنے سامنے پڑتے ہیں۔ اس کی نیت حج کرنے کی ہو تو اس پر فرض ہے کہ یہاں سے بغیر احرام باندھے نہ گزرے جو لوگ ان مواقیت کے اندر رہتے ہیں۔ وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں۔ حتیٰ کہ جو لوگ مکے میں رہتے ہیں۔ وہ اپنے گھروں سے ہی احرام باندھیں"۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج نمبر ۷ ص ۹۱۰-۹۱۱)

میقات کے بارے میں کتب صحاح ستہ میں واضح احادیث موجود ہیں۔ کتب فقہ میں میقات کے بارے میں تفصیلی مسائل کا ذکر ہے۔ اس کے لئے دیکھیئے۔

(الصحیح المسلم ج نمبر ۱ ص ۳۷۴' (۲) سنن ابی داؤد ج نمبر ۱ ص ۲۴۳' (۳) سنن ابن ماجہ ص ۲۰۹ (۴) مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۸۲ (۵) صاوی ج نمبر ۱ ص ۸۳)

# حج وعمرہ

حج کے لغوی معنی قصد کرنا۔ کسی جگہ ارادے سے جانا۔

(لسان العرب بذیل لفظ حج (۲) المفردات الرغب اصفہانی (۳) المنجد' لوئیس معلوف
(۴) مختار الصحاح' محمد بن ابی بکر الرازی)

'شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں مکہ مکرمہ میں جا کر بیت اللہ' عرفات' مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ کا قصد کرنے اور طواف کرنے اور دیگر مناسک حج ادا کرنے اور مقررہ آداب و اعمال بجالانے کا نام حج بیت اللہ ہے۔ حج ارکان اسلام خمسہ میں سے اہم اور آخری رکن ہے۔

حج ہر مسلمان عاقل و بالغ و صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ حج زندگی میں ایک دفعہ فرض ہے۔ دوبارہ حج کیا تو وہ نفلی حج تصور ہوگا۔ اگر کوئی شخص فرض حج کی توفیق تو رکھتا ہے لیکن اس کی استطاعت میں کوئی کمی واقع ہوگئی تو وہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو حج کروا سکتا ہے جسے ''حج بدل'' کہتے ہیں۔

حج کے معین ایام آٹھ ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک ہیں لیکن اس کا احرام یکم شوال سے آٹھ ذوالحجہ تک جب چاہیں باندھا جا سکتا ہے اور احرام باندھنے کے پانچ مقامات ہیں:

**یلملم**: اہل یمن و پاکستان کے لئے۔

**حجفہ**: اہل مصر و شام و یورپ کے لئے۔

**ذات عِرق**: اہل عراق کے لئے۔

**قرن المنازل**: اہل نجد کے لئے۔

**ذو الحلیفہ** اہل مدینہ کے لئے۔

اہل مکہ اپنے گھروں سے ہی احرام باندھ سکتے ہیں احرام بن سلی اور بے رنگی دو چادریں، جن میں سے ایک بطور تہبند اور دوسری جسم کے اوپر کے حصے پر اوڑھنے کو کہتے ہیں۔ سر ننگا ہونا چاہئے لیکن عورتیں اپنے عام سادہ اور سفید لباس میں رہ سکتی ہیں۔ احرام کی حالت میں خوشبو لگانا، تیل ڈالنا، بال بنوانا، ناخن تراشنا، حرم کے درختوں، پودوں اور گھاس (استثنائے اذخر) وغیرہ کاٹنا، شکار کرنا، شکار کو بھگانا، ڈرانا، یا کسی شکاری کی کوئی امداد کرنا، بیویوں سے متمتع ہونا۔ واہیات کتابیں پڑھنا اور بیہودہ باتیں کرنا منع ہے۔ گویا احرام ہی سے اصل عبادت حج شروع ہو جاتی ہے۔

احرام باندھنے کے بعد بکثرت درود شریف پڑھنا اور استغفار اور ذکر الٰہی کرنا چاہئے۔ خاص طور پر تلبیہ بلند آواز سے کہنا چاہئے۔ تلبیہ یہ ہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ ۔ (الصحیح المسلم ج ا ص ۳۹۵)

میرے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیرے دربار میں حاضر ہوں ہر قسم کی حمد اور نعمت تیرے لئے ہے۔ حکومت بھی تیرے لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

## حج کی تین صورتیں ہیں

### ا۔ حج مفرد:

یہ ہے کہ انسان احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کرے اور کہے:

"اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ" "یا الٰہی میں حج کے لئے حاضر ہوا ہوں"۔

اور اس کے بعد حج کے اختتام تک اپنے احرام کو قائم رکھے اس میں عمرہ حج کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے:

## ۲-حجِ قران:

اس میں انسان احرام باندھتے وقت حج وعمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کرے اور کہے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ بِالْحَجِ وَالْعُمْرَۃَ (یاالٰہی میں حج اور عمرہ دونوں کے لئے حاضر ہوا ہوں) اور تا اختتام عمرہ وحج احرام نہ کھولے۔

## ۳-حجِ تمتع:

جس میں انسان حج وعمرہ دونوں کی نیت کرے لیکن یا تو پہلے مرحلے عمرہ کی نیت کرے یا حج کی اور یا اس کے برعکس۔

ذوالحجہ کی ساتویں تاریخ کو یوم الزینۃ کہتے ہیں۔اس میں صاف کپڑے پہنے غسل کرے اور خوشبو لگائے اور اگلے دن حج کے فریضے کے لئے باقاعدہ تیار ہو جائے۔ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔اس دن کو یوم ترویہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن تقریباً بے آب وگیا میدان میں ایک ہفتے کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔اسی تاریخ کو دو رکعت نماز پڑھ کر منیٰ کو روانہ ہو جائے۔منیٰ مکے سے تقریباً تین میل ہے۔ظہر‘عصر‘مغرب‘ عشاء اور اگلی فجر کی پانچ نمازیں منیٰ میں ہی ادا کرے۔یعنی ایک رات منیٰ میں قیام کرے۔

ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو یوم العرفہ یا یوم الحج کہتے ہیں۔اس دن سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہو جائے جو منیٰ سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ سنت یہ ہے کہ ضب کے راستے سے انسان جائے اور مأزمان کے راستے سے واپس آئے۔اس طرح عرفات کی حدود میں سورج ڈھلنے کے بعد داخل ہونا چاہیئے۔عرفات ایک وسیع بیابان ہے۔ جہاں نہ کوئی درخت ہے نہ سایہ۔اس جگہ مسجد نمرہ میں یا جبل رحمت پر خطبہ ہوتا ہے۔اس کے بعد اذان دی جاتی ہے اور ظہر وعصر کی دونوں نمازیں قصر کر کے سورج ڈھلتے ہی پڑھ لی جاتی ہیں اس کے بعد شام تک چار‘پانچ گھنٹے‘ حج کا لب لباب ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:الحج الوقوف بعرفۃ (حج عرفات میں ٹھہرنے کا نام ہے) اس تمام وقت کو دعا‘ استغفار‘تسبیح‘تہلیل‘تکبیر‘تحمید اور ہر طرح

کے ذکر الٰہی' درود اور تلاوت قرآن مجید میں گزارے اور بیچ میں تکبیر کی صدا بھی لگاتا رہے اور ادعیۂ مسنونہ کے ذریعے بارگاہ خداوندی میں التجا کرے۔ حتی الوسع یہ وقت کھڑے ہو کر گزارہ جائے۔

جب سورج غروب ہو جائے اور شفق کی سرخی زائل ہونے لگے تو اسی وقت عرفات سے مزدلفہ واپس لوٹے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے عرفات سے نکلنا منع ہے۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کرے اور صرف فرض رکعتیں ادا کرے۔ رات مزدلفہ میں گزارے۔ صبح کی نماز اول وقت میں پڑھ کر منیٰ کے لئے روانہ ہو جائے۔ یہاں سے ایام تشریق کی خاص تکبیریں شروع ہو جاتی ہیں' جو تیرہ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر نماز کے بعد کہی جاتی ہیں۔

ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو یوم النحر کہتے ہیں۔ یہ وہی دن ہے جس دن حج کی یادگار کے طور پر دنیا کے سب مسلمان عیدالاضحیٰ مناتے ہیں۔ اس روز مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ راستہ میں تین سو گز لمبی وادیٔ محسّر (یہاں اصحاب فیل تباہ ہوئے تھے) کو تیزی سے قطع کرے۔ رمی جمار کے لئے کنکریاں بھی یہیں سے لے ان کی تعداد ستر ہونی چاہئے۔ منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے صرف جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں پھینکے۔ علاوہ ازیں (۱۱۔۱۲۔۱۳ ذوالحجہ) تینوں دن جمروں پر سات' سات کنکریاں رمی کرے۔ اس طرح ستر کنکریاں پوری ہو جاتی ہیں۔ ان ہی ایام میں دس ذوالحجہ سے بارہ ذوالحجہ تک قربانی اسی جگہ یعنی منیٰ میں کرے یہ قربانی اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی قبولیت میں دنبے کی قربانی کی یاد میں کی جاتی ہے جو سنت ابراہیمی ہے' جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود جاری رکھا بلکہ امت کے لئے بھی لازم قرار دے دیا۔ اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الصافات آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۵ میں موجود ہے۔

یہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تھی' نہ کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی۔ بائبل میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کا نام یہود کی تحریف واضافہ ہے۔ مسلمان متکلمین نے قطعی

دلائل سے اس تحریف کو ثابت کیا ہے۔(دیکھئے الرای الصحیح فی من ھوالذبیح: ازحمید الدین)

منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو ہی قربانی کے بعد سر کے بال منڈوائے۔عورتیں بالوں کی صرف ایک لٹ کاٹ لیں حجامت کے بعد حاجی منیٰ میں سے بیت اللہ شریف تھوڑی دیر کے لئے حج کرنے کے لئے آ جائے۔اس طواف کو طواف افاضہ یا طواف زیارت کہتے ہیں' جو طواف مکہ معظمہ پہنچتے ہی کیا جاتا ہے۔اسے طواف قدوم کہتے ہیں اور جو طواف حج کے بعد مکہ معظمہ سے روانہ ہوتے وقت کیا جاتا ہے وہ طواف وداع کہلاتا ہے ۔طواف افاضہ ذوالحجہ کی شام تک کسی وقت بھی ہوسکتا ہے۔طواف کے بعد دو رکعت نماز مقام ابراہیم علیہ السلام پرادا کرے۔ملتزم پرا کر دعا کرے۔چاہ زم زم پر خوب سیر ہو کر پانی پیئے۔اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرے اب احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔اس کے بعد منیٰ واپس آ جائے اور یہیں رات بسر کرے۔

حج مفرد میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی جو طواف کیا جاتا ہے وہ طواف قدوم کہلاتا ہے اور اگر حج قران ہے تو یہ طواف عمرے کا طواف ہوگا۔اس طرح مفرد حج کا احرام باندھنے والے کو ابتدا میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کی ضرورت نہیں وہ طواف کے بعد فارغ ہو جاتا ہے اور حج قران والا صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بعد احرام نہیں کھول سکتا جب کہ تمتع والا اس سعی کے بعد احرام کھول دے گا۔

## عمرہ:

اصطلاح شریعت میں عمرہ یہ ہے کہ آدمی میقات سے احرام باندھ کر لبیک کہتا ہوا مکہ مکرمہ پہنچے اور پھر وضو کر کے بیت اللہ کا طواف کرے۔مکہ مکرمہ رہنے والے گھروں ہی سے احرام باندھ سکتے ہیں۔

## طواف:

طواف کا طریق یہ ہے کہ آدمی حجر اسود کے پاس اس طرح کھڑا ہو کہ حجر اسود کے بائیں کنارے پر اس کا دایاں کندھا ہو۔مطلب یہ ہے کہ پورا حجر اسود طواف کے چکر میں

شامل ہو جائے اور اگر ہو سکے تو حجر اسود کے قریب جا کر اس کے کناروں پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے بوسہ دے اور کہے بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اگر ہجوم زیادہ ہو تو حجر اسود کو صرف ہاتھ لگا کر ہی چوم لے یا پھر اشارہ ہی کافی ہے۔ پر تین چکروں میں رمل کرے (رمل یہ ہے کہ جلدی جلدی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے اور بازو اور کاندھے ہلائے۔ یہ حکم عورتوں کے لئے نہیں اور یہ طواف واجب میں ہوتا ہے نفل میں نہیں) باقی چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے۔ ہر چکر میں جب رکن یمانی سامنے آئے تو اگر ممکن ہو تو اپنے دائیں ہاتھ یا دونوں ہاتھوں سے اسے چھو لے۔ طواف سے فارغ ہو کر مقام براہیم علیہ السلام پر جائے اور وہاں یا جہاں میسر ہو سکے۔ دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر ملتزم پر آ جائے۔ ملتزم بیت اللہ کی دیوار کے ایک حصے کا نام ہے جو حجر اسود سے لے کر بیت اللہ کے دروازے تک ہے۔ وہاں بازو پھیلا کر لپٹ جائے اور الحاح وزاری سے دعائیں کرے۔ اگر جگہ نہ مل سکے تو پیچھے کھڑا ہی دعا کرے۔ یہاں سے فارغ ہو کر چاہ زم زم پر سیر ہو کر پانی پئے اور منہ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے۔ اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرے۔ راستے میں ذکر الٰہی عزوجل کرنا چاہئے اور نشیب پر آ کر دوڑے۔ اس حصہ میں دوڑنے کو هَرْوَلَهْ کہتے ہیں۔ یہ عورتوں کے لئے نہیں ہے۔

(۱) (کتب تفاسیر ۲۔ کتب احادیث' ۳۔ کتب فقہ و فتاویٰ بذیل مادہ حج (۴) ابن منظور: لسان العرب بذیل مادہ حج' (۵) لبیب البتونی: الرحلۃ الحجازیہ (۶) ابن جبیر: الرحلۃ' (۷) احتشام الحق: تجلیات کعبہ' (۸) احتشام الحسن: رفیق حج' (۹) الیاس برنی: صراط الحمید (۱۰) امیر احمد علوی: سفر سعادت (۱۱) رہنمائے حج (۱۲) حبیب الرحمٰن: حبیب الحج (۱۳) تجمل خان: رہنمائے حج (۱۴) راشد حسین خاں: راہ عشق' (۱۵) رحیم بخش: سفر نامہ بیت اللہ شریف' (۱۶) رہبر حجاج طبع ام القریٰ' (۱۷) گنگوہی رشید احمد زبدۃ المناسک۔ (۱۸) ریاض الدین: ریاض الحج' (۱۹) سلطان داؤد: رفیق الحج' (۲۰) سعید احمد' معلم الحجاج' (۲۱) سید عبد الغفار: حج معظم' (۲۲) محمد زکریا: فضائل حج' (۲۳) مسعود احمد عباسی بیان حج' (۲۴) ابو الکلام آزاد: حقیقت الحج' (۲۵) سلیمان ندوی: سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ج ۵ ص ۳۲۹ تا ۳۰۲' (۲۶) حکیم محمد صادق' حج مسنون۔ (۲۷) Travels (۲۸)' in Arabia Deserta 7-M Daughty (۲۹) Travels of Ali bey دائرۃ المعارف الاسلامیہ بذیل مادہ حج (۳۰) انوار البشارۃ از حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

# ادعیۂ حج و عمرہ و زیارت مدینہ منورہ

## حج، عمرہ اور حاضری مدینہ منورہ کی دعائیں

### گھر سے روانگی کی دعا

اَللّٰهُمَّ بِكَ انْتَشَرْتُ وَ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اعْتَصَمْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ ثِقَتِيْ وَ اَنْتَ رَجَائِيْ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ مَا اَهَمَّنِيْ وَمَا لَا اَهْتَمُّ بِهٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ عَزَّ جَارُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ زَوِّدْنِي التَّقْوٰى وَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَ وَجِّهْنِيْ اِلَى الْخَيْرِ اَيْنَمَا تَوَجَّهْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نُزَلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْنُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا اَحَدٌ .

### سفر سے بخیریت واپس ہونے کی دعا

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ (۸۵:۲۸)

### کسی سواری پر بیٹھنے کی دعا

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (۱۴،۱۳:۴۳)

## جہاز پر سوار ہونے کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○(۴۱:۱۱)

## صرف عمرہ کی نیت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ

## حج افراد یعنی صرف حج کی نیت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِهٖ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی

## حج تمتّع کی نیت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَ اَحْرَمْتُ بِهَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی

## حج قران یعنی حج اور عمرہ دونوں کی نیت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْ هُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْ هُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهِمَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی

## تلبیہ یعنی لبیک کہنا

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ ط لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ط لَا شَرِیْكَ لَكَ ط اَللّٰهُمَّ اَحْرِمَ لَكَ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَعَظْمِیْ وَ دَمِیْ مِنَ النِّسَآءِ وَالطِّیْبِ وَ كُلِّ شَیْءٍ حَرَّمْتَهٗ عَلَی الْمُحْرِمِ اَبْتَغِیْ بِذَالِكَ وَجْهَكَ الْكَرِیْمَ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ كُلُّهٗ بِیَدَیْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ لَبَّیْكَ ذَاالنَّعْمَآءِ وَالْفَضْلِ الْحَسَنِ لَبَّیْكَ مَرْغُوْبًا وَّمَرْهُوْبًا اِلَیْكَ

لَبَّیْکَ اِلٰـہَ الْـخَلْقِ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ حَقًّا حَقًّا تَعَبُّدًا وَّرِقًّا لَبَّیْکَ عَدَدَ التُّـرَابِ وَالْـحِصٰی لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ ذَاالْمَعَارِجِ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ مِنْ عَبْدٍ اَبَـقَ اِلَیْکَ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ فَـرَّاجَ الْـکُـرُوْبِ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَنَـا عَبْدُکَ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ غَـفَّـارَ الذُّنُوْبِ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی اَدَآءِ فَرْضِ الْـحَـجِّ وَتَـقَـبَّـلْهُ مِنِّیْ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لَکَ وَاٰمَنُوْا بِوَعْدِکَ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَکَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّفْدِکَ الَّذِیْنَ رَضِیْتَ عَنْھُمْ وَاَرْضَیْتَھُمْ وَقَبِلْتَھُمْ ۔

## شہر مکہ پر نگاہ پڑتے وقت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّـیْ وَاَنَـا عَبْدُکَ وَالْبَلَدُ بَلَدُکَ جِئْتُکَ ھَارِبًا مِّنْکَ اِلَیْکَ لِاُ وَدِّیَ فَـرَآئِضَکَ وَاَطْلُبُ رَحْمَتَکَ وَالْتَمِسَ رِضْوَانَکَ اَسْئَالُکَ مَسْأَلَۃَ الْمُضْطَرِّیْنَ اِلَیْکَ وَالْخَآئِفِیْنَ عُقُوْبَتَکَ اَسْئَالُکَ اَنْ تُقَلِّبَنِیَ الْیَوْمَ بِـعَـفْـوِکَ وَتُـدْخِـلَـنِیْ فِیْ رَحْـمَـتِکَ وَ تَتَجَا وَزَعَنِّیْ بِمَغْفِرَتِکَ وَ تُـعِیْنَنِیْ عَلٰی اَدَآءِ فَرَآئِضِکَ اَللّٰھُمَّ نَجِّنِیْ مِنْ عَذَابِکَ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْھَا وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔

## باب السلام میں داخلہ کی دعا

اَلـلّٰھُـمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّـنَـا بِـالسَّلَامِ وَاَدْخِـلْـنَـا دَارَالسَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَاالْـجَلَالِ وَالْاِکْـرَامِ ۔ اَعُـوْذُ بِـاللّٰہِ الْـعَـظِیْمِ وَ بِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُـلْـطَـانِـہِ الْـقَـدِیْـمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ط اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ط

## خانہ کعبہ کی زیارت کے وقت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِكَ وَوَفَآءً بِعَھْدِكَ وَاِتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِیِّكَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَكَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّ تَشْرِیْفًا وَّمَھَابَةً وَّزِدْ مِنْ تَعْظِیْمِہٖ وَتَشْرِیْفِہٖ مَنْ حَجَّہٗ وَاعْتَمَرَ تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّمَھَابَةً اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُكَ وَاَنَا عَبْدُكَ اَسْئَالُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِعَبِیْدِكَ اَمْجَدُ عَلِیْ اَللّٰھُمَّ انْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا – اٰمِیْنَ۔

## حجرِ اسود دیکھ کر دعا پڑھے

لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰــہُ وَحْدَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

## طواف کی نیت

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

## حجرِ اسود کی طرف ہتھیلیاں اٹھا کر یہ دعا پڑھیں

بِسْمِ اللّٰـہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط اس کے بعد آپ طواف شروع کر دیجئے۔

## پہلے چکر کی دعا

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّآئِمَةَ فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةِ مِنَ النَّارِ ۔

### مستجاب یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

## دوسرے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْاَمْنَ اَمْنُكَ وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَاَجِرْنِىْ مِنَ النَّارِ فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِىْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِى الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ

### مستجاب یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۝

## تیسرے چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّرْکِ وَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ وَالْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ ۔

## مستجاب یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ○

## چوتھے چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَعَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَالِمَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ یَا اَللّٰہُ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَآئِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ وَّالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجَاۃَ مِنَ النَّارِ رَبِّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَنِیْ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَۃٍ لِّیْ مِنْکَ بِخَیْرٍ ۔

## مستجاب یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ○

## پانچویں چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّکَ وَلَا بَاقِیَ

اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِىْ مِنْ حَوْضِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِيَّةً مَّرِيْئَةً لَا نَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا ط اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَالُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَالَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَ نَعِيْمَهَا وَمَا يُقَرِّبُنِىْ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا يُقَرِّبُنِىْ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ

مستجاب یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔

## چھٹے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَىَّ حُقُوْقًا كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِىْ وَ بَيْنَكَ وَ حُقُوْقًا كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِىْ وَ بَيْنَ خَلْقِكَ اَللّٰهُمَّ مَا كَانَ لَكَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِىْ وَمَا كَانَ لِخَلْقِكَ فَتَحَمَّلْهُ عَنِّىْ وَاَغْنِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ بِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ وَ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنَّ بَيْتَكَ عَظِيْمٌ وَوَجْهَكَ كَرِيْمٌ وَّ اَنْتَ يَا اَللّٰهُ حَلِيْمٌ كَرِيْمٌ عَظِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّىْ ؛

مستجاب یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۝

## ساتویں چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا کَامِلًا وَّ یَقِیْنًا صَادِقًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ قَلْبًا خَاشِعًا وَّ لِسَانًا ذَاکِرًا وَّ رِزْقًا حَلَالًا طَیِّبًا وَّ تَوْبَةً نَّصُوْحًا وَّ تَوْبَةً قَبْلَ الْمَوْتِ وَ رَاحَةً عِنْدَ الْمَوْتِ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةِ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۔

## مستجاب یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ○

## طواف کے بعد مقام ملتزم کی دعا

اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَ رِقَابَ اٰبَائِنَا وَ اُمَّھَاتِنَا وَ اِخْوَانِنَا وَ اَوْلَادِنَا مِنَ النَّارِ یَاذَاالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْفَضْلِ وَالْمَنِّ وَالْعَطَاءِ وَالْاِحْسَانِ اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَ اَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَاقِفٌ تَحْتَ بَابِكَ مُلْتَزِمٌ بِاَعْتَابِكَ مُتَذَلِّلٌ بَیْنَ یَدَیْكَ اَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَاَخْشٰی عَذَابَكَ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْفَعَ ذِکْرِیْ وَ تَضَعَ وِزْرِیْ وَ تُصْلِحَ اَمْرِیْ وَ تُطَھِّرَ قَلْبِیْ وَ تُنَوِّرَ لِیْ فِیْ قَبْرِیْ وَ تَغْفِرَ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَسْئَلُكَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّةِ ط یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ یَا لَا تُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ اَللّٰھُمَّ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ

قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَّ الْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

## مقام ابراہیم کی دعا

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ط

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِیْ رِضًا مِّنْكَ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا فِیْ مَقَامِنَا هٰذَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً اِلَّا قَضَیْتَهَا وَ یَسَّرْتَهَا فَیَسِّرْ اُمُوْرَنَا وَ اشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا وَاخْتِمْ بِالصَّالِحَاتِ اَعْمَالَنَا اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَ اَحْیِنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ ○ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○

## مقام حجر (حطیم کے اندر) اسماعیل علیہ السلام کی دعا

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ

عَلِیْمٌ ۝ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھَدٰنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَوْلَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَلْھَمَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ ط یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ اَللّٰھُمَّ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَسْاَلُکَ اَنْ لَّا تَنْزِعَہٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ عَلٰی سُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاَعِذْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ ط اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ یُّحِبُّکَ وَیُحِبُّ رَسُوْلَکَ وَاَنْبِیَآئَکَ وَمَلٰٓئِکَتَکَ وَعِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْلِیَ الْیُسْرٰی وَجَنِّبْنِی الْعُسْرٰی اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ عَلٰی سُنَّۃِ رَسُوْلِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَۃِ جَنَّۃِ النَّعِیْمِ وَاغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ اِیْمَانًا کَامِلًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا

لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْلِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ بِهٖ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ اَللّٰهُمَّ بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى وَ صِفَاتِكَ الْعُلْيَا طَهِّرْ قُلُوْبَنَا مِنْ كُلِّ وَ صْفٍ يُبَاعِدُنَا عَنْ مُشَاهَدَتِكَ وَ مَحَبَّتِكَ وَ اَمِتْنَا عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَ الشَّوْقِ اِلٰى لِقَائِكَ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ بِالْعِلْمِ قَلْبِىْ وَاسْتَعْمِلْ بِطَاعَتِكَ بَدَنِىْ وَخَلِّصْ مِنَ الْفِتَنِ سِرِّىْ وَاشْغَلْ بِالْاِعْتِبَارِ فِكْرِىْ وَ قِنِىْ شَرَّ وَسَاوِسَ الشَّيْطَانِ وَ اَجِرْنِىْ مِنْهُ يَا رَحْمٰنُ حَتّٰى لَايَكُوْنَ لَهٗ عَلَىَّ سُلْطَانٌ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

## زم زم شریف پیتے وقت قبلہ رخ ہو کر یہ دعا پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا كَامِلًا وَّ يَقِيْنًا صَادِقًا وَّ قَلْبًا خَاشِعًا وَّ لِسَانًا ذَاكِرًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّاَوْلَادًا صَالِحًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا حَلَالًا طَيِّبًا كَثِيْرًا وَّ عَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّ تَوْبَةً نَّصُوْحًا وَّ تَوْبَةً قَبْلَ الْمَوْتِ وَ رَاحَةً عِنْدَ الْمَوْتِ وَ رَحْمَةً وَّ مَغْفِرَةً بَعْدَ الْمَوْتِ وَشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ وَّ سُقْمٍ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

## سعی شروع کرنے سے پہلے صفا کی پہاڑی پر قبلہ رخ ہو کر یہ دعا پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِىْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّىْ نَوَيْتُ الْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِهٖ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ ۔ اَبْدَ اُبِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ

وَنَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّيَقِينًا صَادِقًا وَّدِينًا قَيِّمًا وَّ نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ مِنْ كُلِّ بَلِيَّةٍ وَّنَسْئَلُكَ تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَنَسْئَلُكَ دَوَامِ الْعَافِيَةِ وَنَسْئَلُكَ الشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ وَنَسْئَلُكَ الْغِنٰى عَنِ النَّاسِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ ط

اب آپ سعی شروع کردیں

## سعی کے پہلے چکر کی دعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهِ الْكَرِيْمِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَّمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَا شَيْءَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَ هُوَ حَيٌّ دَآئِمٌ لَا يَمُوْتُ وَلَا يَفُوْتُ اَبَدًا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَاعْفُ وَتَكَرَّمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَالَا نَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ، رَبَّنَا نَجِّنَا مِنَ النَّارِ سَالِمِيْنَ غَانِمِيْنَ فَرِحِيْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ مَعَ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۔

## مروہ پہاڑی کے قریب یہ آیت پڑھیں

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝

وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔

## دوسرے چکر کی دعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ؕ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ فِىْ كِتَابِكَ الْمُنَزَّلِ اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ دَعَوْنَاكَ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا كَمَا اَمَرْتَنَا اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ؕ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادِ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ؕ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ ؕ وَتَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ؕ ۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝

## تیسرے چکر کی دعا

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ عَاجِلَہٗ وَاٰجِلَہٗ وَاسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ وَ اَسْئَلُکَ رَحْمَتَکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَاعْفُ وَ تَکَرَّمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنِیْ وَ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ فَلَکَ الْحَمْدُ حَتّٰی تَرْضٰی ۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ۝

## چوتھے چکر کی دعا

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ مَا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ الصَّادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِیْنُ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ

اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِىْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَا تَنْزِعَهُ مِنِّىْ حَتّٰى تَتَوَفَّانِىْ وَ اَنَا مُسْلِمٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِىْ قَلْبِىْ نُوْرًا وَّفِىْ سَمْعِىْ نُوْرًا وَّفِىْ بَصَرِىْ نُوْرًا ۔ اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ وَيَسِّرْلِىْ اَمْرِىْ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ وَ سَاوِسَ الصَّدْرِ وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ وَ فِتْنَةِ الْقَبْرِ ' اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِى اللَّيْلِ وَ شَرِّ مَا يَلِجُ فِى النَّهَارِ ' وَ مِنْ شَرِّ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ بِهِ الرِّيَاحُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔ سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ يَا اَللّٰهُ سُبْحَانَكَ وَ مَا ذَكَرْنَاكَ حَقَّ ذِكْرِكَ يَااَللّٰهُ رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَاعْفُ وَتَكَرَّمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا نَعْلَمُ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَالَا نَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ○

## پانچویں چکر کی دعا

اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ ط اَللهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط سُبْحَانَكَ مَا شَكَرْنَاكَ حَقَّ شُكْرِكَ يَااَللّٰهُ سُبْحَانَكَ مَا اَعْلَا شَانُكَ يَااَللّٰهُ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَ زَيِّنْهُ فِىْ قُلُوْبِنَا وَ كَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ وَتَكَرَّمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَالَا نَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ اَللّٰهُمَّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِىْ بِالْهُدٰى وَ نَقِّنِىْ بِالتَّقْوٰى ' وَاغْفِرْلِىْ فِى الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى اَللّٰهُمَّ اُبْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَ رَحْمَتِكَ وَ فَضْلِكَ وَرِزْقِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ الَّذِىْ لَايَحُوْلُ وَلَا يَزُوْلُ اَبَدًا ط

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ○

## چھٹے چکر کی دعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَ خَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ وَ مَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ اَللّٰهُمَّ بِنُوْرِكَ اهْتَدَیْنَا وَبِفَضْلِكَ اسْتَغْنَیْنَا وَ فِیْ كَنَفِكَ وَ اِنْعَامِكَ وَ عَطَائِكَ وَ اِحْسَانِكَ اَصْبَحْنَا وَ اَمْسَیْنَا اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَا قَبْلَكَ شَیْءٌ وَّالْاٰخِرُ فَلَا بَعْدَكَ شَیْءٌ وَّالظَّاهِرُ فَلَا شَیْءٌ فَوْقَكَ وَالْبَاطِنُ فَلَا شَیْءٌ دُوْنَكَ نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَلَسِ اَوِالْكَسَلِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَ نَسْئَلُكَ الْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ وَ تَكَرَّمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَعَزُّ الْاَكْرَامِ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ○

## سعی کے ساتویں یعنی آخری چکر کی دعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيَّ الْاِيْمَانَ وَ زَيِّنْهُ فِيْ قَلْبِيْ وَ كَرِّهْ اِلَيَّ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الرَّاشِدِيْنَ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ وَتَكَرَّمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَالَا نَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ اَللّٰهُمَّ اخْتِمْ بِالْخَيْرَاتِ آجَالَنَا وَ حَقِّقْ بِفَضْلِكَ آمَالَنَا وَ سَهِّلْ لِبُلُوْغِ رِضَاكَ سُبُلَنَا وَ حَسِّنْ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ اَعْمَالَنَا، يَا مُنْقِذَ الْغَرْقٰى، يَا مُنْجِيَ الْهَلْكٰى، يَا شَاهِدَ كُلِّ نَجْوٰى، يَا مُنْتَهٰى كُلِّ شَكْوٰى، يَاقَدِيْمَ الْاِحْسَانِ يَادَآئِمَ الْمَعْرُوْفِ يَامَنْ لَّاغِنٰى بِشَيْءٍ عَنْهُ وَلَا بُدَّ لِكُلِّ شَيْءٍ مِّنْهُ يَامَنْ رِزْقُ كُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِ وَمَصِيْرُ كُلِّ شَيْءٍ اِلَيْهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَيْنَا وَ مِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ، رَبِّ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ○

## بال منڈوانے یا کٹوانے کے بعد یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدٰنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَنْعَمَ بِهٖ عَلَيْنَا هٰذِهٖ نَاصِيَتِيْ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ وَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَاجْعَلْ لِّيْ بِكُلِّ شَعْرَةٍ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِلْمُحَلِّقِيْنَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اٰمِيْنَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ

فِیْ نَفْسِیْ وَوَلَدِیْ وَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَ تَقَبَّلْ مِنِّیْ عَمَلِیْ ۔

## میدان عرفات میں جبل رحمت کے قریب یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَیْکَ مَاٰبِیْ وَلَکَ یَا رَبِّ تُرَابِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصُّدُوْرِ وَ شِتَاتِ الْاَمْرِ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَجِیْءُ بِهِ الرِّیْحُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَ هُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا ط اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ اَللّٰھُمَّ یَا رَفِیْعَ الدَّرَجَاتِ وَ یَا مُنَزِّلَ الْبَرَکَاتِ وَ فَاطِرَ الْاَرْضِیْنَ وَالسَّمٰوٰتِ ضَجَّتْ اِلَیْکَ الْاَصْوَاتُ بِصُنُوْفِ اللُّغَاتِ نِسَاءَ لُکَ الْحَاجَاتِ وَ حَاجَتِیْ اِلَّا تَنْسَانِیْ فِیْ دَارِ الْبَلَاءِ اِذَا نَسِیَنِیْ اَهْلُ الدُّنْیَا ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَ تَرٰی مَکَانِیْ وَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ وَ لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ اَسْئَلُکَ مَسْاَلَةَ الْمِسْکِیْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَیْکَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ اِلَیْکَ لَکَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَکَ عِبْرَتُهٗ وَذَلَّتْ لَکَ جَبْهَتُهٗ وَرَغِمَ لَکَ اَنْفُهٗ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا وَّکُنْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَ اَکْرَمَ الْمُعْطِیْنَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ

فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً تُصْلِحُ بِهَا شَانِیْ فِی الدَّارَيْنِ، وَتُبْ عَلَیَّ تَوْبَةً نَّصُوْحًا لَا اَنْكُثُهَا اَبَدًا وَاَلْزِمْنِیْ سَبِيْلَ الْاِسْتِقَامَةِ لَا اَزِيْغُ عَنْهَا اَبَدًا ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْقِلْنِیْ مِنْ ذُلِّ الْمَعْصِيَةِ اِلٰی عِزِّ الطَّاعَةِ وَاكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ، وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ وَ قَبْرِیْ وَاهْدِنِیْ، وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ وَاجْمَعْ لِیَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِی الْيُسْرٰی وَ جَنِّبْنِی الْعُسْرٰی، وَارْزُقْنِیْ طَاعَتَكَ مَا اَبْقَيْتَنِیْ اِسْتَوْدَعْتُكَ دِيْنِیْ وَ اَمَانَتِیْ وَ خَوَاتِيْمَ عَمَلِیْ وَ قَوْلِیْ وَ بَدَنِیْ وَنَفْسِیْ وَ اَهْلِیْ وَ اَحْبَابِیْ وَ سَآئِرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ جَمِيْعَ مَا اَنْعَمْتَ بِهٖ عَلَیَّ وَ عَلَيْهِمْ مِّنْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ عَهْدِیْ بِهٰذَا الْمَوْقِفِ وَارْزُقْنِيْهِ مَابَقِيْتُ اَبَدًا، وَاجْعَلْنِیْ فِیْ هٰذَا الْيَوْمَ مُسْتَجَابًا دُعَائِیْ، مَغْفُوْرَةً ذُنُوْبِیْ وَاَعْطِنِیْ مِنَ الرِّضْوَانِ وَالرِّزْقِ الْوَاسِعِ الْحَلَالِ مَا تَقَرَّبَهٗ عَيْنِیْ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْ جَمِيْعِ اُمُوْرِیْ وَفِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ ۔

### طوافِ رخصت کی دعا

اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ حَمَلْتَنِیْ عَلٰی دَآبَّتِكَ وَ سَيَّرْتَنِیْ فِیْ بِلَادِكَ حَتّٰی

اَدْخَلْتَنِیْ حَرَمَکَ وَاٰمَنْکَ وَ قَدْ رَجَوْتُ بِحُسْنِ ظَنِّیْ اَنْ تَکُوْنَ قَدْ غَفَرْتَ لِیْ ذَنْبِیْ فَلَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الشُّکْرُ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مَنْ یَّمِیْنِیْ وَ مَنْ شِمَالِیْ وَ مَنْ خَلْفِیْ وَ مَنْ اَمَامِیْ وَ مَنْ فَوْقِیْ وَمَنْ تَحْتِیْ حَتّٰی تُقَدِّمَنِیْ عَلٰی اَھْلِیْ فَاِذَا اَقْدَمْتَنِیْ عَلٰی اَھْلِ فَاکْفِنِیْ مُؤْنَۃَ عِیَالِیْ وَاکْفِنِیْ مُؤْنَۃَ خَلْقِکَ اَجْمَعِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ○

# حاضری دربار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

## وزیارت مدینہ منورہ

حرم مدینہ پر نظر پڑتے ہی یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ واَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَاجْعَلْہُ لِیْ وِقَایَۃً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَ سُوْٓءِ الْحِسَابِ ۔

مسجد نبوی میں داخلہ کے وقت دعا (پہلی مرتبہ باب السلام سے داخل ہوں)

بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَۃِ رَسُوْلِکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَآءَکَ وَاَھْلَ طَاعَتِکَ وَانْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

ریاض الجنہ یا مسجد نبوی میں کسی بھی جگہ کمال ادب کے ساتھ قبلہ رو ہو کر یہ دعا

پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذِهٖ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ شَرَّفْتَهَا وَ كَرَّمْتَهَا وَ مَجَّدْتَّهَا وَ عَظَّمْتَهَا وَ نَوَّرْتَهَا بِنُوْرِ نَبِيِّكَ وَ حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ كَمَا بَلَّغْتَنَا فِي الدُّنْيَا زِيَارَتَهٗ وَمَاثِرَهُ الشَّرِيْفَةَ فَلَا تَحْرِمْنَا يَا اَللّٰهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ فَضْلِ شَفَاعَةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَ تَحْتَ لِوَآئِهٖ وَاَمِتْنَا اِذَا تُمِيْتَنَا عَلٰى مَحَبَّتِهٖ وَ سُنَّتِهٖ وَاسْقِنَا مِنْ حَوْضِهِ الْمَوْرُوْدِ بِيَدِهِ الشَّرِيْفَةِ شَرْبَةً هَنِيْئَةً مَّرِيْئَةً لَا نَظْمَاءُ بَعْدَهَآ اَبَدًا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

## سلام بدرگاہِ سرورِ کونین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ السَّيِّدُ الْكَرِيْمُ وَالرَّسُوْلُ الْعَظِيْمُ الرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَحَبِيْبَنَا وَقُرَّةَ اَعْيُنِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَمَالَ مُلْكِ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُوْرَ عَرْشِ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ حَقِّكَ الْعَظِيْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ط اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ابْنِ هَاشِمٍ ط يَا طٰهٰ يَا يٰسٓ يَا بَشِيْرُ يَا سِرَاجُ يَا مُنِيْرُ يَا مُقَدَّمُ جَيْشِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَهَآ اَنَا يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جِئْتُكَ هَارِبًا مِنْ ذَنْبِىْ وَمَنْ عَمَلِىْ وَمُسْتَشْفِعًا وَمُسْتَجِيْرًا بِكَ اِلٰى رَبِّىْ فَاشْفَعْ لِىْ يَا شَفِيْعَ الْاُمَّةِ يَا كَاشِفَ الْغُمَّةِ يَا سِرَاجَ الظُّلْمَةِ اَجِرْنِىْ بِهٖ يَا اَللّٰهُ مِنَ النَّارِ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَيْنٰكَ زَائِرِيْنَ وَقَصَدْنَاكَ رَاغِبِيْنَ وَعَلٰى بَابِكَ الْعَالِىْ وَاقِفِيْنَ وَبِحَقِّكَ عَارِفِيْنَ فَلَا تَرُدَّنَا خَائِبِيْنَ وَلَا عَنْ بَابِ شَفَاعَتِكَ مَحْرُوْمِيْنَ يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاسْئَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى لَكَ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ وَالْحَوْضَ الْمَوْرُوْدَ وَالشَّفَاعَةَ الْعُظْمٰى فِىْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيَوْمِ الْمَشْهُوْدِ ۔

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ اَعْظُمُهُ — فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِى الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ — فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

اَنْتَ الْحَبِيْبُ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ — اَنْتَ الشَّفِيْعُ يَا شَفِيْعَ اللّٰهِ

اَنْتَ الْمُشَفَّعُ اَنْتَ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُكَ عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا مَا ذَلَّتِ الْقَدَمِ اَشْهَدُ اَنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَجَلَيْتَ الظُّلْمَةَ وَجَاهَدْتَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَعَبَدْتَ رَبَّكَ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ جَزَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنَّا وَعَنْ وَالِدَيْنَا وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَيْرَ الْجَزَآءِ وَنَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ اَنْ تَشْفَعَ لَنَا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْعَرْضِ

يَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اِشْفَعْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِاَوْلَادِنَا وَلِاَزْوَاجِنَا وَلِاِخْوَانِنَا وَلِاَخْوَاتِنَا وَلِمَشَآئِخِ طَرِيْقَتِنَا وَمَشَآئِخِ اَوْرَادِنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَلِجِيْرَانِنَا وَلِمَنْ اَوْصَانَا وَقَلَّدَنَا عِنْدَكَ بِدُعَآءِ الْخَيْرِ عِنْدَ الزِّيَارَةِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سُلْطَانَ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ۔ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَ ذَوِيْكَ فِىْ كُلِّ اٰنٍ وَّ لَحْظَةٍ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ مِّنْ عُبَيْدِكَ رِضَاءِ الْمُصْطَفٰى الْاَعْظَمِى بْنِ صَدْرِ الشَّرِيْعَةِ اَمْجَدْ عَلِىْ يَسْئَالُكَ الشَّفَاعَةَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ سورۂ فاتحہ ایک بار، سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اس کے بعد اپنی مادری زبان میں دعا کیجئے اور درود اکبر بھی پڑھے۔

## خلیفہ اوّل امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِنَا اَبَابَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَى التَّحْقِيْقِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِى الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مَنْ اَنْفَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِىْ حُبِّ اللّٰهِ وَحُبِّ رَسُوْلِهٖ حَتّٰى تَخَلَّلَ بِالْعَبَآءِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضٰى وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مُنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاْوٰكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلَ الْخُلَفَآءِ وَتَاجَ الْعُلَمَآءِ وَصِهْرَ النَّبِىِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

سورۂ فاتحہ واخلاص اور دعا پڑھے۔

## خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَاطِقًا بِالْعَدْلِ وَالصَّوَابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا احفى المحراب اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مظهر دين الاسلام اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يا مكسر الاصنام اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يا متمم الاربعين اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يا عز الاسلام والمسلمين اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يا ابا الفقرآء والضعفاء والارامل والايتام انت الذى قال فى حقك سيد البشر لو كان نبى من بعدى لكان عمر بن الخطاب رضى الله تعالٰى عنك وارضاك احسن الرضى وجعل الجنة منزلك ومسكنك ومحلك وماوك اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يا ثانى الخلفاء وتاج العلماء صهرا النبى المصطفٰى ورحمة الله وبركاته' سورۂ فاتحہ واخلاص اور دعا پڑھیے

## درمیان میں کھڑے ہو کر ہر دو خلفاء رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيْفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا مُعِيْنَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَبَارِكْ وَسَلِّمْ' سورہ فاتحہ واخلاص اور دعا پڑھیے۔

## وحی اترنے کی جگہ اور امہات المومنین کے 13 حجروں کے قریب سلام پڑھیے

اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ يَا رَجَآءَ السَّآئِلِيْنَ وَاَمَانَ الْخَآئِفِيْنَ وَحِرْزَ الْمُتَوَكِّلِيْنَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا دَيَّانُ يَا سُلْطَانُ يَا سُبْحَانُ

يَا قَدِيمَ الْإِحْسَانِ اَللّٰهُمَّ بِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَذُرِّيَاتِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَبِي بَكْرِ نِ الصِّدِّيقِ وَسَيِّدِنَا عُمَرَ الْفَارُوقِ وَسَيِّدِنَا عُثْمَانَ ذِى النُّوْرَيْنِ وَسَيِّدِنَا عَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى وَاَنْتَ يَااَللّٰهُ الرَّبُّ الْاَعْلٰى فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَبِجَاهِ سَيِّدِنَا الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَاَنْتَ الْمُحْسِنُ اِلَيْنَا وَبِجَاهُ سَيِّدِنَا اِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَنْتَ يَااَللّٰهُ يَا سَامِعَ الدُّعَآءِ اِسْمَعْ دُعَاءَ نَا وَتَقَبَّلْ زِيَارَتَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا وَاسْتُرْ عُيُوْبَنَا وَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَارْحَمْ اَمْوَاتَنَا وَتَقَبَّلْ حَسَنَاتِنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَاجْعَلْنَا يَااَللّٰهُ عِنْدَكَ مِنَ الْعَائِدِيْنَ الْفَائِزِيْنَ الشَّاكِرِيْنَ الْمَجْبُوْرِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

سورہ فاتحہ اخلاص اور دعا پڑھے۔

## جنت البقیع کی طرف منہ کر کے یہ سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْبَقِيْعِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ الرَّفِيْعِ ط اَنْتُمُ السَّابِقُوْنَ نَحْنُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ط اَبْشِرُوْا بِاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ط اَنَسَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ شَرَّفَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْلِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ سورۃ فاتحہ اخلاص دعا پڑھے۔

## باب جبریل پر کھڑے ہو کر ملائکۃ المقربین پر سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

يَا سَيِّدَنَا مِيكَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا اِسْرَافِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا عِزْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَلٰئِكَةَ الْمُقَرَّبِيْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ كَافَّةً عَامَّةً اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

سورۃ فاتحہ اخلاص دعا پڑھے۔

## باب النساء پر کھڑے ہوکر جبل احد کی طرف منہ کر کے شہدائے اُحد پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ حَبِيْبَ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ الْمُصْطَفٰى ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الشُّهَدَآءِ وَيَا اَسَدَ اللّٰهِ وَ يَا اَسَدُ اللّٰهُ وَرَسُوْلِهٖ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَآءُ يَا سُعَدَآءُ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَآءَ اُحُدٍ ط كَافَّةً عَامَّةً اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سورۃ فاتحہ اخلاص دعا پڑھے۔

## روضۂ مبارک کے سرہانے کی طرف سیدتنا فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا سَيِّدَتَنَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ الْمُصْطَفٰى اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا خَامِسَةَ اَهْلِ الْكِسَآءِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا زَوْجَةَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ فِي الْجَنَّةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اُمَّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ السَّيِّدَيْنِ الشَّهِيْدَيْنِ الْكَوْكَبَيْنِ الْقَمَرَيْنِ

النَّیِّرَیْنِ الشَّابَّیْنِ سَیِّدَ الشَّبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِی الْجَنَّةِ اَبِیْ مُحَمَّدِ نِالْحَسَنِ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا وَعَنْكِ وَاَرْضَاكِ اَحْسَنَ الرِّضٰی وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكِ وَمَسْكَنَكِ وَمَحَلَّكِ وَمَاْوٰكِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلٰی اَبِیْكِ الْمُصْطَفٰی وَبَعْلِكِ عَلِیِّ نِ الْمُرْتَضٰی وَاِبْنَیْكِ الْحَسْنَیْنِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سورۂ فاتحہ اخلاص اور دعا پڑھے۔

## نبی کریم ﷺ کے سرہانے کی طرف کی دعا

اب یہاں سے قبلہ کی طرف سرک کر ریاض الجنۃ میں کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھیں:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ۔ اٰمِیْنَ سورۂ فاتحہ اخلاص دعا پڑھے اور اپنی مادری زبان میں دعا کیجئے۔

## جنت البقیع کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّكُمْ سَلَفُنَا وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا حِقُوْنَ فاتحہ اخلاص اور دعا پڑھے۔

## امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مزارات پر یہ سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ یَا اَزْوَاجَ نَبِیِّ اللّٰہِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ یَا اَزْوَاجَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ یَا اَزْوَاجَ حَبِیْبِ اللّٰہِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ یَا اَزْوَاجَ الْمُصْطَفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْکُنَّ وَاَرْضَاکُنَّ اَحْسَنَ الرِّضٰی وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَنْزِلَکُنَّ وَمَسْکَنَکُنَّ وَمَأْوٰکُنَّ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سورہ فاتحہ، اخلاص اور دعا پڑھے۔

## خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مزار پر یہ سلام پڑھے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ نَبِیِّ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ حَبِیْبِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْکِ وَاَرْضَاکِ اَحْسَنَ الرِّضٰی وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَنْزِلَکِ وَمَسْکَنَکِ وَمَحَلَّکِ وَمَاْوٰکِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سورہ فاتحہ، اخلاص اور دعا پڑھے۔

## بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات پر یہ سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ یَا بَنَاتِ نَبِیِّ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ یَا بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ یَا بَنَاتِ حَبِیْبِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ یَا بَنَاتِ الْمُصْطَفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْکُنَّ وَاَرْضَاکُنَّ اَحْسَنَ الرِّضٰی وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مُنْزِلَکُنَّ وَمَسْکَنَکُنَّ وَمَحَلَّکُنَّ وَمَاْوٰکُنَّ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سورہ فاتحہ، اخلاص اور دعا پڑھے۔

## امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار پر یہ سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنِ اسْتَحْیَتْ مَلٰٓئِکَۃُ الرَّحْمٰنِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا

مَنْ زَيَّنَ الْقُرْاٰنَ بِتِلَاوَتِهٖ وَنَوَّرَ الْمِحْرَابَ بِاِمَامَتِهٖ وَسِرَاجَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِى الْجَنَّةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَالِثَ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضٰى وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاْوٰكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ سورۂ فاتحہ، اخلاص اور دعا پڑھیے۔

## جنت البقیع میں تمام زیارتوں سے فارغ ہو کر آخر میں یہ دعا پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا مِنْهُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَاَوْلِيَآئِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْمُسْتَدْرِجِيْنَ وَلَا بِثَنَآءِ النَّاسِ مَغْرُوْرِيْنَ وَلَا يَاْكُلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ ۔

## جبلِ اُحد پر پر سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِنَا اَمِيْرِ حَمْزَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ حَبِيْبَ اللّٰهِ سورۂ فاتحہ، اخلاص اور دعا پڑھیے۔

## شہدائے اُحد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات پر یہ مجموعی سلام پڑھیے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَآءَ اُحُدٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَافَّةً عَامَّةً وَّرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سُعَدَآءُ يَا شُهَدَآءُ يَا نُجَبَآءُ يَا نُقَبَآءُ يَا اَهْلَ الصِّدْقِ وَالْوَفَآءِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا مُجَاهِدِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَآءَ اُحُدٍ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

### سلام بحالت مجموعی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا سُعَدَآءُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْکُمْ وَاَرْضَاکُمْ اَحْسَنَ الرِّضٰی وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَنْزِلَکُمْ وَمَسْکَنَکُمْ وَمَحَلَّکُمْ وَمَاْوٰکُمْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

### جبلِ اُحد پر حضور ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہونے کی جگہ دُعا پڑھیئے

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ قُبَّۃُ الثَّنَایَا وَمُصَلّٰی نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ کَمَا بَلَّغْتَنَا فِی الدُّنْیَا زِیَارَتَہٗ وَمَاْثِرَہُ الشَّرِیْفَۃَ فَلَا تَحْرِمْنَا یَا اَللّٰہُ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ فَضْلِ شَفَاعَۃِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ سورہ فاتحہ، اخلاص اور دعا پڑھیئے۔

### مدینہ منورہ سے بوقت رخصتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم الوداعی سلام پڑھیئے:

اَلْوَدَاعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط اَلْوَدَاعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط اَلْوَدَاعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط اَلْفِرَاقُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط اَلْفِرَاقُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط اَلْفِرَاقُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط اَلْفِرَاقُ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ط یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَلْاَمَانُ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ط لَا جَعَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی آخِرَ الْعَھْدِ اِلَّا مِنْکَ وَلَا مِنْ زِیَارَتِکَ وَلَا مِنَ الْوُقُوْفِ بَیْنَ یَدَیْکَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ وَّ عَافِیَۃٍ وَّصِحَّۃٍ وَّسَلَامَۃٍ اِنْ عِشْتُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی جِئْتُکَ وَاِنْ مِتُّ فَاَوْدَعْتُ عِنْدَکَ شَھَادَتَیْ وَاَمَانَتِیْ وَعَھْدِیْ وَمِیْثَاقِیْ مِنْ یَّوْمِنَا ھٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھِیَ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط اٰمِیْنَ، اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ط وَبِحَقِّ طٰہٰ وَیٰسٓ ۔

# کعبہ معظّمہ کے تاریخی حقائق و اَسرار

## ۱- تخلیق عرش وماءؔ اور کعبہ مشرفہ

یہ امر مسلمہ ہے کہ سب سے مقدم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکوین و تخلیق کا لباس پہنایا گیا اور ساری کائنات اس نور پاک کی کتاب مبین اور نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ الکتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ نور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے مقدم ہونے کی تائید مندرجہ ذیل کتب سے ہوتی ہے۔

۱- المصنف عبدالرزاق' ۲- مواہب اللدنیہ ص ۹' ۳- زرقانی شریف ج ۱ ص ۴۷' ۴۶' ۴- سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۷' ۵- مطالع المسرات ص ۲۱۰' ۶- حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۸' ۷- انوار المحمدیہ ص ۹' ۸- مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۲' ۹- جوہر البحار بیان المیلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۴' ۱۰- شرح قصیدہ امالی ص ۳۵' ۱۱- فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۷' ۱۲- عقیدۃ الشہدۃ ص ۱۰۰' ۱۳- نشر الطیب ص ۶۵' ۱۴- فتاویٰ حدیثیہ ص ۵۱' ۱۵- اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۶- ۱۲ اپریل ۱۹۰۵ء' ۱۶- عطر الوردہ ص ۲۴' ۱۷- تفسیر حسینی ص ۱۴۰' ۱۸- تفسیر نیشاپوری ج ۸ ص ۵۵' ۱۹- تفسیر عرائس البیان ج ۱ ص ۲۳۸' ۲۰- تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸' ۲۱- معارج النبوۃ ج ۱ ص ۱ تا ۱۳' ۲۲- انفاس رحیمیہ ص ۱۳' ۲۳- جہاد اکبر ص ۳ مطبوعہ دیو بند' ۲۴- خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۹۶' ۲۵- تفسیر روح المعانی ص ۲۱۷' ۲۶- حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ' ۲۷- موضوعات کبیر ص ۸۶- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ' ۲۸- الابریز ج ۱ ص ۲۶۶' مطبوعہ مصر' ۲۹- الشہاب الثاقب ص ۴۷' مطبوعہ دیو بند' ۳۰- عقائد السلام قاسمی ص ۳۲' ۳۳' مطبوعہ دیو بند' ۳۱- آفتاب نبوت ص ۱۳۱۹ از قاری محمد طیب' ۳۲- نخبۃ اللآلی ص ۴۲' ۳۳- انجیل برنا باس- باب نمبر ۱۲- ص ۱۰' ۳۴- جنم ساکھی بالا ص ۳۴۷' ۳۵- المیلاد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۲' ۲۴ از محدث ابن جوزی' ۳۶- شرح قصیدہ بردہ شریف از شیخ زادہ ص ۹۸' ۹۹' ۳۷- طیب الغرافی مدح سید الانبیاء علیہ السلام ص ۱۸ مطبوعہ مصر' ۳۸- النور فح العطریہ ص ۳۲۰' از علامہ محمد عمر یم رحمۃ اللہ علیہ۔

بعدازاں اسی نور مقدس سے عرش کی تخلیق ہوئی اور اس کے بعد پانی کو پیدا کیا گیا۔ (تفسیر صاوی ج ۲ ص ۱۷۷)

چنانچہ تفسیر روح المعانی پارہ ۱۲ ص ۸ میں یہ عبارت اس کی تائید میں درج ہے:

ان الماء اول حادث بعدالعرش ۔

بے شک عرش کے بعد پانی سب سے پہلے حادث ہوا۔

مختلف کتب معتبرہ میں پانی کی تخلیق کی کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے

روی عن کعب من أنه سبحانه خلق یاقوته خضراء فنظر الیها باالهیبة فصادت ماء ۔

کعب سے مروی ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت پیدا کر کے اس کی طرف نظر ہیبت فرمائی تو وہ پانی بن گیا۔

(تفسیر روح المعانی پارہ ۱۲ ص ۱۰، تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۵، تفسیر ردنی ج ۱ ص ۴۷۷، تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۷۶، معارج النبوۃ فارسی ص ۲۴ ج ۱، روضۃ الاصفیاء فی ذکر الانبیاء ص ۵۰۳، عین المعانی)

تخلیق زمین و آسمان سے پہلے عرش اور پانی کا وجود ثابت ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ص ۱۸۶ پر یہ عبارت ہے:

کان عرشه علی الماء قبل ان خلق السموات والارض ۔

عرش الٰہی زمین و آسمان کی تخلیق سے قبل پانی پر تھا۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ پانی کا وجود زمین و آسمان کی پیدائش سے مقدم ہے۔ یہاں ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ آیا اس کی کیفیت و نوعیت کیا تھی بلکہ ہم کعبہ مشرفہ سے متعلق موضوع زیر بحث لائیں گے۔

اس باب میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کعبہ سے یہاں عمارت کعبہ مراد نہیں لی جائے گی بلکہ زمین کعبہ ہی مدنظر ہوگی۔

آمدم برسر مطلب' آغاز ظہور ارض کعبہ کے متعلق روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱- قال وضع البیت قبل الارض بالفی سنة وکان البیت زبدة بیضاء حین کان العرش علی الماء وکانت الارض تحته کانّها جفنة فدحیت منه ۔(الطبرانی الکبیر' جمع الفوائد ج ۱ ص ۳۴۲)

فرمایا ہے کہ زمین سے دو ہزار سال قبل اس گھر (کعبہ) کو منتخب کیا گیا "کان العرش علی الماء" کے وقت بیت یعنی کعبہ سفید جھاگ کی صورت میں تھا اور زمین اس کے نیچے تھے۔ گویا کہ وہ ایک کاسہ ہے پس اس سے زمین کو پھیلایا گیا۔

۲- حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ آیت مبارکہ ان اول بیت وضع للناس کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں:

قیل هو اول بیت ظهر علی وجه الماء عند خلق السماء والارض خلقه قبل الارض بالفی عام وکان زبدة بیضاء علی وجه الماء فدحیت الارض تحته ۔

(تفسیر ابن عربی جلد ۱ ص ۵۹' تفسیر کبیر ج ۳' ص ۶' تفسیر قرطبی ج ۴' ص ۱۳۷)

مذکور ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت وہ (کعبہ) پہلا گھر ہے جو سطح آب پر ظاہر ہوا۔ اسے زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پیدا کیا گیا اور وہ سطح آب پر سفید جھاگ کی صورت میں تھا۔ اس کے نیچے زمین پھیلائی گئی۔

۳- حضرت علامہ احمد الصاوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

ان اللہ لما خلق الماء قبل الارض بالفی عام کان ذلك البیت زبدة بیضاء علی وجه الماء فدحیت الارض وبسطت واقدت من تلك الزبدة ۔(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۵۵)

بے شک جب اللہ تعالیٰ نے دو ہزار سال پہلے زمین سے پانی کو پیدا فرمایا اس وقت یہ گھر (کعبہ) سطح آب پر سفید جھاگ کی صورت میں تھا اس جھاگ سے زمین کو دراز و کشادہ و بسیط کیا گیا۔

۴- و روی الأثرمن أن العرش كان قبل خلق السموت والارض على الماء ثم انه تعالىٰ احدث فى الماء اضطرابا فاثر بد فار تفع منه دخان وبقى الزبده على وجهه الماء فخلق فيه اليبوسة فصار ارضا وخلق من الدخان السموات ۔

(تفسیر روح المعانی پ ۱۲ ص ۸؛ الصاوی علی الجلالین ج ۲ ص ۱۷۷)

حدیث شریف میں آیا ہے بے شک زمین و آسمان سے پہلے عرش پانی پر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پانی میں اضطراب پیدا کیا جس سے جھاگ پیدا ہوا اور اس سے دھواں (دخان) بلند ہوا اور سطح آب پر جھاگ باقی رہا۔ اس میں خشکی پیدا ہو گئی۔ پس اس طرح زمین معرض وجود میں آئی اور آسمان دخان سے پیدا ہوا۔

۵- سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ شریف پانی کے چار ستونوں پر کھڑا کیا گیا جن کی بنیادیں ساتویں زمین تک گہری تھیں۔ پھر زمین اس کے نیچے سے پھیلا دی گئی۔ (تفسیر طبری ج ا ص ۵۴۷؛ المصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۹۲)

۶- استاذ المحدثین حضرت عبدالرزاق اپنی تصنیف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہر ایک چیز کی پیدائش سے پہلے اللہ جل شانہ نے پانی پیدا فرمایا اور پانی کو ہوا پر ٹھہرایا اور پانی سے بخارات اڑتے رہتے تھے جس طرح دریاؤں سے اڑتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۹۰)

۷- حضرت ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بدانکه خانه کعبه اصل آفرینش همه روئے زمین است۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة ۔(از برائے)

جاننا چاہیئے کہ تمام روئے زمین کی پیدائش کی اصل خانہ کعبہ ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة ۔

این است که مکه مکنی بام القریٰ است۔ در تحقیق ایں سخن دو روایت است یکے آنکه علمائے تفسیر ص والقران ذی الذکر نقل از ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما کرده اند که "ص" نام دریائیست که پیش از آسمان و زمین اینجابوده که اکنون مکه است و عرش مجید را بجائے کعبه برسر آں آب داشته بودند وکان عرشه علی الماء اشارت بآں است و گویند که چوں عرش مجید را بایں محل که اکنون قرار گاه اوست برمی آرند آبی که ملاقی بود بعرش بجهت اکرام عرش مقدارزی راه همراه اوبجانب بالا آمده حضرت جلال احدیت ایں معنی راه او پسندید واو رابر همه بقاع بر گزیده و زمین کعبه را از او بیرون آورد و بعدازاں آں زمین رابگستر و تاتمامی عرصهٔ زمین را از حیطهٔ او بیروں گرفت ۔

یہ اس لئے مذکور ہے کہ مکہ کی کنیت ام القریٰ ہے۔ بالتحقیق اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک جسے علمائے تفسیر نے " صٓ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ " کی تفسیر کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ "صٓ" ایک دریا کا نام ہے جو زمین و آسمان سے پہلے اس جگہ واقع تھا یہاں آج کل مکہ ہے اور عرش مجید کو کعبہ کی بجائے اس پانی کے اوپر رکھا ہوا تھا "وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ" کا اشارہ اسی طرف ہے اور کہتے ہیں کہ جب عرش مجید کو اس

کی قرارگاہ سے باہر لایا گیا اور عرش سے ملاقی ہونے والے پانی نے اس کی عزت و تکریم کے پیش نظر کچھ فاصلہ عرش کے ساتھ ہی اوپر کی جانب طے کیا۔ حضرت ذات احدیت کو یہ صورت حال اچھی لگی اس لئے اسے تمام جگہوں سے برگزیدہ فرمایا اور کعبہ کی زمین کو اس پانی سے باہر نکالا گیا۔ بعدازاں اس زمین کو بچھا دیا گیا جہاں تک تمام بساط زمین کو اس کے احاطہ سے باہر لایا گیا۔

و روایتی آنست که آں جوهر که اصل خلقت هفت آسمان و زمین بود۔ چوں بنظر الٰهی جل و علا بگداخت ۔ نصفے آتش ونیمی آب شد۔ چنانچه در محل خود مبین گشته ' القصه آں کفك در ابتدابرروئے آں دریا بود اکنون که آنجاخانه کعبه است واز آنجا زمین را بگستر دند۔ (معارج النبوۃ ج اص ۱۲۶،۱۲۵)

اور ایک روایت یہ بھی ہے۔ وہ جوہر جس سے سات زمین وآسمان پیدا کئے گئے جب وہ جوہر نظر الٰہی سے پگھل گیا۔ اس کا نصف آگ اور دوسرا نصف پانی بن گیا اور اسے اسی جگہ آشکارا کیا گیا۔ القصہ وہ جھاگ جو پہلے دریا کے اوپر واقع تھا۔ یہاں آج کل کعبہ شریف ہے اس جگہ سے زمین کو بچھایا گیا۔

۸- ص ۔ كان بحرابمكة كان عليه عرش الرحمن اذ ليل ولا نهار ۔ (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۲۹ تفسیر حسینی ص ۲۲۵)

"ص" مکہ میں ایک سمندر تھا جس پر عرش الرحمٰن تھا۔ اس وقت دن اور رات کا وجود نہیں تھا۔

۹- مروی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال ص كان جبل بمكة عليه عرش الرحمن حين لا ليل ولا نهار ۔

(تفسیر ابن عربی ج ۲ ص ۱۳۰ تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۲۹)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ''ص'' مکہ میں ایک پہاڑ تھا جس پر عرش رحمٰن تھا۔ اس وقت دن اور رات نہ تھے۔

**۱۰- انما سمیت ام القریٰ لان الارض دحیت من تحتها فهی اصل الارض عنها۔** (تفسیر روح البیان، ج۱، ص۶۵۴، تفسیر ابن عباس ص۱۱۹، تفسیر حسینی ج۱ ص۱۹۲، تفسیر روح المعانی، ج۷ ص۲۲۲)

ام القریٰ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ساری زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی تھی۔ پس وہ ساری زمین کی اصل ہے۔

۱۱- حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی۔ جس سے پانی میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ اس حرکت سے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ بیت اللہ شریف والی جگہ ایک قبہ نما ٹیلہ پیدا فرمایا دیا۔ اسی جگہ دو ہزار سال بعد بیت اللہ شریف بنایا گیا۔ اسی وجہ سے اس شہر کو ام القریٰ کہتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق جلد نمبر۵ ص۹۰، معجم البلدان ج۷، ص۲۵۶)

روایات مذکورہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ارض کعبہ زمین و آسمان سے قبل موجود تھی اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول و برگزیدہ تھی۔ چنانچہ مذکورہ روایات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

۱- عرش اور ماء زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے موجود تھے۔

۲- پانی کی تخلیق عرش کے بعد واقع ہوئی۔

۳- کسی اضطراب، حرارت، ہوا یا قدرۃً پانی میں انقلاب سے ''دخان'' اور ''زبدۃ'' کا ظہور ہوا اور دخان بخارات یا دھوئیں سے آسمان پیدا ہوئے۔

۴- زبدۃ (جھاگ) جس کا رنگ سفید تھا وہی کعبہ کا ظہور و آغاز تھا۔

۵- جھاگ خشک ہوکر ٹھوس شکل اختیار کر گیا جس کو ارض کعبہ مشرفہ کا نام دیا گیا۔

۶- اسی ارض کعبہ سے ہی تمام زمین ظاہر ہوئی یعنی اسے پھیلایا گیا اور کھولا گیا۔ اس طرح ارض کعبہ شریف ام الارض اور ام القریٰ بن گئی۔

۷- یہ خطہ ارض وہ بقعۂ نور ہے جو سب سے پہلا گھر ہے اور بیت اللہ شریف ہے نیز سب سے مقدم ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

(۹۶:۳)

(بے شک سب سے پہلا گھر جو عبادت کے لئے مقرر ہوا وہ ہے جو بکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہاں کا راہنما ہے)

۸- اسے عرش رحمٰن کا نائب وخلیفہ وقائم مقام بنایا گیا اور نظر الٰہی و رحمت الٰہی کی وجہ سے برگزیدہ و مقبول و محبوب بن گیا۔

۹- اس کا یہ تقدم اس کی تقدیر کو ثابت کرتا ہے اور صاحب فراست حضرات کے لئے اس میں بے شمار اسرار موجود و مشہود ہیں اور زمین و آسمان اس کی منزلت و عزت و کرامت کو کیسے سمجھ سکتے ہیں وہ تو خود اسی سے ظاہر ہوئے اور اسی پاک و مقدس خطہ کے مرہون منت ہیں۔

# تخلیق زمین و آسمان و کعبہ معظّمہ

پچھلے باب میں یہ واضح کیا گیا کہ پانی سے ارض کعبہ مقدسہ کا ظہور کس طرح ہوا۔ اب اس باب میں اس امر پر بحث کرنا مطلوب ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت اس مقدس قطعۂ زمین کی کیا کیفیت تھی اور اس کے نقوش و آثار کس طرح پھیلتے گئے اور اس تخم زمین سے شجرۃ الارض نے کیسے ظہور پکڑا۔ پچھلے باب میں یہ بھی ثابت کیا گیا کہ یہ مقدس جگہ ''ام القریٰ'' کیسے کہلائی۔ مزید برآں مندرجہ ذیل نقشہ سے اعادۂ ماسبق ہو سکے گا۔

تخلیق اوّل نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قلم

لوح محفوظ

عرشِ معلیٰ

کرسی

یاقوتِ خضرا

ماء (پانی)

سفید زبدہ یعنی صورتِ اول کعبہ معظمہ

"ام القریٰ" زمین کعبہ مقدسہ

دخان

ہفت آسمان
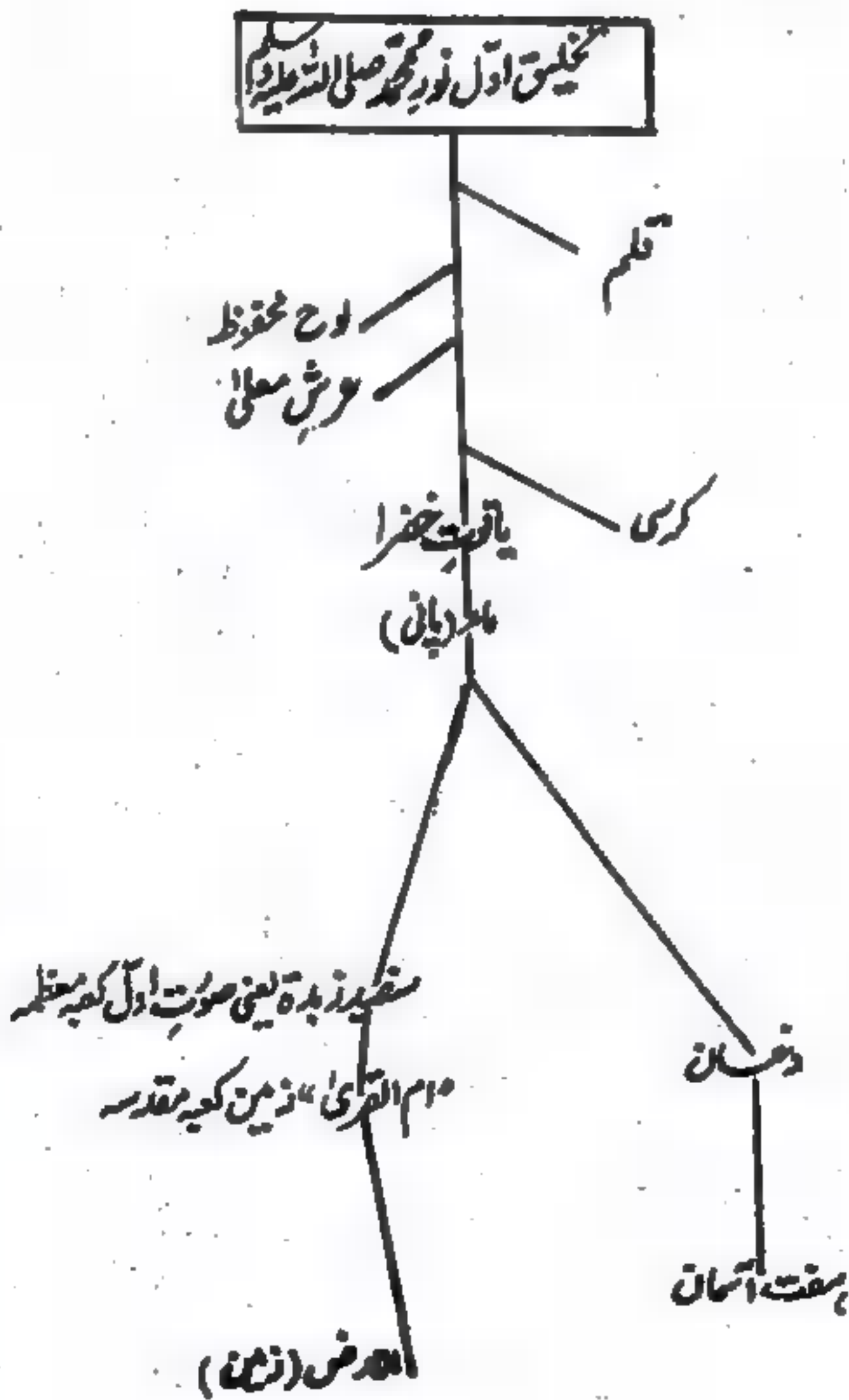
الارض (زمین)

اب ہم تخلیق زمین وآسمان کے وقت کعبہ معظّمہ کی کیفیت کے متعلق اکابرین کی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

۱ – وفی الحدیث أنه اول ماظهر علٰی وجه الماء عند خلق السموات والارض زبدة بیضاء فدحیت الارض من تحته ۔
(تفسیر جلالین ج۱ص۱۵۰)

حدیث شریف میں ہے کہ بے شک وہ (کعبہ) زبدۃ بیضا یعنی سفید جھاگ کی صورت میں زمین وآسمان کی تخلیق کے قریب سب سے پہلے سطح آب پر ظاہر ہوا اور زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی۔

۲ – قیل هو اول بیت ظهر علی وجهه الماء عند خلق السماء والارض ۔ (تفسیر مدارک ج۱ص۱۹۲)

بیان کیا گیا ہے کہ تخلیق زمین وآسمان کے قریب سطح آب پر سب سے پہلے یہی بیت (کعبہ) نمودار ہوا۔

۳ – عبداللہ بن عبا س رضی اللہ تعالٰی عنهما گفت اول زمین آفرید لیکن فراخ نکردش تاآسمان را آفرید و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما گفت حق سبحانهٗ تعالٰی اول زمین کعبه را آفرید باندازه خانه کعبه چهار گوشه بروی آب نهاد پیش از آنکه آسمان دنیا را آفرید هزار سال بعد ازآں آسمان دنیا را آفرید و را از آں زمین کعبه بیرون کشید و بر روئے آب گسترایند ۔ (تفسیر یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ ص۱۱۲)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا پہلے زمین کو پیدا کیا، لیکن اسے دراز نہ کیا گیا جہاں تک کہ آسمان پیدا فرمایا گیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے پہلے خانہ کعبہ کی جگہ کو چوکر شکل میں

پیدا فرمایا اور اسے پانی سے ڈھانپے رکھا' قبل ازیں آسمان دنیا کو پیدا کیا جائے اس کے ہزار سال بعد آسمان دنیا کو پیدا فرمایا اور زمین کعبہ سے زمین کو پھیلایا گیا اور سطح آب پر اسے بسیط کیا گیا۔

۴- پھر اللہ تعالیٰ نے ساتھ قدرت کاملہ اپنی کے اسی پانی کے کف سے پشتہ خاک سرخ پیدا کیا اسی جگہ جہاں اب خانہ کعبہ ہے۔ حضرت جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام کو حکم ہوا کہ چار گوشہ اس پشتۂ خاک کو پھیلا دو۔ اس کے پھیلانے سے یہ زمین ہوئی۔ (روضۃ الاصفیار فی ذکر الانبیاء ص۵ بحوالہ روضۃ الاحباب و درج الدرر)

۵- علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**قال ان هذا البلد حرم الله يوم خلق السموات والارض فالمراد به كتابة فى اللوح المحفوظ ان ابراهيم عليه السلام سيحرم.** (تفسیر روح البیان ج ۱ ص۵۹۷)

آپ نے فرمایا کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے حرم بنایا۔ اس کا مطلب ہے کہ لوح محفوظ میں اس کے بارے میں تحریر تھا کہ ابراہیم علیہ السلام اسے حرم بنائیں گے۔

۶- **قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم فتح مكة ان هذا البلد حرم الله يوم خلق السموات والارض فهو حرام بحرمة الى يوم القيامة.** (الصحیح البخاری ج ۱ باب ۱۱۵۳ الصحیح المسلم ج ۱ ص ۴۳۷)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دن فتح مکہ کا تھا۔ یہ شہر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے دن سے حرام کیا ہے اور وہ اس حرمت کی وجہ سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔

مندجہ بالا روایات سے یہ نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں

۱- زمین کعبہ پانی کی سطح پر سب سے پہلے نمودار ہوئی اور یہ جگہ متعین کی گئی۔

۲- اس زمین مقدس کا رنگ سرخ تھا جسے مدارج النبوۃ اور معارج النبوۃ میں ''تلہ سرخ'' لکھا گیا ہے۔

۳- زمین کعبہ کے نیچے سے ''الارض'' کو پھیلایا گیا تھا اور اسے چاروں طرف بڑھایا گیا تھا۔ نیز یہ سطح آب پر بسیط کی گئی۔

۴- زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے اس کو حرمت والی قرار دیا گیا۔ اسے باحرمت و باکرامت و باعزت بنا دیا گیا۔ اس کی یہ حرمت قیامت تک قائم رہے گی۔ اسے دائمی دارالامن و دارالبرکت کا مرتبہ حاصل ہوا۔

۵- لوح محفوظ میں بھی اسے ''حرمت والا'' تحریر کیا گیا۔ نیز یہ بھی تحریر لیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے حرم شریف بنائیں گے۔''

اب ہم زمین کعبہ کی مقبولیت کے بارے میں وضاحت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اتنی عزت کیوں بخشی اور اسے باقی زمین سے ممتاز کیوں فرمایا آخر اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی چنانچہ اس بارے میں ملاحظہ کیجئے

جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو خطاب کر کے حکم دیا

ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ○ (۴۱:۱۱)

تم دونوں خوشی سے آؤ یا مجبور ہو کر ان دونوں نے کہا ہم فرمانبردار ہو کر آئے ہیں۔

تو اس وقت یہ آواز زمین کی طرف سے خانہ کعبہ کے مقام سے آئی تھی اور آسمان بھی اس کے سامنے کے حصے سے بولا۔

(تفسیر حسینی ج ۲ ص ۲۸۴، تفسیر صاوی ج ۴ ص ۱۷، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۹۷، عوارف المعارف اردو ترجمہ ص ۵۳)

معلوم ہوا کہ یہ وہ زمین مقدس ہے، جو اطاعت خداوندی میں سب سے بازی لے گئی اور اپنے خالق کے خطاب کے سامنے سر تسلیم خم فرمایا۔ چنانچہ خالق مطلق اس پر اتنا

راضی ہوا کہ اسے ہمیشہ کے لئے باحرمت بنادیا۔ اس کی حرمت مومن کی حرمت کی طرح فرض کردی گئی۔ اس کی طرف محبین کے قلوب جھکنے لگے اور جابروں کی گردنیں خم ہونے لگیں۔ انبیاء کرام نے اسے اپنی پناہ گاہ بنایا۔ اولیاء کرام نے یہاں باطنی لذات کے بے پایاں مناظر دیکھے۔ یہاں سے گنہگاروں اور فاسقوں نے بھی اطاعت وفرمانبرداری کا سبق سیکھا اور تائبین کی یادِ محبوب میں ہچکیاں بندھ گئیں۔ اسی مقام پر عجز وانکساری کے گل کھلے اور انسان کو اپنے فقر کا احساس ہوا۔ یہیں سے انسانی گڑگڑاہٹ کی صدائیں بلند ہوئیں اور یہیں سے انسان کو سرفراز و بلند کیا گیا۔ انبیاء کرام اس خطہ مقدس کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ داؤد علیہ السلام نے وادیٔ بکہ کا نغمہ گایا۔ موسیٰ علیہ السلام وادیٔ فاران کا راگ الاپتے رہے۔ پتا نہیں کتنوں نے اس شمع پر اپنی جانیں نثار کیں، علم نہیں کتنوں نے اس کا بھید پایا۔ یہ اسرار و رموز کی دنیا ہے۔ بہتوں نے صرف در و دیوار کو دیکھا لیکن شناساؤں نے اس کی دربانی کی۔

یہ مقام، یہ مرتبہ اور یہ شرف و کرامت اس مقدس مقام کو صرف فرمانبرداری سے حاصل ہوا۔

اے انسان! تیرے لئے مقام فکر اور جائے عبرت ہے کہ تو اشرف المخلوقات ہے۔

# ۳- ملائکہ اور بیت اللہ شریف

صرف انسان کے لئے ہی یہ مقدس جگہ نہیں چنی گئی بلکہ یہ فرشتوں اور جنوں کے لئے بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ آدم علیہ السلام سے قبل یہ فرشتوں کی مسجد اور عبادت گاہ بھی رہ چکی ہے۔ ملائکہ اس جگہ طواف وزیارت کے لئے جوق در جوق آتے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عبادت بجالاتے۔ اس بارے میں محل نظر ہے کہ کیا فرشتوں نے یہاں کوئی تعمیر بھی کی یا نہیں بہر صورت یہ ماننا پڑے گا کہ ملائکہ نے یہاں کوئی نہ کوئی صورت تو ضرور اختیار کی ہوگی۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے ملاحظہ فرمائیں:

۱- بناه الملائکة قبل آدم ووضع بعده الاقصٰی وبینهما اربعین سنة کما فی الحدیث الصحیحین۔

(تفسیر جلالین ج ۱ ص ۱۴۹، ۱۵۰)

فرشتوں نے آدم علیہ السلام سے قبل اس (کعبہ) کو تعمیر کیا اور اس کے چالیس سال بعد (انہوں نے ہی) مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں مذکور ہے۔

۲- قیل ان اللہ بنی فی السماء بیتا وهو البیت المعمور ویسمی ضراحا وامر الملائکة ان یبنوا الکعبة فی الأرض بحیاله علی قدره و مثاله۔ (تفسیر روح البیان جلد نمبر ۱ ص ۱۵۶)

بیان کیا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں ایک گھر بنایا۔ وہ

بیت المعمور ہے جسے "ضراح" بھی کہتے ہیں اور فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ زمین میں (بیت المعمور) کی سیدھ میں اس کے مطابق و مانند کعبہ کی بنیاد رکھو۔

۳- ان الله وضع تحت العرش بيتا وهو البيت المعمور وأمر الملائكة ان يطوفوا به ثم امر الملائكة الذين هم سكان الأرض ان يطوفوا في الارض ان يطوفوا به كما يطوف اهل السماء بالبيت المعمور .و مروى) ان الملائكه بنوة قبل خلق آدم بألفي عام ۔ (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۲۲۸)

بے شک اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک گھر بنایا اور بیت المعمور تھا اور فرشتوں کو اس کے طواف کا حکم دیا گیا۔ بعدازاں زمین کے رہنے والے فرشتوں کو بیت المعمور کی مانند زمین میں ایک گھر بنانے کا حکم دیا گیا پس انہوں نے اسے بنالیا اور زمین والوں کے لئے اس کے طواف کا حکم دیا گیا۔ جیسے آسمان والے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور مروی ہے کہ بالتحقیق فرشتوں نے آدم علیہ السلام سے دوہزار سال قبل اسے تعمیر کیا۔

۴- روى أن الكعبة الكريمه بنيت خمس مرات احدها بناء الملائكة اياها قبل آدم و كانت من ياقوة حمراء ثم رفعت الى السماء ايام الطوفان ۔الخ

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۸۴' تفسیر روح المعانی پ ۱۷ ص ۱۴۲' تہذیب الاسماء واللغات لنووی' دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۱۷' ص ۳۲۲' الازرقی' اخبار مکہ ص ۸۶)

مروی ہے کہ بے شک کعبہ کریمہ کو پانچ دفعہ تعمیر کیا گیا۔ ان میں سے پہلی دفعہ آدم علیہ السلام سے قبل فرشتوں نے اسے یاقوت سرخ سے تعمیر کیا۔ بعدازاں طوفان نوح علیہ السلام کے وقت اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا

گیا۔

معلوم ہوا کہ زمین کے رہنے والے فرشتوں نے خدا تعالیٰ کے حکم سے یاقوت سرخ سے تعمیر کعبہ کی یہ تعمیر آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال قبل ہوئی۔ فرشتے اس گھر کے طواف پر مامور رہے۔ حتیٰ کہ یہ فرشتوں کا تعمیر کردہ کعبہ طوفان نوح علیہ السلام کے وقت اٹھا لیا گیا۔

چنانچہ فرشتوں کی تعمیر ہی ''تعمیر اوّل'' کہلاتی ہے۔

# ۴- آدم علیہ السلام وکعبہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خاک سے پیدا کیا اور انہیں زمین میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ آدم علیہ السلام سے ہی آغاز آدمیت و شرف انسانیت ثابت ہے۔ ڈارون کا نظریۂ ارتقاء نہایت ہی مضحکہ خیز ہے۔ وہ حضرت انسان کو بندر کی بدلی ہوئی صورت سمجھتا ہے حالانکہ قرآن پاک میں مذکور ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ (التین)

(البتہ ہم نے انسان کو اچھی ترکیب میں پیدا کیا)

حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابوالبشر اور ابو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ آپ صفی اللہ، مجتبیٰ اول، مسجود ملائک اور خلیفۃ اللہ کے القاب سے ملقب ہیں۔ آپ پہلے نبی اور انسان ہیں۔ آپ کو ادیم الارض (سطح زمین) سے پیدا کرنے کی وجہ سے "آدم" کہا جاتا ہے۔

جنات و ملائکہ کی تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے ہو چکی تھی۔ آدم علیہ السلام کے قالب کے لئے زمین سے ہر قسم کی مٹی اکٹھی کی گئی اور خشک گارے کی کالی مٹی سے اسے تیار کیا گیا، جو ہر قسم کا تطور قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ پختہ ہونے پر اس میں روح اللہ سے جان پھونک دی گئی پھر اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ فرشتوں نے حکم خداوندی کی بجا آوری کی اور ابلیس حسد کی وجہ سے منکر ہوا۔

اس کے بعد جنت کا تذکرہ ملتا ہے۔ لیکن وثوق سے نہیں کہا جا سکتا وہ کون سی جنت تھی اور کہاں واقع تھی۔ بہر صورت یہ مسئلہ متنازع فیہ ہے لیکن بہر صورت اسے آسائش و

آرام کی جگہ تصور کرنا ناگزیر ہے۔ یہ آسمانوں میں بھی ہو سکتی ہے اور زمین میں بھی۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہٗ نے اسے ''حقیقت الارض'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ بہر صورت آدم علیہ السلام وہیں ایام زندگی بسر فرما رہے تھے۔ کہ آپ سے ہی غنودگی کی حالت میں حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخلیق ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ہر طرح کی سہولت عنایت فرمائی لیکن انہیں شجرۂ ممنوعہ کے قریب جانے سے روکا گیا۔ ایک وقت آیا۔ ابلیس کی سازش سے وہ دونوں ''شجرۂ ممنوعہ کے قرب'' کا شکار ہو گئے اور انہیں اس پشیمانی و کسمپرسی کی حالت میں جنت سے نکال دیا گیا اور انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ میں ''نوذ'' کے مقام پر اور حوا کو عرب میں جدہ کے مقام پر اتارا گیا۔ اس وقت ان کی پریشانی کا اندازہ لگایئے کہ اس مہجوری و غریب الوطنی میں ان کی حالت کیا ہوگی۔ یہ حالت مدتوں رہی آخر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کچھ کلمات طیبات القاء فرمائے جن کی بدولت ان کی حالت روز بروز بحال ہوتی گئی۔

اس کے بعد آدم علیہ السلام کو ''تلہ سرخ'' (کعبۂ معظمہ) کی طرف جانے کا حکم ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور فرشتوں کی مدد سے آپ نے کعبہ کی بنیاد رکھی اور جب عمارت کعبہ مکمل ہوگئی تو انہوں نے جنت سے لایا ہوا پتھر ''حجر اسود'' اس کے ایک طرف رکھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو طواف و مناسک حج تعلیم کئے۔ پھر آپ عرفات کی طرف لوٹے وہاں آپ کی حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات و پہچان ہوئی اس لئے اس جگہ کا نام عرفات اور اس دن کا نام عرفہ پڑ گیا۔ پھر مزدلفہ کے مقام پر ان کا قرب ہوا۔ یہی مزدلفہ کی وجہ تسمیہ ہے۔ پھر آدم صفی اللہ ایک پہاڑ پر رونق افروز ہوئے۔ وہ صفا کے نام سے موسوم ہوا اور امراۃ آدم (حوا) دوسرے پہاڑ پر بیٹھیں۔ وہ مروہ کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر آپ دوبارہ سراندیپ روانہ ہو گئے۔

یہ تلخیص مندرجہ ذیل کتب سے اخذ کی گئی ہے۔

(تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۶۹ تا ۸۲، تفسیر کبیر ج ۱، ص ۲۶۱، تفسیر کشاف ج ۱ ص ۵۱، تفسیر المنار از مفتی محمد عبدہ، ج ۱ ص ۲۵۱ تا ۲۸۶، تفسیر احمدیہ از سر سید احمد خان، ابو الکلام احمد، ترجمان القرآن ۲، ۳، ۲، الصحیح البخاری کتاب الانبیاء، المؤطا، امام مالک (باب ۴۶)، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۲ تا ۱۶، المفردات، راغب اصفہانی، مختار الصحاح، المنجد، النووی، تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۹۵ تا ۹۷، الکسائی، قصص الانبیاء ج ۱ ص ۳۳ تا ۳۷، ثعلبی: العرائس، دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱ ص ۲۶، ص ۶، الازرقی: اخبار مکہ، البیہقی کتاب الدعوات، روضۃ الاصفیاء فی ذکر الانبیاء، ص ۸ تا ۱۵، تفسیر روح المعانی پ ۴ ص ۲۵، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۸۷، تفسیر مدارک ج ۱ ص ۱۴۵)

اب ہم دلائل و براہین کے ذریعے یہ ثابت کریں گے کہ آدم علیہ السلام نے بھی کعبہ مکرمہ کو تعمیر کیا تھا اور آپ باقاعدہ حج کرنے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

۱ — فلما اهبط آدم الى الأرض استوحش الى ذكر الله فانزل الله البيت المعمور وهو من ياقوتة حمراء له بابانِ من زمردة خضراء باب بالمشرق و باب بالمغرب ووضع موضع الزبدة فكان يأتيه ماشيا من الهند ۔

(تفسیر صاوی ج صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۵، تفسیر نیشاپوری، نزہۃ المجالس حصہ اول ص ۳۶۷، اردو ترجمہ)

پس جب آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف اتارا گیا۔ وہ ذکر الٰہی سے مستوحش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو نازل فرمایا اور وہ سرخ یاقوت کا تھا۔ اس کے دو دروازے سبز زمرد کے تھے۔ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں تھا اور بیت المعمور کو زبدۃ (جھاگ) کے مقام پر رکھا گیا تھا۔ پس آدم علیہ السلام ہند سے پیدل یہاں (حج کے لئے) آتے تھے۔

علامہ صاوی مسجد اقصیٰ اور کعبہ کی تعمیر کے بارے میں ذکر کرتے ہیں۔

هو اول مسجد بنى فى الارض بعد الكعبه بناه آدم بعد أن بنى الكعبه باربعين سنة ۔

(تفسیر صاوی ج ۲ ص ۲۸۲، مقدمہ ابن خلدون، اس سے الصحیح البخاری ج ۲ باب ۳۱۳ اور الصحیح المسلم

ج ۱ص ۱۹۹ کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

**۳– ان الکعبة انزلت من السماء فی زمان آدم ولها بابان الی المشرق والمغرب فحج آدم من ارض الهند واستقبلة الملائكة أربعين فرسخا فطاف بالبيت ودخله ثم رفعت في زمان طوفان نوح عليه السلام الى السماء ۔**

(تفسیر روح المعانی ج نمبر ۱ص ۳۸۴، تفسیر روح البیان، ج ۱ص ۱۵۶، تفسیر ابن عربی ج ۱ص ۲۸، حاشیہ بر ترمذی ج ۱ص ۱۷۹، جمع الفوائد ج ۱ص ۳۴۳، مدارج النبوۃ ج ۲ص ۸)

بے شک آدم علیہ السلام کے زمانے میں کعبہ معظمہ آسمان سے اتارا گیا اس کے مشرق اور مغرب کی طرف دو دروازے تھے۔ پس آدم علیہ السلام ''ارض ہند'' سے حج کے لئے آئے اور فرشتوں نے ان کا استقبال چالیس فرسخ سے کیا۔ پس آپ نے گھر (کعبہ) کا طواف کیا اور اس میں آپ داخل ہوئے۔ پھر طوفان نوح علیہ السلام کے زمانے میں اسے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

**۴–قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه حج آدم اربعين حجة من الهندالى المكة على رجليه فبقى البيت يطوف به هو والمؤ منون من ولده الى ايام الطوفان فرفعه الله في تلك ايام الى السماء الرابعة ۔**

(تفسیر روح البیان ج ۱ص ۱۵۶، تفسیر کشاف، تفسیر روئی ج ۱ص ۱۲۴، تفسیر حسینی ج ۱ص ۶۲-۶۳، تفسیر مدارک ج ۱ص ۱۹۲ ج ۲ص ۲۷)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ''ہند'' سے پیدل چل کر چالیس حج کیے پس اس گھر (کعبہ) کا طواف طوفان نوح علیہ السلام تک آپ اور آپ کی مومن اولاد میں باقی رہا پس اللہ تعالیٰ نے ان

ایام میں اسے آسمان چہارم کی طرف اٹھالیا۔

۵- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ میرے عرش کے بالمقابل (روئے زمین پر) ایک حرم ہے جاؤ وہاں میرے لئے تو ایک گھر بنا کے اس میں عبادت کر جس طرح تو دیکھ چکا ہے کہ میرے فرشتے میرے عرش سے لگے رہتے ہیں۔

تیری اولاد میں جو فرمانبردار ہوں گی۔ وہاں ان سب کی دعائیں قبول کروں گا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی یارب یہ مجھ سے کیوں کر ہوگا میں اس پر کہاں قادر ہوں اور اس کا پتا کیسے لگا سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک فرشتہ متعین کردیا جس کے ساتھ وہ مکے چلے۔ دوران سفر جب آدم علیہ السلام کسی باغ یا ایسی جگہ میں گزرتے جو انہیں خوش آتی تو فرشتے سے کہتے یہاں ٹھہر جا۔ وہ کہتا منزل مقصود کو پہنچنا ہے۔ اس طرح چلتے چلتے مکے پہنچے راستہ میں جن جن مقامات پر ٹھہرے وہ آباد ہو گئے اور جہاں جہاں سے گزرتے گئے وہ غیر آباد صحرا و دشت و بیابان رہے۔

آدم علیہ السلام نے پانچ پہاڑیوں کے پتھروں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی (۱) طور سینا' (۲) طور زیتون' (۳) لبنان' (۴) جودی (۵) حرا' جس سے کعبہ کی بنیادیں استوار کیں' جب تعمیر سے فارغ ہوئے تو فرشتہ انہیں کوہ عرفات پر لے چلا اور وہاں وہ مناسک دکھائے جن پر لوگ آج بھی عمل کرتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۶۱ اردو ترجمہ)

دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۴ کے تحت لکھا ہے:

''اس کے بعد یعنی فرشتوں کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے کعبے کی تعمیر کی اس کے اثبات میں البیہقی نے دلائل النبوۃ میں ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حضرت آدم وحوا کی طرف بھیجا اور ان کو کعبے کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی تو ان کو طواف کا حکم دیا گیا۔ پھر مرور زمانہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کعبہ کا حج کیا۔ الازرقی نے بھی آدم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی تائید میں دو

روائتیں نقل کی ہیں۔ مشہور محدث عبدالرزاق اپنی کتاب ''المصنف'' میں لکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کعبے کی تعمیر میں پانچ پہاڑوں یعنی لبنان' طورزیتا' طورسینا' الجودی اور حراء کے پتھر استعمال کئے بقول المحب الطبری کعبے کی بنیادوں میں حراء کے پتھر استعمال کئے گئے تھے۔

معارج النبوۃ ج ا ص ۱۲۶ کے تحت عبارت ملاحظہ فرمائیے:

''درزمان آدم تل سرخ بود که فرشتگان بزیارت وطواف آں اقدام می نمودند و آں روز که حق تعالیٰ توبۂ آدم راقبول فرمود۔ مامور بزیارت آں مقام شدوچوں آدم علیه السلام از سراندیپ قصد زیارت آں مقام کرد چوں بابطحے رسید جماعت از ملائکه باستقبال او آمدند و گفتند ای آدم پیش از خلق تو بدوهزار سال ما اینجائیم و حج می گزاریم وانتظار قدوم تو میبریم تا تو نیز بایں امرقیام نمائی و ابواب مکرمت وسعادت برروئی مابکشائی' آدم علیه السلام بر تعلیم فرشتگان طواف و مناسك حج بجائے آورد و سبب مغفرت ذلت و موجب قبول توبه وانابت اوگشت بعدازاں بیت المعمور را از برائے آدم علیه السلام بفر ستادند موزوں محل وضع فرمودند تا آدم علیه السلام آرزو مند صحبت ملائکه و شنیدن آواز تسبیح و تهلیل ایشاں بود و مائل باعمال باصواب و طاعات ایشاں مامور گشت تابر گرد آں خانه برمثال فرشتگان که گرد عرش مجید طواف میکنند و احراز ثواب ایشاں مینما یتداو نیز نماید و بیت المعمور خانه بودازیکدانه یاقوت سرخ و اورا دو دربود دیك در مشرق و دیگری در مغرب از زمرد زرد

و سرخ و ده هزار قندیل از زر سرخ دروی آویخته بود و در هر قندیل نوری که روشن تر از آفتاب و ماه و حجر اسود در آنجا بود آں یاقوتی بود سفید از یو اقیت جنت و آں کرسی آدم علیه السلام بود"۔

آدم علیہ السلام کے زمانہ میں (یہاں) سرخ ٹیلہ تھا جس کی زیارت وطواف کے لئے فرشتے یہاں آیا کرتے تھے اور جس دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور آپ اس مقام کی زیارت پر مامور ہوئے تو آدم علیہ السلام اس مقام کی زیارت کی خاطر سراندیپ سے روانہ ہوئے۔ جب آپ بطحا پہنچے تو فرشتوں کی ایک جماعت ان کے استقبال کے لئے آئی اور انہوں نے کہا: اے آدم! آپ کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل سے ہی ہم یہاں آتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور آپ کی آمد کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں تا کہ آپ بھی ان فرائض پر مامور ہوں اور آپ کی سعادت وحکومت کے ابواب ہمارے سامنے واہوں آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی تعلیم کے مطابق طواف ومناسک حج مکمل کئے اور یہ عمل آپ کی توبہ و انابت کی قبولیت اور لغزش (ظاہری) کی مغفرت کا سبب بنا۔ بعدازاں بیت المعمور کو آدم علیہ السلام کے لئے اتارا گیا اور اسے اس کی موزوں جگہ رکھا گیا۔ پھر آدم علیہ السلام فرشتوں کی صحبت اور ان کی تسبیح و تہلیل کی آواز سننے کے خواہاں ہوئے اور ان کی طاعات اور اعمال خیر کے ساتھ محبت کرنے لگے تا کہ وہ اس گھر کا طواف اس طرح کریں جیسے فرشتے عرش مجید کا طواف کرتے ہیں۔ معھذا ثواب کے حصول میں فرشتوں کی مطابقت کریں۔ بیت المعمور ایک ایسا گھر تھا جو سرخ یاقوت کے ایک دانے سے بنا ہوا تھا۔ اس کے دو دروازے تھے ایک دروازہ مشرق اور دوسرا

مغرب میں تھا۔ وہ دروازے زمرد زرد اور سرخ کے بنے ہوئے تھے اور دس ہزار قندیلیں زر سرخ کی اس میں آویزاں تھیں ہر قندیل سورج اور چاند سے زیادہ تاباں تھی اور حجر اسود بھی اس میں نصب تھا اور وہ جنت کے سفید یاقوتوں میں سے ایک یاقوت تھا اور وہ کرسی آدم علیہ السلام تھا۔

نقل است از ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما کہ آدم علیہ السلام چھل بار از ہندوستان بزیارت کعبہ پیادہ آمد و ہر جا کہ قدم مبارك اوبر زمین رسیدی سبز و خرم شدی۔ و آنجا آبادانی پدید آمدی و گویند بین الخطوطین اوسہ شبانہ روز راہ بود و براویتی پنجاہ فرسنگ و آں خانہ مطاف آدم علیہ السلام و اولاد اومی بود تازمانیکہ طوفان نزدیك شد وفود ملائکہ بامر الٰہی جل وعلا نازل شدندحجر الاسود ودیگر احجاررا کہ آدم و شیث علیہما السلام از کوہ ھا جھت عمارت کعبہ نقل کردہ انداز موضع آں قلع کردہ در خزائن جبال بودیعت نہادند۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے چالیس مرتبہ حج کرنے کے لئے پیادہ سفر طے فرمائے آپ کا قدم مبارک جہاں پڑتا وہ جگہ سرسبز اور شاداب ہو جاتی اور اس جگہ آبادی ظاہر ہوتی۔ انہوں نے بین الخطوطین فرمایا کہ وہ تین دن رات کا راستہ اور ایک روایت کے مطابق پچاس فرسنگ کا فاصلہ تھا اور وہ گھر آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا مطاف رہا۔ جب طوفان کا زمانہ قریب آیا تو بامر الٰہی فرشتوں کے وفود نازل ہوئے اور انہوں نے حضرت آدم وشیث علیہما السلام کے بوقت تعمیر عمارت کے لئے منتقل کئے ہوئے پتھروں اور حجر اسود کو وہاں

سے اکھیڑ کر دوبارہ پہاڑوں کے خزانوں میں ودیعت کر دیا۔

مندرجہ بالا روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یا تو خود تعمیر کعبہ فرمائی یا پھر یاقوت سرخ کا بنا بنایا گھر اس جگہ نازل کیا گیا۔ بہر صورت یہ بات قابل ذکر ہے کہ آدم علیہ السلام کے زمانے میں یہاں کوئی نہ کوئی عمارت ضرور موجود تھی جو آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے قابل احترام تھی۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی وفات کے وقت وہ عمارت اٹھالی گئی تھی لیکن اکثر اکابرین کی رائے ہے کہ وہ عمارت طوفان نوح علیہ السلام کے وقت اٹھائی گئی تھی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی طے کردہ بنیادوں کو ہی تعمیر کعبہ کے وقت بطور اساس ملحوظ رکھا۔

چنانچہ اس جگہ کو وہ شرف حاصل ہوا کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام کو بھی ہندوستان سے پاپیادہ یہاں چالیس حج کرنے کا شرف حاصل ہوا اور ایک دفعہ تو آدم علیہ السلام سات دن تک طواف کعبہ میں مصروف رہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۱)

اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حج سنت ملائکہ اور سنت آدم علیہ السلام ہے۔

# ۵- حضرت شیث علیہ السلام اور کعبہ مقدسہ

جب آدم علیہ السلام رحلت فرما گئے اور انہیں مکہ معظّمہ کے پہاڑ ابوقبیس میں دفن کیا گیا تو شیث علیہ السلام آپ کے صحیح جانشین مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد مکرم کے تمام اصولوں کی سختی سے پابندی کی۔

۱- ایک روایت کے مطابق جب آدم علیہ السلام اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے تو خانہ کعبہ کی عمارت کو بھی ان کے ساتھ ہی اٹھا لیا گیا اور یہ جگہ پھر پہلے کی طرح خالی از عمارت ہو گئی تب شیث علیہ السلام نے دوبارہ مٹی اور پتھر سے اسے تعمیر کیا۔

(معارج النبوۃ رکن اول ص ۱۲۶)

۲- حضرت شیث علیہ السلام کی تعمیر کعبہ کا ذکر علامہ صادوی نے اپنی تفسیر میں ج ۱ ص ۵۵ پر بھی کیا ہے۔ علامہ ازرقی کے بیان کے مطابق اس کی مرمت میں شیث علیہ السلام کا بھی ہاتھ تھا۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷ ص ۹۱۹)

۳- حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد ان کے بیٹے شیث علیہ السلام نے بھی کعبے کی تعمیر ثانی میں حصہ لیا۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷ ص ۳۲۴، تفسیر صادی ج ۲ ص ۸۲)

علامہ تقی فاسی نے زبیر بن بکار سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے انوش بن شیث علیہما السلام نے اس کا دروازہ پتھروں کا بنوایا تھا۔ مؤرخ السہیلی نے بھی اس روایت کو اختیار کیا ہے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷، ص ۹۱۹)

حضرت نوح علیہ السلام تک کعبے کی عمارت میں تھوڑی بہت تبدیلی تو ہوتی رہی لیکن کسی نے بھی اس کی مکمل تعمیر نہ کی۔

اس مقدس جگہ کی زیارت وطواف کے لئے آدم علیہ السلام کی اولاد جوق در جوق یہاں آتی رہی۔ وہ سب اس کی تقدیس ومرتبے کو جانتے تھے اور اس کی حقیقت کو پہچانتے تھے۔ ان میں سے کفر کی طرف مائل ہونے والے بھی اس مقدس مقام کا احترام کرتے تھے۔ وہ قومیں باقاعدہ یہاں حج کے لئے آتیں اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں۔ ان کے قلوب اس کی زیارت کے شوق میں سرشار رہتے کیونکہ ان کے لئے یہ اعمال سنت آدم علیہ السلام تھے۔

# ۶۔ حضرت نوح علیہ السلام اور کعبہ مکرمہ

''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ لمک کے صلب سے جب نوح علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت لمک کی عمر بیاسی برس تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انسانوں کو اس وقت برائیوں سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا اور ان لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا نوح علیہ السلام اس وقت ۴۸۰ برس کے تھے اور ایک سو برس تک قوم کو نبوت کی دعوت دیتے رہے۔ (جب اس دعوت الی اللہ پر کسی نے کان نہ دھرے اور وہ راہ راست پر نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا جو انہوں نے بنالی اور اس پر سوار ہو گئے اس وقت آپ چھ ۶۰۰ سو برس کے تھے جنہیں اس طوفان میں غرق ہونا تھا وہ سب غرق ہو گئے واقعہ طوفان کے بعد وہ ساڑھے تین سو سال تک زندہ رہے۔'' (طبقات ابن سعد اردو ترجمہ ج ۱ ص ۶۴)

طوفان نوح علیہ السلام سے پہلے نوح علیہ السلام بیت اللہ شریف کا حج کیا کرتے تھے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۴)

لیکن طوفانِ نوح کے وقت عمارت کعبہ کو اٹھا لیا گیا اور یہ جگہ خالی رہ گئی اس کی تائید میں مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ رفعت فی زمن طوفان نوح علیہ السلام الی السماء

(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۳۸۴ تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ استنبول تفسیر روح البیان ج ۲ تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۶ تفسیر کشاف ۲:۱۲۷ تفسیر ابن عربی ج ۱ ص ۲۸)

طوفانِ نوح کے زمانے میں اس (خانہ کعبہ) کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

۲-عندك بيت المحرم ۔''کی تفسیر''جلالین''میں یوں مذکور ہے:

الذی کان قبل الطوفان ۔(تفسیر جلالین ج ۲ ص ۲۴۲)

جو کہ طوفان (نوح علیہ السلام) سے قبل تھا (یعنی خانہ کعبہ طوفان نوح علیہ السلام سے پہلے تھا)

۳-اسی تفسیر میں دوسری جگہ لکھا ہے:

کان قد رفع زمن الطوفان ۔(تفسیر جلالین ج ۳ ص ۸۳)

تحقیق وہ طوفان (نوح علیہ السلام) کے زمانے میں اٹھایا گیا تھا۔

۴-زمانہ نوح علیہ السلام تک یہ مطاف عالم رہا۔ پھر طوفانِ نوح میں کہ تمام زمین غرق ہو گئی فرشتوں کو حکم ہوا تو وہ اسے آسمان چہارم پر لے گئے۔(تفسیر رؤفی ج ۱ ص ۱۲۴)

۵-در طوفان نوح علیہ السلام آن خانہ را بآسمانٔ ہفتم رفع کردند ۔(مدارج النبوۃ ج دوم ص ۸' معارج النبوۃ رکن اول ص ۱۲۶)

انہوں (فرشتوں) نے اس مکان (کعبہ) کو طوفان نوح علیہ السلام کے وقت ساتویں آسمان پر اٹھالیا۔

۶-''وہ گھر (خانۂ خدا) جو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اٹھالیا تھا۔ غرق نہ ہونے پایا تھا۔ یہی گھر بیت المعمور ہے۔ حجر اسود بھی اٹھالیا گیا۔ غرق نہ ہونے پایا۔ وہ کوہ بوقبیس پر رہا۔''(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۶۶ اردو ترجمہ)

۷-فلما کان زمن الطوفان رفع وكان الانبياء يحجونه ولا يعلمون مكانه ۔

(الطبرانی الکبیر بحوالہ جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۴۲' ۳۴۲ برحاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۱۷۹)

چونکہ طوفان (نوح علیہ السلام) کے وقت اسے اٹھالیا گیا تھا اور انبیائے مابعد اس کا حج بایں طور کرتے کہ وہ اس کے مکان کو بھی نہیں جانتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت بھی

جبل بو قبیس سے لے کر کشتی میں رکھا۔ یہ طوفان ایک عذاب تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے زمین کعبہ مقدسہ کو اس طوفان سے محفوظ رکھا۔ یہاں طوفان کا ذرہ بھی اثر نہ ہوا بلکہ یہ بالکل آزاد و عتیق رہا۔ اسی لئے اسے "بیت العتیق" بھی کہتے ہیں۔

اس کے لئے ملاحظہ کیجئے: (تفسیر حسینی ج ۱ ص ۷۰ تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۷۹ تفسیر روح المعانی پارہ ۱۳ ص ۲۳۷ تفسیر ابن عباس ص ۲۸۲ تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۷ تفسیر صادی ج ۲ ص ۸۴)

کشتی نوح علیہ السلام نے اس جگہ طواف کیا۔ مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں:

"کشتی نے مع اپنے راکبوں کے چھ مہینے میں تمام زمین کا پورا دورہ کر لیا اور کہیں نہ ٹھہری تا آنکہ حرم (مکے) تک پہنچی مگر اس کے اندر نہ گئی۔ ایک ہفتے تک حرم کے گرد پھر تی رہی (طواف کرتی رہی)۔

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ٦٦ نادر المعراج ص ۱۱۲ معارج النبوۃ رکن اول ص ۴۷)

حضرت نوح علیہ السلام کے تین صاحبزادے تھے:

۱-سام

۲-حام

۳-یافث

ان میں سے سام جد الانبیاء۔ جد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ میں رہائش رکھی اور اس ارض پاک کے متولی رہے۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۱۳ پر لکھا ہے:

"مشہور قدیم مورخ سپر نیچر اور سکر یدر اپنے قدما کے اتباع میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہے۔"

# ۷۔ حضرت ہود و صالح علیہما السلام

## اور بیت اللہ شریف

"بیت اللہ کے ساتھ زمانۂ قدیم سے روحانی عقیدتیں وابستہ رہی ہیں۔ مورخ المسعودی اور ابن اسحاق نے قوم عاد کے متعلق ذکر کیا ہے۔ جب ان پر قحط مسلط ہوا تو وہ ایک وفد کی صورت میں بیت اللہ آئے اور یہاں انہوں نے دعائیں کیں۔

طبرانی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مسجد خیف میں ستر انبیاء کرام علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیت اللہ کا حج ستر انبیاء کرام علیہم السلام نے کیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ عسفان سے گزر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی وہ کیفیت دکھائی ہے' جب وہ اونٹنیوں پر سوار اس بیابان سے گزر کر بیت اللہ کا حج کرنے جا رہے تھے۔ (مسند احمد)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ سے روحانی وابستگی تاریخ کا ایک قدیم واقعہ ہے۔" (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷' ص ۹۲۰)

علامہ ابن خلدون قوم عاد کی عقیدت مکہ شریف کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے:

"یہ عجیب قدرتی شے ہے کہ ابتدائے آفرینش سے جو لوگ سرزمین حجاز میں رہتے تھے جب ان میں سے کسی کو کوئی حاجت پیش آتی تھی تو وہ سرزمین مکہ

میں جاتا۔ دعا کرتا قربانی کرتا۔ اللہ جل شانہٗ اس کی حاجت بر لاتا تھا۔"

(تاریخ ابن خلدون ج ا ص ۱۴۴ اردو ترجمہ)

علامہ معین الدین ہروی رحمۃ اللہ علیہ معارج النبوۃ رکن اول ۸۲ تا ۸۵ میں قوم عاد کا مکہ معظمہ کے سرخ ٹیلے پر مشکل اوقات میں دعا کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں اور ہود علیہ السلام کے حج کا ذکر بھی کرتے ہیں نیز ان کے انتقال کو مکہ معظمہ میں ہی ثابت کرتے ہیں۔

# ۸۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کعبہ معظّمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ عظیم شخصیت ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات وکرامات سے نوازا، وہ جدالانبیاء، خلیل اللہ اور معمار بیت اللہ شریف کے القاب سے ملقب ہیں۔ آپ امور الہٰی کو عملی جامہ پہنانے والے اور رضائے الہٰی کے متمنی، محبت ذات میں مستغرق، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جداعلیٰ نفس و مال وزن واولاد کو راہ خدا میں نثار کرنے والے۔ مقبول بارگاہ ایزدی، منظور آستانہ سرمدی خدا کی راہ میں آگ میں ڈالے گئے لیکن محبت محبوب میں ثابت قدم نکلے، کہ آگ ہی کو گلزار بن جانے کا حکم ملتا ہے بیٹے کو ذبح کرنے لے جا رہے ہیں۔ حکم خدا ہے۔ پیچھے نہیں مڑتے۔ حتیٰ کہ چھری ہی کو اپنی فطرت تبدیل کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

''حضرت ابراہیم علیہ السلام ۲۰۱۵ قبل مسیح میں پیدا ہوئے'' (انسائیکلوپیڈیا آف برنائیکا، ج ۴، ص ۶۸۱) ان کا شجرۂ نسب اس طرح ہے:

''ابراهیم علیه السلام بن آزر (تارح) بن ناحور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح

علیہ السلام"(دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ا ص ۳۴۵)

آپ کے والدین کے متعلق "ابن سعد" یوں بیان کرتے ہیں:

"ابن السائب الکلبی کہتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کا باپ حرآن (عراق) کا باشندہ تھا۔ ایک سال قحط پڑا تو تنگیٔ معاش میں مبتلا ہو کے "ہرمزگرد" چلا آیا (یہ شہر ایران میں واقع تھا) اس کے ساتھ اس کی بیوی یعنی ابراہیم علیہ السلام کی ماں بھی تھیں جن کا نام "نونا" بنت کربنا تھا اور کربنا بن کوثا جو ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔

محمد بن عمر الاسلمی نے کئی اہل علم سے روایت کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ابیونا تھا اور وہ افرائیم بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں تھیں۔

محمد بن سائب کہتے ہیں۔ نہر کوثی کو کربنا نے کھودا تھا' جو ابراہیم علیہ السلام کا جد مادری تھا ابراہیم علیہ السلام کا باپ بادشاہ نمرود کے بتوں پر ماموروں متعین تھا۔ ابراہیم علیہ السلام "ہرمزگرد" میں پیدا ہوئے بعدازاں نقل مکان کر کے "کوثی" آ گئے جو بابل کے علاقے میں ہے۔" (طبقات ابن سعد ج اص ۴۷ اردو ترجمہ)

"النووی نے نقل کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اقلیم "بابل" کے مقام کوثا میں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ کا نام "نونا" تھا (نیز دیکھئے معجم البلدان ۴: ۳۱۷)

ایک اور روایت ہے ابراہیم علیہ السلام کلدانیہ کے شہر "ار" میں پیدا ہوئے۔

(دائرۃ معارف الاسلامیہ ج اص ۳۴۷)

ابراہیم علیہ السلام نے بچپن ایک غار میں گزارا۔ کیونکہ نمرود کے حکم کے مطابق لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ اس کے ایک خواب کی تعبیر یا اہل نجوم کی پیش گوئی کے تحت عمل میں لایا گیا تھا جس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ نمرود کی سلطنت کی تباہی جس شخص کے ہاتھوں ہوگی وہ اب پیدا ہونے والا ہے۔

آپ نے اسی غار میں ہی مشتری وقمر وشمس بازغہ سے قادر مطلق تک کی منزل حقیقی کا مراقبہ فرمایا۔حتیٰ کہ مشاہدۂ حقیقی سے بہرہ ور ہوئے۔بعدازاں آپ نے بتوں کی تذلیل شروع کر دی۔جس سے نمرود بن کنعان بن سنجاریب بن نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام آپ کے درپے ہو گیا۔آپ کو نہایت پریشان اور تنگ کیا گیا لیکن آپ توحید کی صدائے حق بلند کرتے رہے جس سے اس کافر حکمران کا غیظ وغضب اور بھڑک اٹھا۔اس نے آگ کی ایک بہت بڑی بھٹی تیار کی جس میں آپ کو پھینکا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یٰـنَارُ كُونِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۲۱:۶۹﴾ (اے آگ تو ابراہیم (علیہ السلام) کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث بن جا) چنانچہ ابراہیم علیہ السلام صحیح وسالم اس سے نکل آئے۔

اس واقعہ کے بعد آپ اپنے گھرانے سمیت جن میں لوط علیہ السلام بھی شامل تھے۔ترک وطن کر کے عراق سے شام چلے گئے۔اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک سینتیس سال کی تھی۔پھر کچھ مدت آپ اُردن میں مقیم رہے۔پھر مصر چلے گئے۔ دوبارہ شام واپس آ گئے۔یہاں سرزمین ''سبع'' میں ٹھہرے جو یروشلم اور فلسطین کے درمیان واقع ہے۔یہاں ایک کنواں (بیر سبع) کھودا اور ایک مسجد بنائی۔لیکن وہاں کے لوگوں نے آپ کو اذیت دی تو اس مقام کو بھی چھوڑ کے دوسری جگہ فروکش ہوئے جو رملہ اور ایلیا کے مابین واقع تھی۔وہاں بھی ایک کنواں کھودا اور رہنے لگے۔مال ومتاع وخدام وحشم میں ان کو فراخی وفراوانی حاصل تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی شادی سارہ بنت لابن بن بثویل بن ناحور سے کی جو آپ کے گھرانے سے ہی تھیں۔مصر میں رقیون نامی بادشاہ (جو دراصل بابل کا ہی باشندہ تھا) حضرت سارہ کو دیکھ کر نیت بد کا شکار ہو گیا۔لیکن اسے اللہ تعالیٰ نے جلد معلوم کرا دیا کہ وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے۔بعدازاں اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہایت قدر ومنزلت کی۔جب آپ وہاں سے دوبارہ شام لوٹے تو اس نے

اپنی بیٹی ہاجرہ بھی خدمت کے لئے ساتھ کر دی تا کہ اس نیک خاندان میں اس کی بقیہ زندگی گزرے اور اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے نکاح کر لیا۔ انہیں کے بطن مبارک سے ہی پہلوٹے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جنم لیا۔ ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو بامر الٰہی کعبہ معظمہ کے قریب چٹیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے۔ یہیں سے مکہ معظمہ کی آبادی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

نہایت ہی بڑھاپے کی عمر میں حضرت سارہ علیہا السلام کے ہاں حضرت اسحاق پیدا ہوئے جو ایک معجزہ تھا۔ شام کے علاقے میں حضرت اسحاق علیہ السلام رہائش پذیر رہے حضرت سارہ کی وفات کے بعد آپ نے ایک کنعانی خاتون سے نکاح کیا جن کا نام قنطورا تھا اس سے چار بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام ماذی زمران' سرج اور سبق تھے۔ ایک دوسری خاتون سے بھی نکاح کیا جن کا نام حجونی تھا۔ اس سے سات بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام نافس' مدین' کبشان' شروخ' امیم' لوطان اور یقشان تھے۔

ابراہیم علیہ السلام شام سے تین دفعہ مکہ معظمہ تشریف لائے۔ آخری مرتبہ لوگوں کو حج کی دعوت دی بعد ازاں آپ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی اور آپ کو "حبرون" میں مکفیلۃ کے غار میں دفن کیا گیا۔ اس مقام کو اب "الخلیل" کہتے ہیں جو بیت المقدس سے ایک منزل سے کم فاصلے پر ہے۔

(ابن الحبیب: المجر متعدد مقامات' الجوالیقی: المعرب ص ۸' الطبری: تاریخ ج ۱ ص ۲۲۰' الثعلبی: قصص الانبیاء ص ۴۳' ۴۷' ص ۵۹' ۶۰' الکسائی: قصص الانبیاء ج ۱ ص ۱۲۸ تا ۱۳۵' المسعودی: مروج الذہب ج ۱ ص ۸۲' ابن قتیبہ: المعارف ص ۱۵' النووی: تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۹۸' ۱۰۲' محمد باقر مجلسی: حیات القلوب ص ۱۸۵ تا ۲۳۵' سلیمان ندوی: ارض القرآن' خطبات الاحمدیہ ص ۱۰۹' ابراہیم حسن مصری: تاریخ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ج ۲' ص ۱۸۲ تا ۱۸۳' قاضی محمد سلیمان منصور پوری' رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۱۷' طبقات ابن سعد اردو ترجمہ ج ۱ ص ۴۳ تا ۷۶' ابن خلدون: "العبر" ج ۱' ص ۱' ص ۷۱ تا ۸۴' کتب تفاسیر' بائبل' الیاقوت معجم البلدان ج ۴'

ص ۳۱۷' دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ا ص ۳۳۵ تا ۳۴۷'

(1) Jewish encyclopaedia1,83-91

(2) Hebrew and english lexicon:gesenius P:9

روضۃ الاصفیاء فی ذکر الانبیاء ص ۳۱ تا ۳۹' کامل ابن اثیر' خانہ کعبہ' محمد طاہر الکردی؛

مندرجہ بالا کتب سے یہ مذکورہ مضمون اخذ کیا گیا۔)

# تعمیر کعبہ کا تفصیلی تذکرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کے علاقے میں زندگی بسر فرمار ہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کر کے حکم دیا کہ بلد الحرام (مکہ معظمہ) چلے جائیں۔ امتثال امر میں ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوئے اسماعیل علیہ السلام کو کہ دو برس کے تھے اپنے آگے بٹھایا اور ہاجرہ علیہا السلام کو پیچھے ان کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام تھے جو بیت اللہ کا راستہ بتاتے جار ہے تھے۔ اسی کیفیت میں مکہ پہنچے تو وہاں اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو بیت اللہ کے ایک گوشے میں اتارا اور خود شام واپس ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد ج اص ۷۹)

دوسری روایت کے مطابق کہ حضرت سارہ علیہ السلام کو اپنی سوت حضرت ہاجرہ علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پرخاش تھی اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد ماجد کے وارث بنیں۔ لہٰذا حضرت سارہ علیہا السلام کے اصرار پر حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں سرزمین مکہ معظمہ میں چھوڑ گئے اور خود شام چلے گئے۔

بہر صورت پہلی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی ہجرت بامر الٰہی تھی کیونکہ اگر دونوں صالحات میں کوئی تنازع موجود تھا تو اس کا کوئی اور حل بھی ہو سکتا تھا۔ مثلاً ان کو اسی علاقے میں ہی کسی جگہ علیحدہ رکھا جا سکتا تھا تا کہ دونوں بیبیاں آپس میں مل نہ سکتیں نیز کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی جلیل القدر شخصیت ایک گھریلو تنازع کی بناء پر ایک معصوم بچے اور

باعصمت پردہ نشین خاتون کو کوسوں دور ایک بے آب و گیاہ جگہ چھوڑ آتے یہ واقعہ قطعاً ممکن نظر نہیں آتا دراصل ابراہیم علیہ السلام نے یہ عمل صرف امر الٰہی کے مطابق انجام دیا۔

المختصر یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام اسی غیر آباد جگہ میں رہنے لگے یہاں بعد میں مکہ معظمہ جیسا متبرک شہر آباد ہونا تھا یہیں پہلے ہی سے عمارت کعبہ کے آثار واقع تھے جس کی تفصیل ہم پچھلے ابواب میں بیان کر چکے ہیں حقیقۃً حضرت اسماعیل علیہ السلام کے یہاں آباد ہونے کا مقصد بھی اس بیت اول کی تجدید تھا۔ یہی حضرت اسماعیل کے قدوم میمنت لزوم کی بدولت چشمۂ زم زم ظاہر ہوا۔ یہیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے صفا و مروہ کی سعی فرما کر قیامت تک اس سنت کو رائج کر دیا۔ یہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو پورا کر دکھایا۔ یہیں پانی کو دیکھ کر بنو جرہم آباد ہو گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اسی گھرانے میں رشتۂ نکاح میں منسلک ہوئے اور انہیں لوگوں میں آپ مانوس ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ سے پہلے دو دفعہ اسماعیل علیہ السلام اور سیّدہ ہاجرہ علیہا السلام کو ملنے مکہ معظّمہ تشریف لائے لیکن دونوں دفعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات ثابت نہیں ہوتی پہلی دفعہ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ان کی پہلی بیوی سے جو قبیلہ عمالقہ میں سے تھیں ملاقات کی وہ آپ سے ترشروئی سے پیش آئیں چنانچہ آپ اسی عورت کو ہی اشارۃً کہہ گئے کہ جب اسماعیل آئیں تو انہیں کہہ دینا کہ اپنے مکان کی چوکھٹ تبدیل کر دیں۔ چنانچہ اسماعیل علیہ السلام کی آمد پر یہ واقعہ بتایا گیا تو آپ نے فرمایا وہ میرے والد محترم ابراہیم (علیہ السلام) تھے اور وہ تجھے طلاق دینے کا حکم فرما گئے ہیں۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کیا گیا۔ آپ نے دوسری شادی بنو جرہم میں فرمائی۔

جب دوسری دفعہ آپ تشریف لائے عجیب اتفاق ہوا کہ اس دفعہ بھی اسماعیل علیہ السلام گھر میں موجود نہ تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دوسری بیوی نے آپ کی بڑی آؤ بھگت کی اور حسن سلوک سے پیش آئی۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی جب تیرے خاوند آئیں تو انہیں کہہ دیں کہ مکان کی چوکھٹ ٹھیک ہے۔ اسے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ۔ چنانچہ جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو واقعۂ مذکورہ بتایا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ میرے والدِ مکرم ابراہیم (علیہ السلام) تھے۔ وہ تجھ سے راضی گئے ہیں اور فرما گئے ہیں کہ اس بیوی کو علیحدہ نہ کریں اور اپنے ساتھ باقی رکھیں۔

جب اسماعیل علیہ السلام تیس برس کے ہوئے اس وقت تعمیر کعبہ مشرفہ کا حکم ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام تعمیر کے سلسلہ میں شام سے مکہ مکرمہ تشریف لا چکے تھے لیکن حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس دنیا سے کوچ فرما چکی تھیں۔ دونوں پاکیزہ نفوس نے ماہ ذی قعدہ میں تعمیر شروع فرمائی۔

۱- اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اس تعمیر کے بارے میں فرماتا ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (۲:۱۲۷)

جب ابراہیم اس گھر کی بنیاد اٹھا رہے تھے اور اسماعیل بھی (یہ کہتے ہوئے)۔ اے ہمارے رب (یہ عمل) ہم سے قبول فرما! بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

۲- وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِىْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ (۲۲:۲۶)

جب ہم نے کعبہ کے مکان کی جگہ ابراہیم کے لئے مقرر کر دی (اور اس کی یہ شرط رکھی) کہ میرے ساتھ شرک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں' قیام کرنے والوں' رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک

رکھ۔

۱-اس تعمیر کے بارے میں علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

فلما أتی ابراھیم واراد بناء ہ جاء جبرائیل وحد ودہ له واعلمه بالحجر الا سود فبناء علی طبق مارأی من القواعد ۔

(تفسیر الصاوی علی الجلالین ج نمبر۱ص۵۵)

پس جب ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے اسے تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا۔ ان کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے اس جگہ کی حد بندی کر دی اور حجر اسود کے بارے میں بھی بتایا۔ پس آپ (ابراہیم علیہ السلام) نے دریافت شدہ بنیادوں کے مطابق تعمیر فرمائی۔

۲-علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر یوں رطب اللسان ہیں:

أریناہ اصله لیبنیه حین اسکن ولدہ اسماعیل علیه السلام وامه ھاجرہ فی تلك الارض وانعم الله علیھما بزم زم فدعا الله بعمارۃ ھذا البیت فبعث الله له ریحا ھفافة فکشفت عن أساس آدم فرتب قواعدہ علیه لان اساسه فی الارض کما قیل ثلاثون ذراعا بذراع آدم علیه السلام وقیل بعث الله سحابة بقدر البیت فقامت بحذاء البیت وفیھا رأس یتکلم یا ابراھیم ابن علی دوری فبنی علیه وأدخل الحجر فی البیت ولم یجعل له سقفا وجعل له بابا وحفرً له بئرا یلقی فیه مایھدیٰ للبیت ۔ (تفسیر الصاوی علی الجلالین ج نمبر۳ ص۸۳)

ہم نے اس (ابراہیم علیہ السلام) کو اس (خانہ کعبہ) کی بنیاد دکھائی تا کہ وہ اسے تعمیر کر سکے۔ جب اس نے اپنے صاحبزادے اسماعیل اور ان کی والدہ

محترمہ کو اس زمین پر بسایا اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر (آب) زم زم انعام فرمایا تو انہوں (باپ بیٹا دونوں) نے اس گھر کی تعمیر کے بارے خدا تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی پس اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا بھیجی جس نے آدم علیہ السلام والی بنیاد کو نمایاں کر دیا۔ پس آپ (ابراہیم علیہ السلام) نے اسی بنیاد پر ہی عمارت مرتب فرمائی کیونکہ اس کی بنیاد زمین میں تھی جب کہ بیان کیا گیا ہے وہ تیس ہاتھ آدم علیہ السلام کے مطابق تھی اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی جگہ کے مطابق ایک بادل بھیجا تھا۔ وہ بادل کعبہ معظمہ کی جگہ کے مقابل ٹھہرا رہا۔ اس میں ایک سر تھا جو ابراہیم علیہ السلام سے متکلم ہوا کہ اے ابراہیم! میرے گھیر اوپر بنیاد رکھو پس آپ نے اس کے مطابق بنیاد رکھی اور آپ نے ''حجر'' کو کعبہ میں شامل کیا اور آپ نے اس کی چھت نہیں بنائی اور اس کے دو دروازے بنائے اور ایک کنواں کھودا گیا تا کہ خانہ کعبہ کے ہدایا اس میں رکھے جائیں۔

۳- علامہ حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ تعمیر کعبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

جائے خانہ کعبہ را در وقت ساختین بآنکہ ابری فرستادیم تاسایہ کرد بآں مقدار زمین کہ خانہ بود یا بادی انگیختیم تابدان اندازہ زمین رابر گرفت داد خانہ بنا کرد۔

(تفسیر حسینی ج نمبر۲ ص ۶۸)

ہم نے خانہ کعبہ کی جگہ تعمیر کرتے وقت بادل اس لئے بھیجا تا کہ خانہ کعبہ کی زمین کے مطابق وہ سایہ کرے یا تیز ہوا بھیجی تا کہ اس زمین کا اندازہ لگالیا جائے اور اس طرح آپ نے کعبہ معظمہ کو تعمیر فرمایا۔

۴- فاعلم اللہ ابراھیم مکانہ بریح ارسلھا فکنت مکان البیت

**فبناه علی اسه القدیم** ۔(تفسیر مدارك ج۲ ص ۲۶)

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ہوا کے ذریعے جسے اس (اللہ تعالیٰ) نے بھیجا تھا۔ اپنے گھر سے آشنا فرمایا پس ہوا نے کعبہ معظمہ کی جگہ کو صاف کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے قدیم بنیاد پر عمارت بنائی۔

**۵- امر ابراهیم ببنائه وعرفه جبرائیل مکانه و قیل بعث سبحانه سحابة اظلة ونووی ان ابن علی ظلها لا تزدو لا تنقصر وقیل بنائه من خمسة اجبل طور سینا و طور زیتا ولبنان والجودی وامسه من حراء وجآء ہ جبرائیل بالحجر الاسود منا لسمآء وقیل تمخض ابو قبیس فانشق عنه' قد ضبئی فیه ایام الطوفان** ۔(تفسیر کشاف تحت آیت ۲:۱۲۷)

ابراہیم علیہ السلام کو اس کی تعمیر کا حکم دیا گیا اور جبرائیل علیہ السلام نے اس کے گھر کی پہچان کرائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس نے اس جگہ پر سایہ کیا ہوا تھا اور آواز آئی: (اے ابراہیم!) اس گھر کو اس سائے کی جگہ تعمیر کرو اور اس میں کمی بیشی نہ کرو۔ بیان کیا گیا ہے اس کی تعمیر پانچ پہاڑوں سے ہوئی۔ طور سینا' کوہ زیتون' کوہ لبنان' کوہ جودی کے پتھروں سے چنائی اور کوہ حراء کے پتھروں سے بنیاد کا کام لیا گیا اور جبرائیل علیہ السلام آسمان سے حجر اسود لے کے آپ کے پاس تشریف لائے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابو قبیس جنبش میں آیا اور حجر اسود اس سے نکل پڑا جو کہ طوفان نوح علیہ السلام کے وقت اس میں چھپایا گیا تھا۔

۶- ابراہیم علیہ السلام کو فرمان ہوا کہ وہاں خانہ کعبہ کی بنا کریں اور جبرائیل کو حکم ہوا کہ حدود اس کی بتا دیں اور بعضے کہتے ہیں جس قدر وہ کوٹھا تھا اتنی جگہ سایہ ابر کا رہتا تھا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا جہاں سایہ ابر کا ہے وہی اس کی حد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم کیا

اسی قدر گھر بناؤ اور اس میں عبادت کرو غرض بہر تقدیر جس قدر عرض وطول میں وہ کوٹھا تھا اور جہاں تھا وہیں اس قدر لمبا چکلا کوٹھا بنایا کہ جبرائیل علیہ السلام پتھر لاکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیتے تھے یہ بناتے تھے تا آنکہ یہ تیار ہوا اور پتھر اس میں پانچ پہاڑوں کے لگے۔ طور سینا کے' طور رینا کے' طور لینا کے' جودی کے' حراء کے اور حجر اسود جو اب خانہ کعبہ میں لگا ہوا ہے یہ یاقوت سفید تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے وقت طوفان کے' نیچے جبل ابو قبیس کے چھپا دیا پہاڑ پھٹ گیا اور وہ یاقوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے دروازہ میں رکھ دیا۔ کافروں کے' اور عورتوں حیض والیوں کے ہاتھ لگانے سے کہ ایام جاہلیت میں طواف کو آتے تھے وہ یاقوت سفید سیاہ ہو گیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہ ابوقبیس پر جاتے تھے۔ کوہ نے آواز کیا کہ اے ابراہیم! تیری امانت میرے پاس رکھی ہے لے اور دروازہ یمین خانہ کعبہ کے رکھ۔ آپ نے وہاں سے لے کر (جہاں حجر اسود اب ہے) وہیں رکھ دیا۔ بحر مواج میں تمام قصہ لکھا ہے۔ (تفسیر روحانی ج نمبر ا ص ۱۲۴)

۷- ثم انزلت مرأة اخرى فى زمان ابراهيم صلوات الله عليه فزارها ورفع قواعد ها ۔ (تفسیر ابن عربی ج نمبر ا ص ۲۸)

پھر اسے (بیت المعمور کو) ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں دوسری دفعہ اتارا گیا پس آپ نے اس کی زیارت کی اور اس کے مطابق بنیادیں اٹھائیں۔

۸- بريح ارسلها فكشف ما حولها فبناء على اسه القديم ۔ (تفسیر ابن عربی ج نمبر ۲ ص ۲۷)

ہوا کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اس نے اس کا احاطہ نمایاں کر دیا۔ پس آپ نے قدیم بنیاد پر اسے تعمیر فرمایا۔

۹- ثم أنزلت مرأة اخرى فى زمن ابراهيم فزادها ورفع

قواعدها ۔(تفسیر روح المعانی ج ا ص ۳۸۴)

پھر اسے یعنی بیت المعمور کو ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں دوسری دفعہ اتارا گیا پس آپ نے اس کی زیارت کی اور اس کے مطابق بنیادیں اٹھائیں۔

■ ۱ – کان موضع البیت خالیاالی زمن ابراهیم علیه السلام ثم ان الله امر ابراهیم علیه السلام یبنا بیت یذکر فیه فسئال الله تعالٰی ان یبین له موضعه فبعث الله السکینة لتدله علی موضع البیت وهی ریح حجوج لهارأ سان شبه الحیة و امر ابراهیم ان یبنی حیث استقرت السکینة فتبعها ابراهیم علیه السلام ۔ حتّٰی آتیامکة فتطوت السکینة علی موضع البیت ای تحوت وتجمعت واستدارت کتطوی الحجفة ودورانها فقالت لابراهیم ابن علی موضعی الا ساس فرفع البیت هو واسماعیل حتّٰی انتهی الی موضع الحجر الاسود فقال لابنه یابنی ائتنی بحجرابیض حسن یکون للناس علماء فاتاه بحجر فقال أتنی باحسن من هذا ۔ فمضی اسماعیل علیه السلام یطلبه فصاح ابو قبیس یا ابراهیم ان لك عند ودیعة فخذها فاذا هو بحجر ابیض من یاقوت الجنة کان آدم نزل به من الجنة کما وجد فی بعض الروایات اوانزله الله تعالٰی حین انزل بیت المعور کما مرفاخذ ابراهیم ذالك الحجر فوضعه مکانه فلما رفع ابراهیم و اسماعیل القواعد من البیت جاءت سحابة مربعة فیها رأس فنادت ان ارفعا علٰی تربیعی فهذا بناء ابراهیم علیه السلام ۔(تفسیر روح البیان ج ا ص ۱۵۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک یہ مقام خالی رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

ابراہیم علیہ السلام کو اس کی تعمیر کا حکم دیا تا کہ وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی یاد کریں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی الٰہی مجھے اس مقام کی رہبری فرمایئے اللہ تعالیٰ نے "بادسکینہ" کو ارسال فرما کر ان کی رہبری فرمائی وہ "ریح حجوج" تھی جس کے دونوں سرے سانپ کی طرح تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا جہاں یہ سکینہ ٹھہر جائے۔ وہاں کعبہ کی بنیاد رکھنا۔ آپ اس کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ وہ مکہ میں بیت اللہ کے مقام پر آ کر رک گئی اور گھومنے لگی جیسے ڈھال گھر امار کر گھوتی ہے اور وہ کہنے لگی: اے ابراہیم کہ اس جگہ قبلہ کی بنیاد رکھیئے۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے مل کر تعمیر کا کام شروع کیا یہاں تک کہ جب وہ حجر اسود والے مقام پر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ کوئی خوبصورت سفید رنگ کا پتھر لائیں تا کہ یہاں نشان کے طور پر رکھ دیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک خوشنما سفید رنگ کا پتھر لے آئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے بھی بہتر لاؤ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس کی تلاش میں نکلے تو بوقبیس نے پکار کر کہا: اے ابراہیم! میرے پاس آپ کی ایک امانت ہے اسے لے جایئے پس یہ وہی سفید پتھر جنت کے یاقوتوں میں سے ہے جسے آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے نازل کیا گیا تھا جیسا کہ بعض روایات میں مذکور ہے یا دوسری روایت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کے ساتھ ہی نازل فرمایا تھا جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے اسے لے کر اس کی جگہ پر رکھا پھر جب تعمیر کچھ بلند ہوئی تو ایک مربع شکل کا بادل اترا جس کا ایک سر تھا اس نے ندا دی کہ میری صورت کے مطابق ہی اس کی تعمیر کیجئے یہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کی تفصیل۔

۱۱ – ان الله اوحی الیٰ ابراهیم علیه السلام ان ابن لی بیتا فی الارض فضاق ابراهیم علیه السلام بذلك ذرعا فارسل الله السکینة وهی ریح حجوج ولها رأسان فاتبع احدهما صاحبه حتّٰی انتهت الی مکة فتطوف علی موضع البیت کطی الحجفة وامر ابراهیم علیه السلام ان یبنی حیث تستقر السکینة فبنی ابراهیم علیه السلام وبقی الحجر فذهب الغلام بشیء فقال ابراهیم علیه وعلیٰ نبینا الصلوٰة والسلام ابغ حجرا کما امرك قال فانطلق الغلام یلتمس له حجرا فاتاه به فوجده قدرکب الحجر الاسود فی مکانه فقال یا ابت من اتاك بهذا الحجر فقال اتانی به من لم یتکل علی بنائك جاء یه جبریل علیه السلام من السماء فاتماه۔

(تفسیر ابن جبیر و تفسیر ابن کثیر)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے لئے زمین میں گھر بناؤ۔ ابراہیم علیہ السلام اس سے بڑے تنگ دل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سکینہ بھیجی اور وہ ہوا تھی بڑی تیز اس کے دو سر تھے (باد گرد) تو ان میں سے ایک دوسرے کے پیچھے لگا یہاں تک کہ وہ مکہ میں آ کر ٹھہر گئی اور بیت اللہ کے مقام پر چکر لگانے لگی جیسا کہ ڈھال گھومتی ہے اور ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ وہ اس جگہ گھر بنائیں جہاں سکینہ ٹھہر جائے تو ابراہیم علیہ السلام نے اسے بنایا۔ باقی رہ گیا حجر اسود تو بیٹا کوئی چیز تلاش کرنے کے لئے گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کوئی پتھر ڈھونڈ لاؤ۔ جیسا کہ میں تجھے کہتا ہوں ''آپ نے کہا'' پھر لڑکا تلاش کرنے کے لئے گیا اور وہ پتھر لے کر آیا تو دیکھا کہ آپ نے حجر اسود کو اس کی جگہ پر لگا دیا ہے تو پوچھا اے

میرے باپ آپ کے پاس یہ پتھر کون لایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس وہ لایا جو تیری بناء پر بھروسا نہیں رکھتا یہ جبرائیل علیہ السلام آسمان سے لائے ہیں۔ پھر دونوں نے بیت اللہ کو پورا کیا۔

۱۲ – بواہ لا ابراھیم فبناہ من خمسة جبل حرا و ثبیر ولبنان وجبل طور و جبل الخیر فتمتعوا منه ما استطعتم (الطبرانی الکبیر بحوالہ جمع الفوائد ج نمبر ۱، ص ۲۴۲)

اس (اللہ تعالیٰ) نے اسے ابراہیم کے لئے مقرر فرمایا۔ پس آپ نے اس کی تعمیر پانچ پہاڑوں ثبیر، لبنان، طور اور جبل الحراء (کے پتھروں) سے فرمائی۔ پس تم اس سے اپنی استطاعت کے مطابق فائدہ اٹھاؤ۔

۱۳ – فبناء البیت وجعل طوله فی السماء تسعة اذرع وعرضه فی الارض اثنین و ثلاثین ذراعا من الرکن الاسود الی الرکن الشامی الذی عند الحجر من وجهه وجعل عرض مابین الرکن الشامی الی الرکن الغربی الذی فیه الحجر اثنین وعشرین ذراعا وجعل طول ظهرها من الرکن الغربی الی الرکن الیمانی احدوثلاثین ذراعا و جعل عرض شقها الیمانی من الرکن الاسود الی الرکن الیمانی عشرین ذراعا الخ ۔(الازرقی: اخبار مکہ ص ۳۱)

پس ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر فرمایا اس کا ارتفاع نو ہاتھ بنایا۔ جانب پیش دروازہ حجر اسود سے رکن شامی تک اس کا طول بتیس ہاتھ تھا اور عرض میزاب کی طرف سے رکن شامی سے رکن غربی تک جس کو اب رکن عراقی کہتے ہیں بائیس گز کا تھا۔ جانب پشت اس کا طول رکن غربی سے رکن یمانی تک اکتیس ہاتھ اور عرضا رکن یمانی سے حجر اسود تک بیس ہاتھ تھا۔

دروازہ اس کا بالکل زمین سے ملا ہوا تھا کواڑ اور بازو نہیں لگائے تھے اس مکان کے اندر جاتے ہوئے دائیں جانب ایک کنواں بنا دیا تھا اس غرض سے کہ بیت اللہ کے تحائف جو اطراف و جوانب سے آئیں اس میں رکھے جائیں۔

۱۴- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کا ذکر تو خود قرآن مجید نے کیا ہے۔ ابن الحاج المالکی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبے کی جو بنیاد رکھی وہ پچھلی جانب سے گول تھی۔ اس کے دو کونے تھے (رکن) اور دونوں رکن کہلاتے تھے۔ قریش نے تعمیر کعبہ کے وقت اس کے چار ارکان تعمیر کئے (دیکھئے)

(شفاء الغرام ۹۲'۹۳ بحوالہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج نمبر ۱۷ ص ۳۲۵)

۱۵- علامہ ابن خلدون تعمیر کعبہ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''پھر خانہ کعبہ بنانے کا حکم ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام شام سے جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ مکہ آئے اور دونوں باپ' بیٹوں یعنی ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے خانہ کعبہ کو اس طرح بنانا شروع کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تو جوڑائی کا کام کرتے تھے اور اسماعیل علیہ السلام گارہ اور پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے یہ دونوں بزرگ بناتے وقت اپنے رب سے یہ دعا کرتے جاتے تھے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (۱۲۷:۲)

(اے ہمارے رب یہ کام ہمارا قبول کر بے شک تو سمیع و علیم ہے)

جس وقت دیوار کسی قدر بلند ہوئی اور ابراہیم علیہ السلام جوڑائی سے مجبور ہوئے تو ایک پتھر پر کھڑے ہو کر کام کرنے لگے۔ یہ وہی مقام ہے جس کو اب ''مقام ابراہیم'' کہتے ہیں خانہ کعبہ جب تعمیر ہونے کے قریب پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ کسی اچھے پتھر کا ٹکڑا لاؤ تاکہ مقام رکن پر رکھ دوں جس سے لوگوں کو امتیاز باقی رہے۔

علماء کہتے ہیں کہ ابوقبیس نے آواز دی کہ میرے پاس تمہاری امانت رکھی ہے یہ لو اور بعض کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے حجر اسود کا پتا بتایا تھا غرض جو کچھ ہوا اسماعیل علیہ السلام اس پتھر کو اٹھالائے اور ابراہیم علیہ السلام نے اسے اٹھا کر مقام رکن پر رکھ دیا۔ یہی حجر اسود ہے جس کا طواف کے وقت بوسہ لیا جاتا ہے۔ بیت اللہ کے بننے کے بعد ابراہیم علیہ السلام حسب حکم باری تعالیٰ مکہ مکرمہ کے نورانی پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور بآواز بلند فرمایا:

**یاایھا الناس ان اللہ قد بنا لکم بیتا و دعا کم الی حجه فاجیبوه ۔**

(اے لوگوں اللہ نے تمہارے لئے گھر بنا دیا ہے اور تم کو اس کے حج وزیارت کے لئے بلایا ہے پس تم لوگ آجاؤ)

اس کے بعد یہ دونوں بزرگ مع ان لوگوں کے جو آپ پر ایمان لا چکے تھے مقامات منیٰ وعرفات کی طرف گئے۔ قربانی کی' خانہ کعبہ کا طواف کیا' بعدازاں ابراہیم علیہ السلام شام کو چلے گئے اور تاحیات ہر سال خانہ کعبہ کی زیارت وحج کو آتے رہے۔" (تاریخ ابن خلدون ج نمبر اص ۹۰ تا ۹۲ اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی)

**۱۶ ـ قال یا اسماعیل ان اللہ امرنی بامر قال فاصنع ماامرك ربك قال تعیننی قال واعینك قال فان اللہ امرنی ان ابنی ھھنا بیتا واشارالی اکمة مرتفعة علی ماحولھا قال فعند ذلك رفعا القواعد من البیت فجعل اسماعیل یاتی بالحجارة وابراھیم یبنی حتّٰی اذا ارتقع البنآء وجآء بھذا الحجر فوضعه له فقا م علیه وھو یبنی واسماعیل ینا وله الحجارة وھما یقولان ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم قال فجعلا یبنیان حتّٰی یدور احول البیت وھما یقولان ربنا تقبل منا انك انت السمیع**

العلیم ۔(الصحیح البخاری کتاب الانبیاء)

ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس حکم کے مطابق عمل کیجئے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میرا ہاتھ بٹاؤ گے۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ یہاں بیت اللہ بنایئے اور آپ نے اس اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا یعنی اس کے گرداگردان دونوں نے کعبہ کی دیواریں بلند کیں اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب دیوار بلند ہوئی تو اسماعیل علیہ السلام اس پتھر (مقام ابراہیم) کو اٹھا لائے اور اسے ابراہیم علیہ السلام کے لئے رکھ دیا۔ ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر دیتے تھے اور دونوں یہ دعا کرتے رہے اے پروردگار ہم سے (یہ کام) قبول فرما بے شک تو سننے والا' جاننے والا ہے پھر دونوں تعمیر کرنے لگے اور کعبہ کے گرد گھوم کر یہ کہتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ کام) قبول فرما بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔

۱۷ – زمانی کہ از حق تعالیٰ مامور شد کہ خانہ کعبہ بنا کنند پس معاونت اسماعیل در موضع تل سرخ در اول امر ہاجرہ علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام را در آنجا گزاشتہ بود خانہ کعبہ بنا کرد ۔(مدارج النبوۃ ج نمبر ۲'ص ۸۷۷)

ایک وقت جبکہ آپ (ابراہیم علیہ السلام) حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوئے کہ خانہ کعبہ کو تعمیر کریں۔ پس آپ نے اسماعیل علیہ السلام کی معاونت سے سرخ ٹیلے کی جگہ جہاں پہلے حکم کے مطابق اسماعیل علیہ السلام

اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو چھوڑ گئے تھے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔

۱۸۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جب کچھ ہوش سنبھالا تو عین کعبہ شریف کے مقام پر اپنے رہنے سہنے کا مکان بنایا اور اسی کے ملحق اپنی بکریوں کے لئے ایک باڑہ بھی تیار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دلبند صاحبزادہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے شام سے کئی مرتبہ آئے آخری مرتبہ جب تشریف لائے تو بارگاہ الٰہی سے آپ کو تعمیر کعبہ شریف کا حکم ملا۔ آپ نے اس کے لئے باڑہ کی جگہ پسند فرما کر اس کی عمارت اٹھائی اور اس میں اپنے صاحبزادہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بھی مدد لی پھر ادائیگی حج کے لئے اذن عام دیا۔ جب یہ اللہ کا باعظمت وجلال گھر بن کر تیار ہوا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہر دور و نزدیک گوشۂ زمین سے جوق در جوق اس کی طرف سمٹ کر آنے لگی۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۴۵ اردو ترجمہ)

۱۹۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لائے تاکہ اپنے سعادت مند فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معاونت سے خانہ کعبہ کو تعمیر فرمائیں جب قطع مسافت کے بعد آپ حرم کی سرزمین میں داخل ہوئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زیر کوہ بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ تیر تراش رہے تھے۔ بلند شان باپ نے عالی مرتبت بیٹے کو فرمان الٰہی کے تقاضے سے آگاہ فرمایا اور اسماعیل علیہ السلام نے اس امر میں اپنی کامل رغبت کا اظہار فرمایا۔ لیکن چونکہ اس گھر کی مقدار اور اس کی کیفیت طوفان نوح علیہ السلام کی بدولت پوشیدہ ہو چکی تھی اور ابراہیم علیہ السلام اس کے جاننے کی ضرورت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی تعلیم فرمائی اس باب میں چند روایات وارد ہوئی ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا تاکہ وہ خانہ کعبہ کے طول و عرض کے مطابق سایہ ڈالے۔ نیز بیان کیا گیا ہے کہ اس بادل کا ایک سر شیر کے سر کی مانند تھا اور اس کی ایک زبان بھی تھی جس کے ذریعے وہ ابراہیم علیہ السلام سے کلام کرتا تھا اور ان

سے کہتا تھا۔ میرے سایہ کے مطابق بغیر کسی کمی بیشی کے عمارت کعبہ کی بنیاد رکھیں اور دوسری روایت میں اس طرح بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی ہوا کو بھیجا تاکہ زمین بیت المعمور (خانہ کعبہ) پر جاروب کشی کرے اور اس جگہ کو کوڑا کرکٹ سے پاک کر دے یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس چھپی ہوئی زمین کی مقدار جو بیت المعمور کی بساط تھی معلوم ہوگئی آپ نے اس کے تحت تعمیر فرمائی۔

ایک اور روایت کے مطابق جبرائیل علیہ السلام کو اس بقعہ بے مثال کی کیفیت حال اور کمیت سے آگاہ کیا گیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کے تعاون اور جبرائیل علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق کعبہ مکرمہ بنانے میں مشغول ہو جائیں، اسماعیل علیہ السلام پتھر اور گارہ لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے تھے جب خانہ کعبہ کی دیواریں بلند ہوگئیں اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے پتھر اوپر پہنچانے مشکل ہو گئے۔ آخر کار ایک پتھر میسر آیا۔ آپ اس پر بیٹھ کر بآسانی دیوار کو بلند فرمانے لگے اور اس پتھر پر آپ کے قدم مبارک کے نشان پڑ گئے اور وہ پتھر "مقام ابراہیم" کے نام سے مشہور ہوا ایک اور روایت کے مطابق جب ابراہیم علیہ السلام بوقت تعمیر کعبہ حجر اسود کے رکھنے کی جگہ پر پہنچے تو اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ کوئی اچھا سا پتھر لاؤ تاکہ حجاج کے لئے نشانی رکھ دوں۔ اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر لائے فرمایا: اس سے بہتر لاؤ۔ وہ اس سے بہتر پتھر کی تلاش میں دوبارہ گئے کوہ بوقبیس نے آواز دی کہ میرے پاس تمہاری ایک امانت ہے کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے طوفان نوح کے وقت حجر اسود کو اس (بوقبیس) میں چھپا دیا تھا انہوں نے اس کی بات کو مان لیا اور حجر اسود اس کی جگہ پر لگا دیا اور زہرۃ الریاض میں ہے کہ کوہ بوقبیس خراسان کے پہاڑوں میں سے تھا۔ جب حضرت اسماعیل کو پتھر کی ضرورت محسوس ہوئی اس مقام کی مناسبت سے پتھر دستیاب نہ ہوا بوقبیس حق تعالیٰ کے حضور گریہ ہوا اور عرض کرنے لگا کہ مجھے اجازت فرمایئے تاکہ تیری امانت تیرے خلیل کے سپرد کر دوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے اجازت مل گئی۔ بوقبیس دامن کشاں مکہ

میں اپنے موجودہ مقام پر پہنچ گیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کیفیت سے آشنا فرمایا تاکہ اس کو اس کے رکن میں رکھا جائے بعدازاں بوقبیس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا کے حضور اس بارے میں شفیع بنایا تاکہ اسے مکہ شریف میں ہی رکھا جائے اور دوبارہ خراسان نہ بھیجا جائے۔

کہتے ہیں کہ زمین کے اوپر سب سے پہلا ظاہر ہونے ولا پہاڑ بوقبیس ہی تھا۔ جیسا کہ زہرۃ الریاض میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ کعبہ مکرمہ کو پانچ پہاڑوں طور سینا' طور زینا' لبنان' جودی اور حراء سے تعمیر کریں۔ اس کی بنیاد حراء کے پتھروں سے رکھی گئی۔ جیسا کہ کتاب الکشاف میں ہے اگرچہ ان میں سے بعض پہاڑ مکہ مکرمہ سے دور تھے لیکن ملائکہ کی معاونت سے ان پہاڑوں سے پتھر مکہ شریف پہنچتے تھے تاکہ تعمیر کعبہ اس سے پایہ تکمیل تک پہنچے۔" (معارج النبوۃ' رکن اول ص ۱۲۷' ۱۲۸)

مندرجہ بالا مختلف روایات سے تعمیر کعبہ کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے اس سے پہلے کی تعمیرات کے اشارات آیات قرآنی سے مترشح ہیں۔ ابراہیمی تعمیر کو ہی شرف بقاو استقامت حاصل ہوا۔ اگر اس میں کوئی تبدیلی رونما بھی ہوئی تو وہ صرف خصوصی ضرورت کے تحت تھی ورنہ اساس تعمیر ابراہیم علیہ السلام لازوال و بے مثال تھی۔ جب آپ تعمیر کعبہ مکرمہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس جگہ کی برکت و امن کے لئے اور بنجر زمین میں ثمرات کی فراوانی کی دعا فرمائی اور اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کے بارے میں دعا فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور التجا فرمائی اور اس گھر کی رونق اور محبت کے بارے میں دعا فرمائی گئی اور آپ نے لوگوں کو بلند آواز سے کوہ ابوقبیس پر چڑھ کر حج کے لئے پکارا۔ آپ کی اس آواز پر لوگوں نے لبیک کہا لیکن جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے ان کی ارواح نے اپنے باپوں کی صلبوں میں لبیک کی صدائے محبت سے جواب باصواب دیا اسی طرح یہ گھر قیامت تک مشتاقین راہِ دوست کا مرکز و مرجع بن گیا اور دلوں کی دنیا کو

آباد کرنے کے لئے تسلیم و رضا کے پیکر اس کی طرف مشاقانہ دوڑنے لگے اور یہاں آلودگیوں کے تنقیہ و تزکیہ کے لئے سر دھننے لگے اور یادِ حق میں والہانہ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کے نعرے مارنے لگے۔ سنت ابراہیمی کو اجاگر کر کے ان کی اداؤں کو ظاہر کرنے لگے یہ عظیم الشان یادگار اپنے اندر بے شمار حقائق و اسرار کو پوشیدہ کئے ہوئے ہے۔ یہ انبیاء کرام کی یادگاروں کے علاوہ ازل کی مظہر ہے اسی زمین سے ہی آدم علیہ السلام کی مٹی کا زیادہ حصہ لیا گیا اور ''امی'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اس مٹی کے خمیر سے ظاہر فرمایا گیا۔ یعنی ''اُمی'' علیہ السلام کو ام القریٰ سے ہی ظاہر فرمایا اور ام القریٰ سے قرآن کی نسبت بھی ثابت ہے اور فرقان کی حقیقت بھی منطبق اسی لئے یہ شہر بھی منتخب و مفتخر ہے۔

(تعمیر کعبہ کی مزید تفصیل کے لئے شیخ حسین با سلامۃ الحضری المکی المتوفی ۱۳۵۶ھ کی کتاب ''تاریخ کعبہ معظمہ'' اور محمد طاہر الکردی المکی کی کتاب ''مقام ابراہیم'' اردو ترجمہ از عبدالصمد صارم ص ۴۶ دیکھئے)

## ۹- حضرت اسماعیل علیہ السلام و کعبہ محترمہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام ۴۰۹۴ دنیوی مطابق ۱۹۱۰ قبل مسیح کو فلسطین میں سیدہ ہاجرہ خاتون علیہا السلام کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ ان کا زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ۲۲۴۰ سال پیشتر ہے۔ مکہ ان کا دار الہجرت اور مصر ان کا ننھیال ہے۔ حجاز و یمن و حضرموت ان کا رقبہ تبلیغ ہے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے والد بزرگوار کے سہیم کار تھے۔ اللہ کے ذبیح اور اس کے گھر کے محافظ تھے۔ مصری' بابلی' فلسطینی' عربی زبان کے ماہر کامل تھے۔ ان کی ایک شادی مصر میں اور ایک شادی عرب میں ہوئی۔

اولادٗ عرب شاہزادی سے ہوئی۔ بارہ بیٹے ہوئے' ہر ایک اپنے قبیلے کا سردار اور جداگانہ علاقہ کا حکمران تھا۔ ان کی دختر کی شادی حضرت اسحٰق علیہ السلام کے فرزند کلاں

عیسو سے ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردار قیدار فرزند دوم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں جن کا نام بائبل میں بکثرت آتا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام برکات الٰہی میں برابر ہیں تاہم حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چند فضائل حاصل ہیں۔

۱- بیت الحرام کے بانی اور محافظ ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کسی بیت الحرام کے بانی و محافظ نہ تھے۔

۲- یہ ذبیح اللہ ہیں۔ گو مسلمانوں اور اہل کتاب میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے مگر آثار قدیمہ کی شہادت انہی کے حق میں ہے۔

۳- یہ وہ فرزند ہیں کہ جس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عہد باندھا یہ اسی روز اس عہد میں شامل ہوئے۔

اسحٰق علیہ السلام ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے' لہٰذا عہد کے فرزند یہی ہیں.........

(کتاب پیدائش' باب ۱۷)

۴- ان کا علاقۂ نبوت بہت وسیع تھا اور انہوں نے اپنی تبلیغ کو عرب العرباء کے سب خاندانوں تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن حضرت اسحٰق علیہ السلام کے رقبہ تبلیغ کے متعلق ہم کو ایسی معلومات اسرائیلی روایات یا اسلامی روایات میں کچھ بھی دستیاب نہیں ہوئی ہیں۔ قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ ان کا رقبہ تبلیغ بہت محدود تھا۔ و العلم عند اللہ

(رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۱۱۲ تا ۱۱۳)

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنو جرہم میں شادی کی۔ یہ وہ قبیلہ ہے جو حرم کعبہ کے آس پاس آباد تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد دی اور انہیں برومند (کامیاب) کیا۔ یہاں تک کہ ان کی نسل شمالی عرب میں پھیل گئی اور عرب عاربہ' یعنی قدیم اور بیابان میں بسنے والوں' عربوں کے مقابلے میں عرب مستعربہ' یعنی آباد کار عربوں کی اصطلاح وضع ہوئی۔ ان کے تعلقات اپنے عم زاد بھائیوں سے کبھی خوشگوار رہے کبھی کشیدہ۔ حضرت

اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی یہی تھا۔ کہ ان کی نسل سے بارہ سردار ہوں گے۔ (تکوین ۱۷، ۲۰)

ان میں نبطیوں کا مورث اعلیٰ جنہوں نے شمالی عرب میں شان و شوکت حاصل کی اور قیدار یا (قید ماہ) سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ قیدار ہی سے پورا قبیلہ عدنان اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔" (تاریخ یعقوبی ج ۱ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ البغوی معالم التنزیل تفسیر سورۃ الصفت بحوالہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۲ ص ۳۴۲، ۳۴۳)

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد مکرم کے ساتھ مل کر تعمیر کعبہ فرمائی۔ جن کا ذکر تفصیلاً پچھلے باب میں گزر چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں لیکن بعد ازاں آپ نے اس میں مزید کوئی تبدیلی نہ فرمائی بلکہ پہلی تعمیر کو ہی برقرار رکھا اور اس کی تولیت بھی آپ کے سپرد رہی حتیٰ کہ آپ نے وہیں وفات پائی۔ آپ اور آپ کی والدہ ماجدہ کی قبور بھی خانہ کعبہ کے متصل مقام حجر میں ہیں۔ (طبقات ابن سعد ج نمبر ۱ ص ۸۱)

"یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے: (۱) نبایوث، (۲) قیدار، (۳) ادبئیل، (۴) مبسام، (۵) مشماع، (۶) دوماہ، (۷) مسا، (۸) حدد، (۹) یتما، (۱۰) یطور، (۱۱) نافیس، (۱۲) قید ماہ اور یہ سب حجاز میں آباد تھے جہاں مکہ ہے۔

پہلا بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عرب کے شمال مغربی حصہ میں آباد ہوا۔ ریورنڈ گاڑی پی کاری ایم۔ اے نے اپنے نقشہ میں اس کا نشان ۳۸،۳۰ درجہ عرض شمالی اور ۳۲، ۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا۔

دوسرا بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قیدار نبایوث کے پاس جنوب کی طرف حجاز میں آباد ہوا۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ اشعیاء نبی کے بیان سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہے جس میں مکہ اور مدینہ بھی شامل ہیں اور زیادہ ثبوت اس کا

حال کے جغرافیہ میں شہر ''الحذر'' اور ''نبت'' سے پایا جاتا ہے جو اصل میں القیدار اور نبایات ہیں۔ اہل عرب کی یہ روایت کہ قیدار اور اسؑ کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ عہد عتیق میں قیدار کا مسکن عرب کے اسی حصہ میں یعنی حجاز میں بیان ہوا ہے دوسرے یہ کہ یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ یورینسین' بطلیموس اور پلینی اعظم کے زمانوں میں یہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں ''گیڈری'' یعنی قیدری دری یعنی مخفف قیدری اور گڈروناتی یعنی قیداری کدریتی یعنی قیدری چنانچہ اس کا ذکر ہسٹری جغرافیہ ج اول ص ۲۴۸' میں مندرجہ ہے پس بخوبی ثابت ہے کہ قیدار حجاز میں آباد تھا۔ ریورنڈ گاڑی پی کاری نے اپنے نقشہ میں قیدار کی آبادی کا نشان ۲۶۔ ۲۷ درجہ عرض شمالی ۳۷'۳۸ درجہ طول شرقی کے درمیان لگایا ہے۔

تیسرا بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''اوبئیل'' ہے بموجب سند جوزیفس کے اوبئیل بھی اپنے ان دونوں بھائیوں کے ہمسایہ میں آباد تھا۔

چوتھا بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عبسام ہے مگر اس کی سکونت کے مقام کا پتا نہیں ملتا۔

پانچواں بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''مشماع'' ہے ریورنڈ مسٹر فاسٹر کا یہ قیام صحیح ہے کہ عبرانی میں جس کو مشماع لکھا ہے اسی کو یونانی ترجمہ سبوا یجنٹ میں ''مسما'' اور جوزیفس نے ''مسماس'' اور بطلیموس نے ''مسمیز'' لکھا ہے اور عرب میں ان کی اولاد بنی مشماع کہلاتی ہے۔ پس کچھ شبہ نہیں کہ یہ بیٹا قریب نجد کے اولاً آباد ہوا تھا۔

چھٹا بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''دوماہ'' تھا۔ مشرقی اور مغرب جغرافیہ دان قبول کرتے ہیں کہ یہ بیٹا تہامہ میں آباد ہوا تھا۔

ساتوں بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''مسا'' تھا۔ ریورنڈ فاسٹر بیان کرتے ہیں کہ یہ بیٹا مسوپوٹیمیا میں آباد ہوا مگر یہ صحیح نہیں کچھ شبہ نہیں کہ یہ بیٹا جب حجاز سے نکلا تو یمن میں آباد ہوا اور یمن کے کھنڈرات میں اب تک مسا کا نام قائم ہے۔ ریورنڈ گاڑی

پی کاری نے اپنے نقشہ میں اس مقام کا نشان ۱۳ درجہ اور ۳۰ دقیقہ عرض شمالی اور ۴۳ درجہ اور ۳۰ دقیقہ طول شرقی میں قائم کیا ہے۔

آٹھواں بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''حدد'' تھا اور عہد عتیق میں بھی حداد بھی اس کا نام ہے۔ یمن میں شہر حدیدہ اب تک اس کا مقام بتلا رہا ہے اور قوم حدیدہ جو یمن کی ایک قوم ہے۔ اسی کے نام کو یاد دلاتی ہے۔ زہیری مورخ کا بھی یہی قول ہے اور ریورنڈ رفاسٹر بھی اسی کو تسلیم کرتے ہیں۔

نواں بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''تیما'' تھا اور اس کی سکونت کا مقام نجد ہے اور بعد کو رفتہ رفتہ جلد فارس تک پہنچ گئے۔

دسواں بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''یطور'' ہے۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر بیان کرتے ہیں کہ اس کا مسکن جدور میں تھا جو جبل کیسانی کے جنوب اور جبل الشیخ کے مشرق میں واقع ہے۔

گیارہواں بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''نافیس'' تھا۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر توریت اور جوزیفس کی سند سے لکھتے ہیں کہ عربیا ڈزرٹا میں ان کی نسل اسی نام سے آباد تھی۔

بارہواں بیٹا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ''قیدماہ'' تھا۔ انہوں نے بھی یمن میں سکونت اختیار کی غرضکہ اہل جغرافیہ کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کا مسکن حجاز تھا۔ (خطبات الاحمدیہ ص ۳۰۷ تا ۳۰۹)

مذکورہ بالا بحث سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بیت اللہ شریف کے گردونواح میں ہی آباد تھی۔ معہذا یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تولیت کعبہ معظّمہ قیدار کے سپرد تھی۔ لیکن ابن خلدون نے نبایوث یا نبت کا نام لکھا ہے لیکن مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیدار ہی وہ صاحبزادے ہیں جو مکہ معظّمہ میں آباد تھے اور نبایوث مکہ معظّمہ کے شمال میں آباد تھے۔ اسی قیدار کی اولاد سے ہی حضرت سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اب ہم عربوں کے چار طبقات کے بارے میں بحث کریں گے تاکہ کعبہ معظمہ کی تولیت کا صحیح تجزیہ ہو سکے اور آئندہ قبائل متعلق بکعبہ مکرمہ کی بحث میں بھی تسہیل پیدا ہو سکے۔

# ۱۰- بنو جرہم اور کعبہ مقدسہ

بنو جرہم کا شمار عرب عاربہ میں ہوتا ہے اور جرہم قحطان یا یقطن (ابوالیمن) کا بیٹا تھا۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے اس کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔
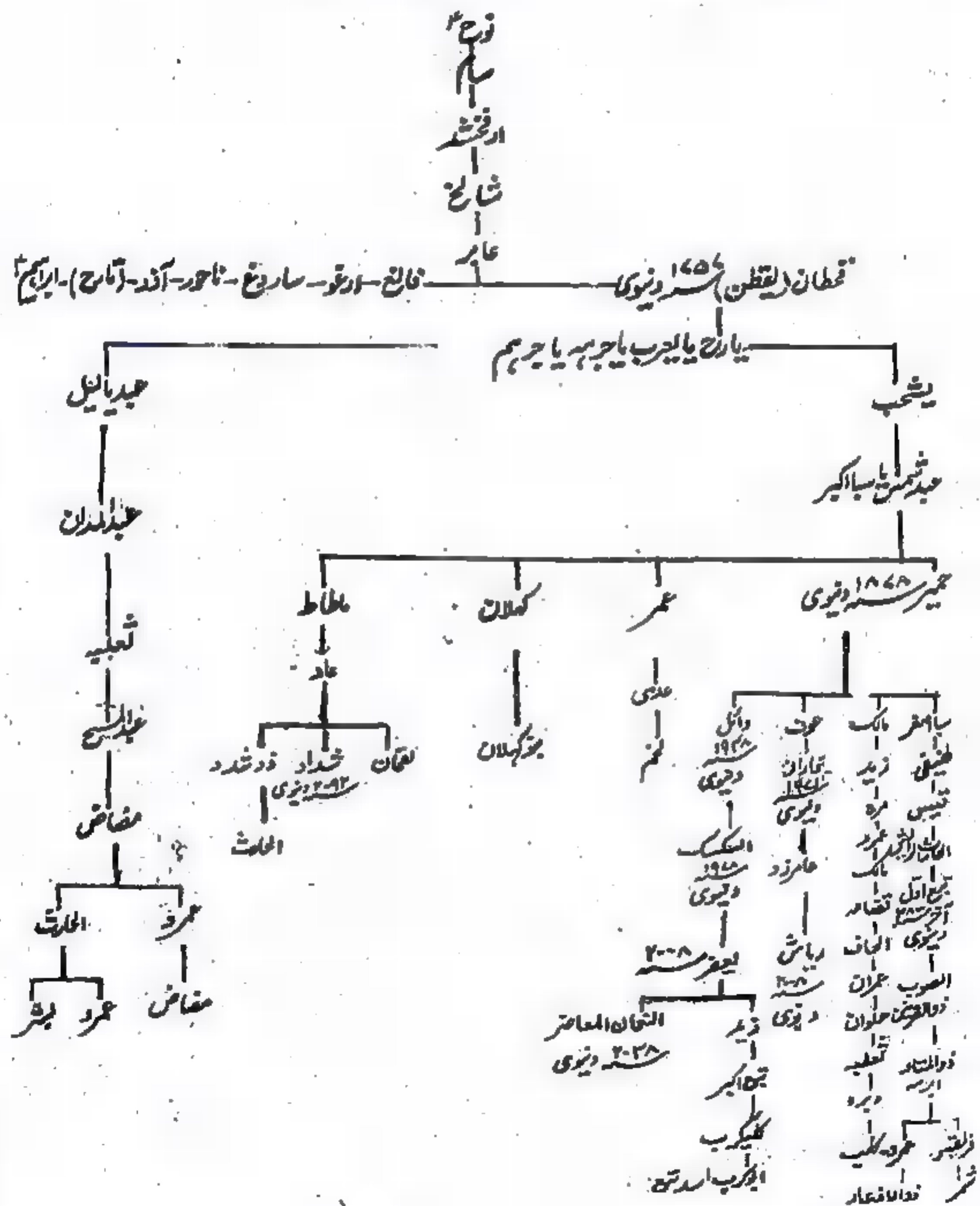
مذکورہ نسب نامے کے لئے ملاحظہ کیجئے۔

(ابن ہشام: السیرۃ ج۱ص۴' المسعودی مروج الذہب ج۱ص۷۹' الاخبار الطوال از ابو حنیفہ دینوری ص۳۴۸' الطبری ج۱ص ۱۰۸۷ ج۲ ص۱۲۷۲' ۱۹۸۵' المسعودی التنبیہ والاشراف ج۱ص ۸۸' ابن الاثیر الکامل ج۴' ص۲۷۳' الفیروز آبادی' قاموس بذیل مادہ عابر' الدمشقی: نخبۃ الدہر' ص۲۴۹-۲۵۲' سفر التکوین باب۱۰' ابن حزم: جمہرۃ انساب العرب ص۳۲۹' ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج۲ص۱۶۱' لسان العرب بذیل مادہ' تاج العروس بذیل مادہ' المنجد بذیل مادہ' معجم القبایل از عمر رضا کحالہ بذیل مادہ' البستانی' دائرۃ المعارف بذیل مادہ' سبائک الذہب ص۱۱۶' تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد۱ص۱' دائرۃ المعارف الاسلامیہ بذیل مادہ' خطبات الاحمدیہ از سرسید احمد خاں ص۴۵تا۴۹)

بنو جرہم نے یمن سے مکہ معظمہ کو ہجرت کی پہلی تو وہ ایک دوسرے قبیلے قطورا (العمالیق) سے جس کا سردار "سمیدع" تھا۔ مدت دراز تک جنگ وجدال کرتے رہے۔ پھر اپنے سردار (مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض وغیرہ) کے تحت بیت اللہ شریف پر قبضہ کرلیا۔ اسی قبیلہ کی ایک خاتون رعلۃ (سیدہ) بنت مضاض بن عمرو بن مضاض سے اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی جس سے بارہ صاحبزادے پیدا ہوئے۔ یہ قبیلہ بنو اسماعیل کا ننھیال تھا۔

اس سے پہلے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ تعمیر کعبہ کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی اس گھر کے متولی رہے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے صاحبزادے اور آپ کے سسرال بنو جرہم اس منصب عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب بنو جرہم ہی مکمل صاحب اختیار بن گئے۔ ان کے اس دور اختیار میں بھی خانہ کعبہ کی تعمیر کی گئی۔ علامہ ازرقی نے اس طرح بیان کیا ہے:

فجاء سیل فدخل البیت فانھدم فاعادته جرھم علی بناء ابراھیم علیه السلام و کان طوله فی السماء تسعة اذرع ۔

(اخبار مکہ ص۴۸)

پس پہاڑی نالہ آیا اور بیت اللہ شریف میں پانی داخل ہوگیا اور یہ مقدس

عمارت منہدم ہو گئی چنانچہ بنو جرہم نے ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ بنیادوں پر اسے دوبارہ بنایا۔ اس وقت اس کی بلندی زمین سے ۹ ہاتھ تھی۔

دائرۃ المعارف الاسلامیہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں جس کے مطابق بنو جرہم نے تعمیر کعبہ کی۔

''الفاکہی حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تیار کردہ کعبہ جب گر گیا تو قبیلہ جرہم نے اسے تعمیر کیا۔ المسعودی کا بیان ہے کہ قبیلہ جرہم میں سے جس شخص نے کعبہ کی تعمیر کی اس کا نام حارث بن مضاض الاصغر تھا''۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ص ۳۲۵) تاریخ طبری نے ج ۲ص ۶۴ پر اس کا ذکر کیا ہے اور تفسیر روح البیان ج ۱ص ۱۵۶ پر اس تعمیر کا ذکر ہے۔ نیز تفسیر الصاوی علی الجلالین ج ۳ص ۸۳ بھی ملاحظہ فرمائیں سر سید احمد خاں نے بھی اس تعمیر کا ذکر خطبات الاحمدیہ ص ۳۲۱ پر کیا ہے۔

## ۱۱۔ عمالقہ ثانی و تعمیر کعبہ شریف

مولانا شاہ اکبر خاں نجیب آبادی تحریر کرتے ہیں:

''قبیلہ بنو جرہم (ان کو جرہم ثانی کہتے ہیں) مکہ معظمہ میں اور قبیلہ عمالقہ اطراف مکہ میں سکونت پذیر تھا (یہ وہ عمالقہ نہیں ہیں جو عرب بائدہ میں شامل ہیں''۔

(تاریخ اسلام ج ۱ص ۵۸ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷ص ۲،۱۷ پر ''عمالقہ'' کو قبیلہ قطورا بھی لکھا ہے' جس کے ایک سردار کا نام سمیدع مذکور ہے یہ گروہ بنو جرہم سے اکثر برسرپیکار رہتا تھا)۔

بنو جرہم کی تعمیر کے بعد عمالقہ ثانی نے بھی بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں یوں مرقوم ہے۔ جب مرور زمانہ سے کعبہ کی عمارت پھر منہدم ہو گئی تو عمالقہ نے اس کو تعمیر کیا۔

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ص ۳۲۵ تفسیر الصاوی ج ۳ص ۸۳) پر بھی اس تعمیر کا ذکر موجود ہے)

اس بارے میں سرسید احمد خاں کا بیان ملاحظہ فرمائیں: ''عربوں میں جو لوگ آباد ہوئے وہ ان ناموں سے مشہور ہوئے۔ ایک عرب البائدہ' ایک عرب العاربہ اور ایک عرب المستعربہ۔ عرب البائدہ وہ لوگ کہلاتے تھے۔ جن میں عاد وثمود اور جرہم الاولیٰ اور عمالیق اولیٰ تھے۔ وہ قومیں برباد ہوگئیں اور تاریخ کی کتابوں میں ان کا بہت کم حال ملتا ہے۔ یہ سب قومیں ابراہیم علیہ السلام اور بناء کعبہ سے پہلے تھیں۔ عرب عاربہ وہ قومیں ہیں جن کی نسل یقطان یا قحطان سے چلی ہے اور تمام قبائل عرب اسی نسل میں سے ہیں۔ حمیر بھی انہیں کا ایک قبیلہ ہے اور بنی حمیر میں بھی ایک قبیلہ عمالیق کے نام سے تھا' جو کہ مکہ میں بستا تھا۔ اس پچھلی قوم نے بنی جرہم پر غلبہ پالیا تھا اور کعبہ کی مختار ہوگئی تھی اور اسی زمانہ میں اس قوم عمالیق ثانی کے کعبہ کو پھر بنایا جو غالباً پہاڑوں کے نالے چڑھ آنے سے ٹوٹ جاتا تھا۔

ایک فرانسیسی مورخ نے اپنی کتاب موسومہ ''ڈائی کرائیکن ڈراسٹ مکہ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ

> ''پہلے بنی جرہم نے اور اس کے بعد عمالیق نے (یعنی عمالیق ثانی نے) کعبہ کی تعمیر کی۔ عمالیق ثانی کا زمانہ تعمیر بھی معلوم نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ سن عیسوی سے ایک صدی پیشتر وہ لوگ مکہ پر قابض تھے۔ اس لئے کہ جذیمہ بادشاہ دوم خاندان حیرہ کی ایک نہایت سخت لڑائی عمالیق سے ہوئی تھی جس میں عمالیقوں نے شکست فاش پائی تھی اور یہ واقعہ سنہ عیسوی سے تخمیناً سو برس پیشتر ہوا تھا۔'' (خطبات الاحمدیہ ص۲۲۲'۲۲۳)

## ۱۲- تبع ابوکرب اسعد حمیری اور کعبہ معظّمہ

حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے دو سو بیس سال پہلے یمن کے بادشاہ تبع ابوکرب اسعد حمیری نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا۔ اس کی

تفصیل اس طرح ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا وہ خانہ کعبہ کو لباس پہنا رہا ہے چنانچہ اس نے واقعۃً ایک عمدہ کپڑے کا غلاف لے کر مکہ معظمہ کا قصد کیا لیکن اس کا کسی اہل مکہ نے استقبال نہ کیا۔ وہ بہت سٹ پٹایا اس کے دل میں انتقامی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے اہل مکہ کو سزا دینے کی ٹھانی معاً وہ ایسا بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ آخر اسے اس بارے میں اپنی نیت بد کا احساس ہوا۔ اس نے توبہ کی' اور جو قبول ہوئی' چنانچہ اس نے سب سے پہلے یہ کارنمایاں انجام دیا اور ساتھ ہی خانہ کعبہ کا دروازہ' کواڑ اور کنڈی اور قفل بنوائے۔

(شفاء الغرام ج ۱ ص ۱۱۹' سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۹' السہیلی: الروض الانف ج ۱ ص ۱۲۹ تا ۱۳۰' تاریخ طبری' تاریخ ابن خلدون' محمد طاہر الکردی: مقام ابراہیم اردو ترجمہ ص ۴۵)

## ۱۳۔ بنوخزاعہ اور تولیت کعبہ مکرمہ

یہ قبیلہ ازد قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ اکثر ماہرین انساب نے اس قبیلے کو عمرو بن لحی بن ربیعہ بن حارثہ بن مزیقیاء کی اولاد لکھا ہے۔ یہ لوگ عہد قدیم میں ازد کی دوسری شاخوں کے ہمراہ جنوبی عرب سے شمال کی طرف گئے۔ جب وہ مکہ شریف کے علاقہ میں پہنچے تو لحی اپنے خاندان کے ساتھ مکہ معظمہ کے قریب مقیم ہوگیا۔ لیکن باقی ازدی آگے چلے گئے چونکہ وہ اپنے قبیلے سے علیحدہ ہوگیا تھا! اس لئے ''خزاعہ'' کہلایا۔

ان سے پہلے بنو جرہم اس علاقے میں غیر معمولی حیثیت رکھتے تھے اور بنو جرہم کعبہ مکرمہ کے متولی تھے۔ پہلے پہل بنو جرہم نے بیت اللہ شریف کا بہت ہی احترام کیا اور اس مقدس جگہ کی حفاظت کرتے رہے لیکن آہستہ آہستہ وہ غافل ہو گئے اور اس مقدس سرزمین کی حیثیت کو انہوں نے گھٹانا شروع کر دیا اور اس کی حرمت و شان و عظمت میں انہوں نے لاپرواہی شروع کر دی۔ اس مقدس مقام پر انہوں نے عیاشی و فحاشی سے بھی گریز نہ کیا بلکہ اساف و نائلہ کے زنا کا واقعہ کعبہ مکرمہ کی بے حرمتی کی انتہائی مثال ہے'

جس کی وجہ سے وہ دونوں جرہمی پتھر کی صورت میں مسخ ہو گئے علاوہ ازیں وہ زائرین کعبہ سے جبراً روپیہ وصول کرتے تھے۔ لوگوں نے بہت حد تک زیارت ترک کر دی۔ نیز انہوں نے ہدایائے کعبہ کو اپنے ذاتی مصارف میں استعمال کیا۔

قبیلہ ازد کے سردار ثعلبہ بن عمرو نے جرہم سے یہ اجازت چاہی کہ جب تک اس کے روّاد کسی اور جگہ مناسب چراگاہیں حاصل نہ کر لیں اس وقت تک اسے حرم میں قیام کرنے دیا جائے۔ جرہم اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ لیکن ثعلبہ نے بھی اس سکونت کو نہ چھوڑا آخرکار ان دونوں قبائل میں شدید لڑائی چھڑ گئی جو کئی دن تک جاری رہی اس میں بنو جرہم کو شکست فاش ہوئی اور بنو جرہم کے بقیہ لوگ قنان اور حلی میں آباد ہو گئے۔ بنو خزاعہ مکمل طور پر مکہ معظمہ پر قابض ہو گئے۔ انہوں نے بنو اسماعیل کو ترک سکونت پر مجبور نہ کیا۔ نیز بیت الحرام کی تولیت کو قانونی حیثیت دینے کے لئے بنو خزاعہ کے ربیعہ بن حارث بن عمرو نے بنو جرہم کے آخر حکمران عامر بن عمرو بن الحارثہ بن مضاض کی بیٹی فہیرہ سے شادی کر لی اس طرح وہ نہایت صاحب حیثیت و مال دار بن گیا۔

ربیعہ نے حج کی رسوم کو دوبارہ جاری کیا اور زائرین کے آرام و آسائش کا خیال کیا۔

اس نے جہاں یہ اعمال خیر جاری کئے وہاں اس نے بتوں کو کعبہ معظمہ کے گرد لا کر رکھ دیا۔ اس نے مقام ہیت (عراق) سے ہبل نامی بت کو لا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیا۔

اس کے بیٹے اور پوتے کافی مدت' خانہ کعبہ کے متولی رہے۔ ان کے زمانے میں اس مقدس عمارت میں بتوں کی پوجا پاٹ بھی ہوتی تھی اور بتوں کے پجاریوں کی یہاں کثرت رہتی۔

(الازرقی: اخبار مکہ ج ۱ ص ۵۵ تا ۶۴' تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ ج اول ص ۲۳۴' ۲۳۸' ابن ہشام السیرۃ ج ۱ ص ۵۹' ابن درید: کتاب الاشتقاق ص ۲۷۶ تا ۲۸۱' القلقشندی: نہایۃ الادب ص ۲۰۵' الطبری بمواضع کثیرۃ' النویری: نہایۃ الارب ج ۲ ص ۳۱۷' القلقشندی' صبح الاعشیٰ' عمر ورضا: معجم قبائل العرب ج ۱ ص ۳۳۸ تا ۳۴۰' سبائک الذہب' السویدی اردو ترجمہ ص ۲۶' دائرۃ المعارف الاسلامیہ بذیل مادہ۔

# ۱۴- قصی بن کلاب اور کعبہ مقدسہ

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں پشت میں ایک جد امجد اور کعبۃ اللہ کی زیارت کرنے والوں کے لئے سہولتیں بہم پہنچانے کے انتظامات کی تنظیم نو کرنے والے' ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) دیکھئے ابن حزم: جمہرۃ انساب العرب) ان کے سوانح حیات کا مآخذ تین روایات ہیں جن کا ایک دوسرے سے صرف جزوی امور میں اختلاف ہے۔ یہ روایتیں محمد الکلبی (م ۱۴۶ھ) ابن اسحاق (م ۱۵۰ھ) اور عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (م ۱۵۰ھ) سے منقول چلی آتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قصی نے اپنے بچپن اور عنفوان شباب کا زمانہ اپنے وطن سے دوری اور گمنامی میں بسر کیا۔ وہ کلاب بن مرہ کے چھوٹے بیٹوں میں تھے جو قریش کی نسل سے تھا اور جن کی جگہ مکے میں بنوخزاعہ کو سیادت حاصل ہوگئی تھی۔ ان کا والد ان کی ولادت کے بعد ہی فوت ہوگیا تھا اور ان کی ماں فاطمہ بنت سعد بن سیل جس نے دوبارہ شادی کرلی تھی اور جس کا دوسرا شوہر بنوعذرہ قبیلے سے تھا' اسے اس قبیلے کے پاس جزیرۃ العرب کے شمال میں لے گئی (سرغ کے نواح میں بقول الکلبی اور ابن سعد: ۱/ ل ۳۶' ۲۵) جو تبوک کے قریب حجاز کی شامی سرحد پر (یاقوت: معجم' طبع wustenfeld ۳: ۷۷ یا عین شمالی سرحد کے اندر یرموک کے نزدیک (البکری ص ۷۷۲) ایک مقام ہے۔ یہاں ان کے اصلی نام زید کو بدل کر قصی کر دیا گیا جو مادہ ق 'ص ' ی' بمعنی ''دور ہو جانا'' سے مشتق ہے۔

''اپنی صحیح اصلیت اپنی والدہ سے معلوم ہو جانے کے بعد وہ مکہ واپس آ گئے جہاں ان کی شادی خزاعی سردار حُلیل بن حُبشیہ کی بیٹی (حبی) سے ہوگئی جس کے پاس کعبہ کی تولیت اور حج سے متعلق سب انتظامات تھے۔ اس تعلق سے انہوں نے جلد ہی شہر میں

ایک مقتدر حیثیت حاصل کر لی اپنے خسر کی وفات پر قصی ان کاموں کے سرانجام دینے میں اس کے جانشین بن گئے جو اس سے متعلق رہے تھے۔ یہ جانشینی اس نے بنوخزاعہ سے طویل کشمکش اور جنگ وقتال کے بعد حاصل کی۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۶ ص ۳۱۸)

بعد ازاں قصی نے کعبہ معظمہ کی تعمیر وتجدید وتطہیر فرمائی۔ سرسید احمد خاں اس تعمیر کے بارے یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک مدت بعد پھر کعبہ میں کچھ نقصان آ گیا اور بجز اس کے کہ سیلاب سے نقصان پہنچا ہو جو اب بھی کبھی آ جاتا ہے اور کوئی سبب نقصان کا معلوم نہیں ہوتا اس وقت قصی ابن کلاب نے اسے بنایا اگرچہ اس تعمیر کا زمانہ بھی ٹھیک معلوم نہیں ہے، مگر جو کہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قصی چھ پشت پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اس لئے غالباً یہ تعمیر دو سو سال پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ہوئی تھی۔ (خطبات الاحمدیہ ص ۳۲۳)

دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۵ پر اس تعمیر کا ذکر اس طرح درج ہے "الزبیر بن بکار قاضی مکہ نے کتاب "نسب قریش واخبارہا" میں قصی بن کلاب کی تعمیر کعبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ الماوردی نے (الاحکام السلطانیہ) میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد قریش میں قصی بن کلاب پہلا شخص تھا جس نے کعبے کو از سرنو تعمیر کیا۔ (شفاء الغرام ص ۹۲ تا ۹۵، السہیلی الروض الانف ص ۱۲۷ تا ۱۳۰) نیز الازرقی کی روایت کے مطابق کعبہ کو سب سے پہلے مسقف (چھت دار) قصی نے ہی بنایا اور اس میں ستون بھی لگائے۔ اس تعمیر کا ذکر علامہ احمد الصاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ج ۳ ص ۸۳، علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۵۶، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصغیر ج ۱ ص ۵۵ میں اور حاشیہ الترمذی ص ۱۷۹ پر بھی مندرج ہے۔

قصی نے تعمیر کعبہ کے بعد حاجیوں کی بہبود کے لئے بہترین انتظامات کئے اس

نے (سقایہ) حاجیوں کو پانی پلانے اور (رفادہ) حاجیوں کو کھانا کھلانے کے انتظام کرنے کے لئے تنظیمیں بنائیں۔ قریش نے حاجیوں کے لئے چمڑے کے حوض بنائے جن میں حج کے ایام میں پانی بھر دیا جاتا تھا حجابہ اور اللوا کا منصب بھی ان کے ہی پاس تھا۔

مشعر الحرام پر روشنی کرنے کا انتظام سب سے پہلے انہوں نے ہی کیا۔ قریش کی تنظیم نو میں بھی ان کا بہت ہاتھ ہے اسی لئے ان کو قصی المجمع کہتے ہیں۔

کعبہ شریف کی خدمات انہوں نے اپنے چار بیٹوں عبدالدار' عبد مناف' عبدالعزیٰ' عبد قصی کے ذمے لگائیں۔ وہ خدمات ان کے خاندان میں نسل بعد نسلاً چلی آئیں نیز کعبہ شریف کے قریب ان کا بنایا ہوا مکان قریش کا ''دارالندوہ'' بن گیا جس جگہ قریش اکٹھے ہو کر اپنے اجتماعی کام کیا کرتے تھے۔ یہاں وہ جنگ یا صلح سے متعلق مسائل پر باہمی صلاح مشورہ کرتے تھے۔ نیز العجول کے کنوئیں کی دریافت اور کھدائی کا کام بھی قصی نے کیا۔

قریش قصی کو اپنا حقیقی مورث اعلیٰ تصور کرتے تھے۔ قصی کے بعد قریش کے انتظامی امور عبد مناف کے سپرد ہوئے۔ اس طرح یہ مناصب بتدریج ہاشم سے عبدالمطلب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان) کے سپرد ہوئے۔ جس میں ہاشم نے انتظامی امور کو نہایت احسن طریقے سے ترقی دی اور سخاوت و فیاضی کے دریا بہا دیئے۔ حاجیوں کی سہولیات کے لئے انہوں نے اپنے جد امجد کے طریقوں کو مزید جلا بخشی۔ بعینہٖ حضرت عبدالمطلب بھی اس کارِ خیر کو انجام دیتے رہے۔

(مآخذ: ابن سعد' طبقات ج ۱ ص ۳۶ تا ۴۲' ص ۷۰' ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۰۷' شبلی نعمانی: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۱۶۳' ۱۶۴' قطب الدین تاریخ مکہ ج ۳ ص ۱۰۷' البلاذری' فتوح البلدان ص ۴۸' یاقوت الحموی: معجم البلدان ج ۳ ص ۱۹ تا ۲۰' البکری: المعجم' ابن ہشام: السیرت ج ۱ صفحہ ۷۵ تا ۸۴' الطبری ج ۱ صفحہ ۱۰۹۲ تا ۱۱۱۰' ازرقی: اخبار مکہ ج ۱ صفحہ ۶۰ تا ۶۶ و صفحہ ۲۶۴ تا ۲۶۵' الیعقوبی: تاریخ ج ۱ ص ۲۷۳ تا ۲۷۸' البلخی: البدء والتاریخ ج ۴' ص ۱۲۶ تا ۱۲۷' ابن قتیبہ: معارف ص ۳۴' ابن درید: الاشتقاق ص ۹۷-۱۳)

# ۱۵- واقعہ فیل

یہ واقعہ حضرت عبدالمطلب کے زمانے میں پیش آیا اس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھیوں والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا ان کے مکر کو غلط نہیں کر دیا اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے۔ وہ ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے۔ پھر ان کو کھائے ہوئے بھس کی مانند کر ڈالا۔

اس واقعہ میں کعبہ مقدسہ کی حرمت و عظمت کو اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے اور اس واقعہ سے بیت العتیق کی شان و عظمت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ واقعہ فیل کا خلاصہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۵ ص ۱۰۹۷ تا ۱۰۹۸ پر اس طرح رقم ہے کہ:

حبشی جرنیل ابرہۃ الاشرم جو یمن پر حبشی تسلط کے بعد وہاں کا گورنر بنا تھا۔ کعبہ شریف کو گرانے کے لئے ایک لشکر جرار لے کر حملہ آور ہوا خوف و ہراس پیدا کرنے کی خاطر وہ لشکر کے ساتھ ہاتھی بھی لایا۔ یلغار کرتا ہوا جب مکے کے قریب ''المغمس'' کے مقام پر پہنچا تو قریش مکہ کو پیغام بھیجا کہ میں لڑائی کے لئے نہیں بلکہ بیت اللہ کو گرانے آیا ہوں لوگ دہشت کے مارے شہر چھوڑ گئے مگر اگلے دن ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ بھیجے جو سنگریزے اور کنکریاں برساتے آئے اس سنگ باری کے باعث ابرہہ کے لشکر میں چیچک (واللہ اعلم بالصواب) کی شدید وبا کے جراثیم پھیل گئے۔ جس کے نتیجے میں ابرہہ اپنے لشکر سمیت نیست و نابود ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے گھر کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔

(تفسیر المراغی ۳۰: ۲۴۲، روح المعانی: ج ۳، ص ۲۳۴، سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۳، الزمخشری: الکشاف، الواقدی، کتاب المغازی، ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر مظہری البیضاوی، تفسیر البیضاوی، السیوطی، الاتقان، صدیق حسن خاں: فتح البیان)

اس واقعہ میں بعض مفسرین نے مرض چیچک کا ذکر کیا ہے کہ ابرہۃ الاشرم کے لشکر کو اس کا عارضہ ہوا تھا۔ لیکن اس عذاب الٰہی کو چیچک کے مرض تک ہی محدود کر دینا درست نہیں بلکہ اس عذاب الٰہی کی نوعیت کے صحیح علم کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اس کے علاوہ دیکھئے تفاسیر میں سے تفسیر مواہب الرحمٰن، تفسیر در منثور، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بغوی، تفسیر مدارک، تفسیر موضح القرآن، تفسیر نعیمی، تفسیر حقانی، تفسیر روح البیان، تفسیر کشف الاسرار، تفسیر حسینی، تفسیر عزیزی، تفسیر تفہیم القرآن وغیرہ میں سورۃ فیل کی تفسیر۔

## ۱۶۔ قریش اور تعمیر کعبہ مکرمہ

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کی ہوئی۔ ایک عورت کے ہاتھ سے جو بخورات جلا رہی تھی کعبے کو آگ لگ گئی اور عمارت تباہ ہو گئی اور ایک دوسری روایت کے مطابق پہاڑی نالوں کا پانی بھی اس میں داخل ہو گیا جس سے عمارت شکستہ ہوئی اور اس کے گرنے کا ہر وقت اندیشہ رہتا تھا۔ انہیں ایام میں رومی تاجروں کا ایک بحری جہاز سمندری لہروں کی بدولت ساحل جدہ (شعیب) پر چڑھ گیا اور وہ تباہ ہو گیا۔ قریش نے ان سے اس کی لکڑی خرید لی اور جہاز والوں کی تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور قریش نے ہمدردی کے طور پر بلا محصول ان کو مکہ معظمہ میں مال فروخت کرنے کی اجازت دے دی اسی جہاز میں ایک رومن کیتھولک عیسائی انجینئر ''باقوم'' نامی موجود تھا۔ قریش نے اسے کاریگر سمجھتے ہوئے خانہ کعبہ کی تعمیر کی پیش کش کی وہ اس پر راضی ہو گیا آخر قریش نے باہمی مشورہ کیا کہ اپنی پاکیزہ کمائی سے اس پاکیزہ عمارت کو تعمیر کریں۔ انہیں دنوں ایک سانپ خانہ کعبہ کی عمارت پر دن کے وقت آ کر بیٹھا کرتا تھا جس نے

بڑی ہراسانی پھیلائی ہوئی تھی اور لوگ بہت ہی خوف زدہ تھے۔ اچانک ایک دن ایک پرندہ اسے اچک کر لے گیا۔ قریش مکہ نے اسے اچھا شگون سمجھا کیونکہ قریش مکہ کعبہ کو منہدم کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے لیکن سانپ والے واقعہ کے بعد وہ کعبہ شریف کی تعمیر پر مکمل متفق ہو گئے پھر قریش مکہ نے کعبہ شریف کے حصے آپس میں تقسیم کر لئے بنی زہرہ اور بنی عبد مناف کے حصہ میں دروازے والی دیوار بنی مخزوم اور قریش کے وہ قبیلے جو ان کے کام میں شامل ہو گئے تھے کے حصے میں رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان کا حصہ بنی جمح اور بنی سہم کے حصہ میں کعبہ کی پچھلی دیوار اور حطیم والا حصہ بنی عبدالدار بنی اسد اور بنو عدی کے حصہ میں آیا۔

کعبہ معظمہ کے ڈھانے کا مرحلہ بھی کافی مشکل تھا۔ ہر ایک خوف کھا رہا تھا کہ بیت اللہ شریف کو ڈھانے سے کہیں وہ کسی آفت میں مبتلا نہ ہو جائے چنانچہ اس خوف وخطر کے بندھن کو سب سے پہلے ولید بن مغیرہ نے توڑا اور وہ کدال لے کر دیوار پر چڑھ گیا اور اسے ڈھانے لگا۔ پھر تو سب قریش اس کام میں مصروف ہو گئے۔ اس تعمیر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوسروں کی طرح پتھروں کو اٹھاتے لے جاتے تھے۔ جب قریش اسے اساس ابراہیم علیہ السلام تک ڈھا چکے اور سبز رنگ اور اونٹ کے کوہان جیسے ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے پتھر ظاہر ہوئے۔ اس کو اکھیڑنے کی کوشش کی گئی تو خطرناک آواز پیدا ہوئی چنانچہ وہ اساس ابراہیم علیہ السلام کو اکھیڑنے سے باز رہے۔ اس وقت پتھر پر کندہ کچھ الفاظ بھی ملے جس میں اس گھر کی حرمت کا ذکر تھا۔

جب ساری عمارت منہدم ہو گئی تو عمارت کے لئے جمع کیا ہوا سامان اس تعمیر کے لئے ناکافی تھا۔ خصوصاً چھت کی لکڑی کم تھی۔ اس لئے انہوں نے عمارت کا طول چھوٹا کر دیا۔ چھ ذراع اور ایک بالشت زمین حجر کی طرف چھوڑ دی۔ اس طرح ''حطیم'' کا حصہ کعبہ کی عمارت سے باہر رہ گیا۔ یہ حقیقۃً کعبہ شریف کا ہی حصہ تھا۔ انہوں نے کعبہ

شریف کی عمارت کی بنیاد چھت کے لحاظ سے نئی کھودی انہوں نے کعبہ شریف کی کرسی چار ذراع اور ایک بالشت بنائی اور کرسی کی بلندی پر ہی دروازہ بنایا تاکہ نالے کا پانی اندر نہ آسکے اور کوئی شخص بغیر سیڑھی کے اس میں نہ جا سکے۔ اس حکمت سے جس کو چاہیں جانے دیں یا نہ جانے دیں۔

جب تعمیر کرتے وقت وہ حجر اسود کے مقام تک پہنچے اور حجر اسود کے لگانے کی نوبت آئی وہ تمام ایک دوسرے سے نزاع کرنے لگے کہ حجر اسود کو اٹھا کر اس مقام پر رکھنے کا میرا حق ہے۔ غرض یہ بحث طول پکڑنے لگی آخر ابوامیہ بن مغیرہ کے سمجھانے پر بحث اس امر پر ختم ہوئی کہ کل صبح سب سے پہلے جو اس راستہ سے آئے اسی کو منصف قرار دیا جائے اور اس کا فیصلہ حرف آخر تصور کیا جائے۔ چنانچہ دوسرے روز صبح آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس راستے سے سب سے پہلے نمودار ہوئے سب نے بیک آواز کہا لو وہ امین آ گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلہ فرمایا وہ صرف اور صرف ایک نبی' ایک رسول کا فیصلہ ہی ہو سکتا ہے۔ انسانی عقلیں حیران رہ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھا کر اس میں حجر اسود اٹھا کر رکھا اور قبائل قریش کو ایک ایک کونہ پکڑ کر حجر اسود کے مقام تک لے جانے کے لئے فرمایا۔ پھر اپنے دست مبارک سے اسے اس کے اصل مقام پر رکھ دیا۔ اس طرح یہ خونی مرحلہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق و محبت میں بدل دیا۔

قریش نے تعمیر کے وقت خانہ کعبہ کی بلندی نو ہاتھ کی بجائے اٹھارہ ہاتھ کر دی' جو پہلی بلندی سے دوگنی تھی۔ قریش اس پر غلاف کے طور پر سفید سوتی کپڑا ڈالتے تھے اور روشن دان بھی بنایا اور پرنالہ حطیم کی طرف رکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی تعمیر کے بارے میں فرمایا کہ حطیم کعبہ ہی کا حصہ تھا لیکن قریش نے اسے عمارت سے باہر ہی رہنے دیا نیز فرمایا کہ قریش نے عمارت کعبہ میں کمی کر دی تھی اور ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کو مدنظر نہ رکھا گیا۔

اس نقشۂ کعبہ شریف میں سیاہ لکیر والا حصہ قریش نے تعمیر کیا اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کو اتنا کم کر دیا جتنا باہر کی طرف نقطوں سے ظاہر ہے۔
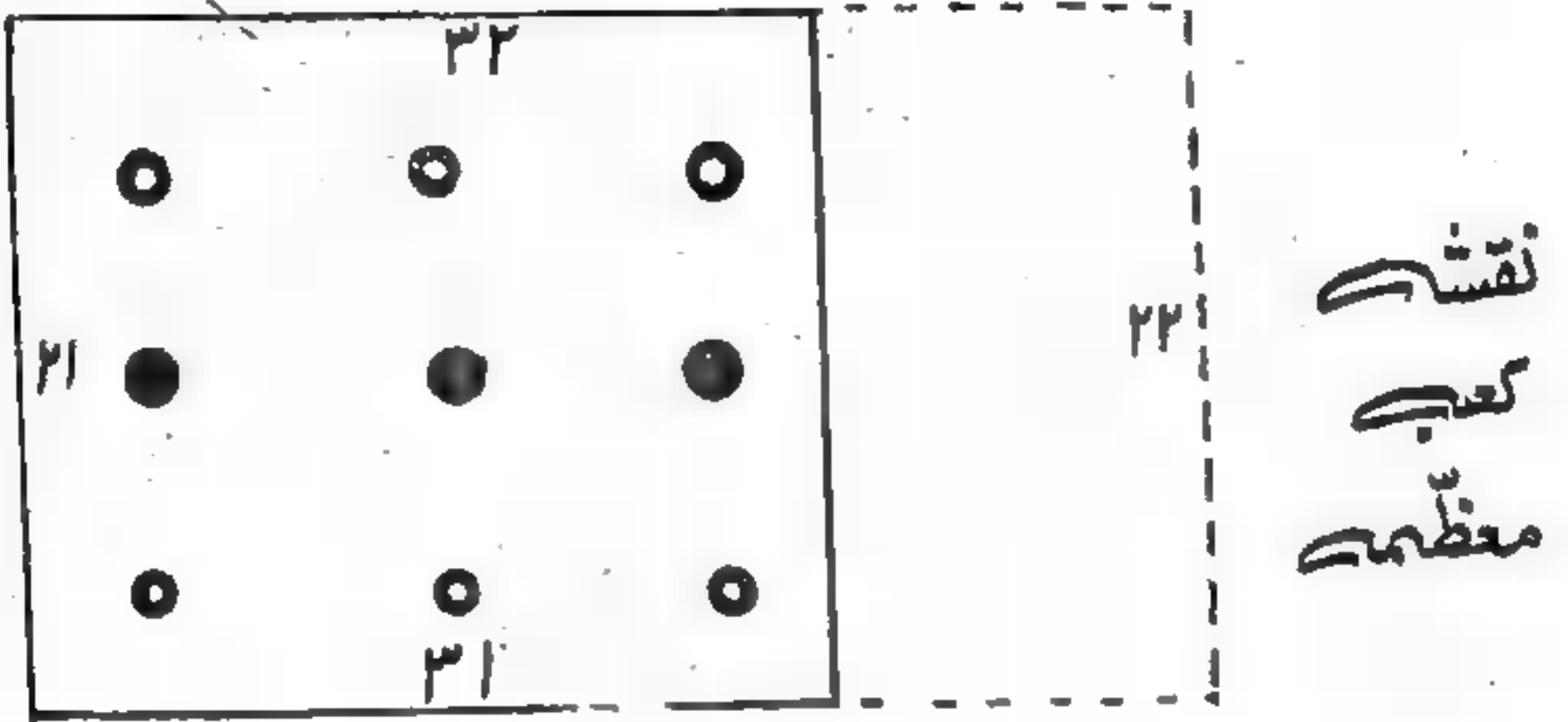
قریش نے کعبہ کے اندر چھ ستون بنائے تھے جو ہلکے دائروں میں نظر آ رہے ہیں لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے درمیانی تین ستونوں پر خانہ کعبہ کی چھت کو کھڑا کیا جو اب تک موجود ہیں۔

(ابن ہشام: السیرۃ ج ا ص ۱۸۰ تا ۱۹۰' الازرقی: اخبار مکہ ص ۱۰۰ تا ۱۱۰' دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷' ص ۳۲۵' السہیلی: الروض الانف ج ۲ ص ۱۳۵' الطبقات ابن سعد ج ا ص ۲۲۲ تا ۲۲۷' تاریخ طبری ج ا ص ۶۷' ۶۸' تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۶۰' خطبات الاحمدیہ ص ۳۲۳ تا ۳۲۶' کتاب خانہ کعبہ اردو ترجمہ کتاب "مقام ابراہیم علیہ السلام" از محمد طاہر الکردی المکی ص ۲۷' ۲۸' تاریخ کعبہ معظمہ از شیخ حسین باسلامۃ الحضرمی المکی)

## ۱۷۔ حضرت سرکار دو عالم ﷺ اور کعبہ معظمہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے مقدس شہر میں ہی پیدا ہوئے۔ یہاں بیت اللہ شریف جلوہ فگن تھا آپ کے اجداد اس گھر کے متولی تھے۔ حضرت قصی سے لے کر حضرت عبدالمطلب تک سب اس گھر کی حفاظت و تولیت میں کوشاں رہے۔ حضرت قصی نے بیت اللہ شریف کی تولیت بنو خزاعہ سے بصد کوشش حاصل کی اور پھر انہوں نے اس کی

تعمیر و تطہیر میں نمایاں کام سرانجام دیئے۔ انہوں نے حاجیوں کی سہولت کے لئے بہترین انتظام کیئے ان کے بعد ان کے صاحبزادے عبدمناف نے اس کام کو انجام دیا بعدازاں حضرت ہاشم نے اپنے پیش روؤں کے اس کام کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس کو چار چاند لگا دیئے۔ جب حضرت عبدالمطلب کا دور مبارک آیا تو آپ نے تطہیر کعبہ معظمہ میں کافی کوشش فرمائی اور چاہ زم زم کو دوبارہ کھود کر جاری کیا۔ اس سے حاجیوں کو انتہائی فائدہ پہنچا۔ اس طرح اس گھر سے متعلق آپ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآتے رہے آخر وہ آفتاب طلوع ہوا جس کا انتظار صدیوں سے ہوتا چلا آرہا تھا۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچپن اسی خطۂ مقدس کی پرنور فضاؤں میں گزارا۔ اس گھر اور اس شہر سے آپ کو انتہائی محبت تھی جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ کی جی بھر کر زیارتیں فرمائیں' طواف فرمائے اور اس کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو یکدم سماں ہی بدل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب و رشتہ دار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ قریش کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر وہ ظلم ڈھائے جن کی مثال ملنا دشوار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارکہ کا اکثر حصہ یعنی ترپین سال کا عرصہ اسی شہر میں گزارہ اور کعبہ معظمہ کی ضیاء پاشیوں کا مشاہدہ فرماتے رہے لیکن کعبہ معظمہ ان دنوں بتوں کے پجاریوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ مشرکوں نے بیت اللہ شریف کو بیت الاصنام بنا دیا تھا۔ تین سو ساٹھ بتوں کی موجودگی جو انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے والے تصور کیے جاتے تھے۔ یہ صراط مستقیم سے انتہائی کج روی کی علامت تھی۔ یہ گھر اس لئے نہیں بنایا گیا تھا کہ یہ اوثان و اصنام سے معمور ہو بلکہ اس میں توحید و الٰہیت

ہی کے نغمے مستور تھے۔ ظالم و جابر یہاں اپنے سرخم کر گئے اور فاسق و فاجر یہاں تائب و نادم ہوتے لیکن قریش اور اہل مکہ نے اسے اپنی مرضی اور عادت کے مطابق تبدیل کر دیا۔

آخر کار قریش کی ستم کاریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ حکم الٰہی سے یہ ہجرت واقع ہوئی۔ آپ نے انصار مدینہ کی جانثاریوں کے ساتھ مدینہ شریف میں ستم رسیدہ مسلمانوں کی تنظیم نو فرمائی۔ قریش مکہ اور بتوں کے پرستاروں نے حق کی شمع کو بجھانے کے لئے مدینہ منورہ تک حملے جاری رکھے تاکہ وہ خانہ خدا میں اپنی مرضی اور من مانی کرتے رہیں اور پتھروں کے صنموں کو خدائے قدوس کے سوا معبود برحق سمجھ کر اپنے سینوں سے لگائے رکھیں اور اس گھر کو صدائے لم یزل ولا یزال سے محفوظ نہ ہونے دیں یہ خود غرضی اور خود بینی کی انتہا ہے۔ آخر جنگ بدر و حنین اور احد و خندق اور پتا نہیں کتنے چھوٹے چھوٹے غزوات و سرایا سے ان شریف النفس و سراپا محبت نما ہستیوں کو دو چار ہونا پڑا۔ آخر فتح مبین کا دور آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی پیشگوئی فرما دی تھی کہ انشاء اللہ ہم اگلے ہی سال اس مقدس گھر کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ چنانچہ مکہ شریف فتح ہوا۔ متعصب پجاریوں کو منہ کی کھانا پڑی وہ نادم و پریشان تھے۔ احساس خطا سے ان کی گردنیں جھکی جا رہی تھیں آخر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے سراپا رحمت بلند ہوئی۔ فرمایا:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (۹۲:۱۲) (تم پر آج کوئی باز پرس نہیں)

تم حجابات کفر کی وجہ سے اندھے تھے آؤ آج میں تمہیں نور اسلام سے بینا کر دوں ان کی فطری بینائی و روشنی کا احیاء ہوا۔ غیر اللہ کی پرستش کا سہانا خواب و خمار یکدم ہرن ہو گیا۔ ان کو ذرّے ذرّے میں جلوۂ الٰہی نظر آنے لگا۔ وہ تائب و نادم ہوئے۔ اذہان و افکار یکسر بدل گئے۔ بت پرست دیکھتے ہی دیکھتے خدا پرست و خدا آگاہ بن گئے۔ یہی نہیں بلکہ وہ دنیا سے اپنی خدا آگاہی کا لوہا منوا گئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا تزکیہ فرمایا کہ ان کے قلوب واجسام اہل دنیا کے لئے روشنی کے مینار بن گئے۔ یہی گروہ صحابہ کبار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھا۔ جن کے سامنے جلیل القدر اولیائے کرام نے بھی اپنی ہستی کو نیست ونابود کر دیا۔ یہ شرفِ زیارتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ کی تطہیر فرمائی کعبے کے تمام بتوں اور تصاویر کو توڑ باہر کیا گیا۔ ایام جاہلیت کی تمام رسوم بد کو سختی سے بند کیا گیا۔ شعائر اللہ کی صحیح صورت حال واضح فرمائی گئی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل حج ادا فرمایا اور رسوم جاہلیت کو یکسر بند کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طواف کعبہ، سعی، عرفات میں قیام، مزدلفہ کی شب باشی اور منیٰ میں مناسک و جمار کے صحیح طریق کار سے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تمام ارکان صحابہ کبار علیہم الرضوان کے ہمراہ پورے فرمائے اور قیامت تک کے لئے حج اسلام کا پانچواں اور اہم رکن بنا دیا گیا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کو قیامت تک مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا۔

تعمیر کعبہ جو قریش نے کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باقی رہنے دیا۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ سے ہو جاتی ہے۔

۱ - عن عائشه زوج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لها الم تری ان قومك حين بنوء الكعبة اقتصر واعن قواعد ابراهيم عليه السلام فقلت يارسول الله الا تردها على قواعد ابراهيم عليه السلام لولا حدثان قومك بالكفر تفعلت فقل عبدالله لئن كانت عائشة سمعت هذا من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما اری رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ترك

استلام الرکنین الذین بلیان الحجرا لاان البیت لم تمم علی قواعد ابراھیم علیہ السلام ۔(الصحیح البخاری ج ا کتاب المناسک باب ۱۰۰۲)

زوج النبی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہاری قوم نے جب کعبہ کی عمارت بنائی تو ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد سے اسے چھوٹا کر دیا میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! پھر آپ اس کو مقام ابراہیمی کے مطابق کیوں نہیں بنا دیتے۔آپ (صلی اللہ علیہ وسلم ) نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا زمانۂ کفر ابھی حال ہی میں نہ گزرا ہوتا تو میں ایسا کر دیتا۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یقیناً سنا ہے میرے خیال میں یہی وجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجراسود کے قریب دونوں رکنوں کے بوسہ دینے کو ترک کیا اس لئے کہ خانہ کعبہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر پورا نہیں بنایا گیا۔

۲- عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت سئالت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عن الجدار من البیت هو قال نعم قلت فما لهم لم یدخلوه فی البیت قال ان قومك قصرت بهم النفقة قلت فما شأن بابه مرتفعا قال فعال ذالك قومك لید خلوا من شآء وایمنعوا من شآء ولو لا ان قومك حدیث عهد هم بالجاهلیة فاخاف ان تنکر قلوبهم ان ادخل الجدار فی البیت وان الصق بابه بالارض ۔

(الصحیح البخاری کتاب المناسک باب ۱۰۰۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کہ کیا دیوار خانہ کعبہ میں شامل ہے۔آپ نے فرمایا: ہاں۔میں نے کہا ان لوگوں نے اسے کیوں خانہ کعبہ میں داخل نہ کیا۔آپ

نے فرمایا کہ تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا تھا۔ میں نے پوچھا دروازے کا کیا حال ہے کہ اس کو بلند رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری قوم نے کیا ہے تاکہ جس کو چاہیں داخل ہونے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت سے قریب نہ ہوتا اور مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ ان کے دلوں کو ناگوار ہو گا تو میں دیوار کو خانہ کعبہ میں داخل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔

۳- عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها قالت قال لی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لو لا حداثة قومك بالكفر لنقضت البيت ثم لبنية على اساس ابراهيم (عليه السلام) فان قريش استقصرت بناء ه وجعلت له خلفا وقال ابو معاوية حدثنا هشام خلفا يعنی بابا ۔

(الصحیح البخاری کتاب المناسک باب۲ص۱۰۰۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو توڑ ڈالتا میں اسے بنیاد ابراہیمی پر بناتا۔ اس لئے کہ قریش نے اس کی عمارت کو چھوٹا کر دیا اور میں اس کے لئے خلف بناتا۔ ابو معاویہ نے بیان کیا کہ مجھ سے ہشام نے بیان کیا ہے کہ خلف سے مراد دروازہ ہے۔

۴- عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لما يا عائشة لو لا ان قومك حديث عهد بجاهلية لا مرت بالبيت فهدم فادخلت فيه ما اخرج منه والزقته بالارض وجعلت له بابين بابا شرقيا بابا غربيا فبلغت به اساس ابراهيم عليه السلام ۔(الصحیح البخاری کتاب المناسک باب۲ ۱۰۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تمہاری قوم سے جاہلیت کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا اور اس میں سے جو حصہ نکال دیا گیا ہے اسے میں اس میں شامل کر دیتا اور اس کو زمین سے ملا دیتا اور اس میں دو دروازے رکھتا ایک پورب کی طرف' دوسرا پچھم کی طرف کھلتا اور بنیاد ابراہیمی کے مطابق کر دیتا۔

یہ احادیث مبارکہ جمع الفوائد ج ا ص ۳۴۰' سنن ابی داؤد ص ۲۷۷' الصحیح المسلم ج ا ص ۴۲۹' حواشی بر جامع الترمذی ص ۱۷۸' موطا امام مالک اردو ترجمہ مطبوعہ ص ۱۹۹ تا ۲۰۱' یہی حدیث حاشیہ بر سنن ابن ماجہ ص ۲۱۲ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

الصحیح المسلم ج ا ص ۴۳۰ پر بیان کیا گیا ہے کہ خانہ کعبہ کی اصل بنیاد مثلث شکل کی تھی اور سنن ابی داؤد ص ۲۷۷ کے مطابق ''حطیم'' خانہ کعبہ کا ہی حصہ ہے۔ کا ذکر ملتا ہے۔

## ۱۸۔ خلافت راشدہ اور کعبہ مکرمہ

کعبہ معظمہ کی تعمیر کی حالت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھی خلافت راشدہ کے دور میں اس میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ یہ مسلمانوں کے لئے سب سے اہم مقام تھا یہاں ہر سال ہزاروں فرزندان توحید حج کے ارکان ادا کرتے رہے چونکہ یہ مسلمانوں کا قبلہ منتخب ہو چکا تھا۔ لہٰذا اصحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کی اہمیت کو ہمیشہ مدنظر رکھتے تھے اور وہ کعبہ مکرمہ پر باقاعدہ غلاف چڑھاتے رہے اور دیگر حاجیوں کی سہولیات کے لئے بھی نمایاں کوششیں کرتے رہے۔ عہد خلاف راشدہ میں مزید کسی قسم کی تبدیلی اس لئے بھی رونما نہیں ہوئی کہ وہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی من و عن پیروی کرتے رہے اور اپنی مرضی کرنے سے گریزاں رہتے تھے۔

# ۱۹- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

# اور تعمیر کعبہ مکرمہ

آپ زبیر بن العوام کے فرزند تھے جو قریش کی ایک شاخ عبدالعزیٰ سے تعلق رکھتے تھے ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے۔ انہوں نے آپ کو متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ آپ کی ولادت ہجرت سے بیس ماہ بعد ہوئی (تقریباً ذوالقعدہ ۲ھ مئی ۶۲۴ء کو اور شہادت مبارکہ جمادی الاولیٰ یا آخرۃ ۷۳ھ ۱۴ اکتوبر یا ۳۰ نومبر ۶۹۲ء کو شامی افواج کے خلاف جو حجاج بن یوسف کے زیر قیادت تھی حاصل فرمائی۔

وہ ہجرت کے بعد مہاجرین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں سب سے پہلے مولود تھے اور آپ کے والدین کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات (۶۰ھ ۶۸۰ء) پر عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تو کربلا میں شہید ہو گے اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر اپنے طرف داروں کی فوج تیار کرنے لگے۔ ادھر شامی فوج ۲۷ ذوالحجہ ۶۳ھ مطابق ۲۷ اگست ۶۸۳ء کو ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو گھیرنے کے لئے مکہ کی طرف بڑھی۔ ۲۶ محرم ۶۴ھ کو اس فوج کو یزید کے مرنے کی خبر پہنچی چنانچہ محاصرہ اٹھالیا گیا اس طرح ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو فتح ہوئی اور آپ کو یزید کے مخالفین نے خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اسی دوران آپ نے تعمیر کعبہ فرمائی جو یزید کی فوج کے حملے کی وجہ سے شکستہ ہو گیا تھا (اس تعمیر کا ذکر تفصلاً آگے بیان کیا جارہا ہے) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عہد خلافت نو برس رہا۔

جب عبدالملک بن مروان کا دور حکمت آیا تو اس نے حجاج بن یوسف کو اہل مکہ سے نپٹنے کے لئے بھیجا۔ یکم ذوالقعدہ ۷۲ھ مطابق ۲۵ مارچ ۶۹۲ء کو مکہ معظمہ کا محاصرہ شروع ہوا اور یہ محاصرہ چھ ماہ سے زیادہ عرصہ جاری رہا۔ اس دوران مکہ معظمہ اور خانہ کعبہ سنگ باری کی زد میں رہے۔ آخر ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھیوں نے حجاج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے لیکن آپ بہادرانہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کی نعش مبارک کو سولی پر لٹکایا گیا۔ آخر کار ان کی لاش عبدالملک کے حکم سے ان کی والدہ کو دے دی گئی۔ انہوں نے اسے مدینہ شریف میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں دفن کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شمار بہادر صحابہ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے گول درہم بنائے۔ درہم کے ایک طرف ''محمد رسول اللہ'' اور دوسری طرف ''امر اللہ بالوفاء والعدل'' کندہ تھا۔ آپ رات بھر قیام فرماتے اور سارا دن روزہ رکھتے۔ عبادت گزاری اور تلاوت قرآن پاک کی وجہ سے آپ مشہور ہیں۔ شوق عبادت اور مسجد سے دل بستگی کی بدولت آپ کو ''حمامۃ المسجد'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے پہلی مرتبہ دیباج کا غلاف کعبہ تیار کیا۔

(تلخیص از' تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۳۰۱' الطبری: التاریخ! محمد بن حبیب: المحبر ص ۲۴ و ص ۴۸۱' البلاذری: انساب ج ۴' بمواضع کثیرہ' ابن حزم: جمہرۃ الانساب العرب ص ۱۱۲' الکتبی: فوات ج ۱' ص ۴۴۵ تا ۴۵۰' ابن عبدالحکیم: فتوح افریقہ مطبوعہ الجزائر ص ۳۸ تا ۴۷' الذہبی' سیر اعلام النبلاء ج ۳' ص ۲۴۴ تا ۲۵۶' ابن عبدالبر: الاستیعاب ج ۵ ص ۳۵۲' ابونعیم: حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۲۹' ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۳۳۲ تا ۳۴۴' ابن خلدون العبر جلد ۲ ص ۱۹۰ تا ۱۹۵' ابن قتیبہ: المعارف ص ۴۶)

# تعمیر کعبہ معظّمہ

جب یزید نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف حصین بن نمیر کو ایک شامی لشکر کے ساتھ ۶۳ھ میں مکہ مکرمہ بھیجا تو ابن نمیر نے مکہ معظّمہ کا محاصرہ کیا اور جبل بوقبیس سے وہ منجنیقوں کے ذریعے برابر پتھر برساتا رہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے ساتھیوں نے کعبہ معظّمہ کے گرد خیمے نصب کر لئے اسی وجہ سے وہ ''العائذ بالبیت'' یعنی بیت الحرام میں پناہ لینے والے کہلائے۔

شامی لشکروں کے پتھروں کی بارش کی وجہ سے عمارت کعبہ معظّمہ کو کافی نقصان پہنچا۔ غلاف کعبہ کے ٹکڑے ہو گئے۔ اتفاقاً ایک خیمے کو آگ جو لگی تو آناً فاناً تیز ہوا کی بدولت وہ ساری عمارت کعبہ تک پھیل گئی اور تمام عمارت کعبہ جل گئی اس سے اس کے پتھر ایسے ہو گئے کہ کبوتر کے بیٹھنے سے بھی گر پڑتے۔ کئی جگہ دیواریں شق ہو گئیں حجر اسود کے تین بڑے اور کئی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان ٹکڑوں کو چاندی کی پٹی سے باندھ دیا۔ یہ واقعہ ۳ ربیع الاول ۶۴ھ کو پیش آیا۔ اس کے دس گیارہ دن بعد یزید مر گیا۔ جب یہ خبر مکہ معظّمہ پہنچی تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حصین بن نمیر سے کہا کہ دیکھو کعبہ بھی جل گیا اور امیر بھی مر گیا پھر ہم سے کیوں لڑتے ہو اس پر حصین بن نمیر اپنا لشکر لے کر پانچ ربیع الآخر ۶۴ھ کو مکہ معظّمہ سے شام چلا گیا۔ تب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے عمائد مکہ سے کعبہ کی تعمیر کو منہدم کر کے دوبارہ بنانے کے متعلق مشورہ کیا لیکن اس کام کے بارے میں اکثر نے پس وپیش کی۔

دریں حالات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو مکہ کو چھوڑ گئے۔ بہت

سے دوسرے لوگوں نے بھی شہر کو چھوڑ دیا کہ مبادا کوئی آسمانی آفت نازل ہو جائے۔

آخر خود عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ مصیبت زا کام شروع کیا اور کدال لے کر اوپر چڑھ گئے اور ڈھانا شروع کیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ پر کوئی آفت یا مصیبت نازل نہیں ہوئی تو دوسرے لوگ بھی اس کام میں آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بموجب فہمائش حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کعبہ کے چاروں طرف تختہ بطور دیوار کے کھڑا کر دیا اور کپڑے سے منڈھ دیا اور معمار اندر کی طرف کام کرتے رہے تاکہ قبلہ اور مطاف کا نشان باقی رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے مطابق کعبہ معظمہ کی تعمیر فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش مبارکہ کے مطابق ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حطیم (حجر) کو عمارت میں شامل کر لیا اور اس کے دو دروازے شرقاً غرباً زمین کے برابر رکھے تاکہ مشرقی دروازے سے داخل ہونے والا مغربی دروازے سے نکل جائے۔ طواف کے وقت چاروں کونوں کو بوسہ دیا جانے لگا۔

اس تعمیر میں تمام تر مکے کا پتھر اور یمن کا چونا استعمال کیا گیا۔ عمارت ستائیس گز اونچی کر دی گئی اور اندرونی ستون بھی تین کر دیئے گئے جو پہلے چھ تھے اور یہ تینوں ستون عمارت میں چھت کو سہارا دینے کے لئے بنائے گئے۔ کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اچھی لکڑی مل گئی تھی ''باقوم'' کی صلاح سے بنائی گئی کرسی بھی ختم کر دی گئی۔

حجر اسود کے رکھنے کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عباد اور جبیر بن شیبہ کو سمجھا دیا کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوں گے اور لمبی نماز پڑھائیں گے تو اس وقت تم دارلندوہ میں رکھے ہوئے حجر اسود کو اٹھا کر لے آنا اور اسے اس کی جگہ نصب کر دینا اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا اس طرح وہ نماز ختم کر لیں گے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور ایک رکعت پڑھا چکے تو عباد اور جبیر حجر اسود کو کپڑے میں لپیٹ کر دارلندوہ سے

لے آئے۔ جماعت کو چیر کر تختوں کی دیوار کے اندر لے گئے اور ان دونوں نے اسے مقررہ جگہ پر کھڑا کر دیا۔ پھر اللہ اکبر کہا۔ تب ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز ختم کر دی۔

(الازرقی: اخبار مکہ ص۱۴۲ تا ۱۴۴' شفاء الغرام ص۹۸' الطبری: التاریخ ج۴' ص۴۲۶' ابن خلدون: العبر ج۲ ص۱۶۰' اردو ترجمہ' دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص۳۲۶' تا ۳۲۷' خطبات الاحمدیہ از سر سید احمد خاں ص۳۲۶ تا ۳۲۷' الصحیح البخاری کتاب المناسک باب ۱۰۰۲' حاشیہ الترمذی ص۱۷۹ مطبوعہ ملتان' جمع الفوائد ج۱ ص۳۴۰' ۳۴۱' الصاوی علی الجلالین ج ۲ ص۲۴۱' تفسیر روح البیان ج ۲ ص۶۸۴' سفر نامہ ابن جبیر اردو ترجمہ ص۱۱۲ تا ۱۱۳' محمد طاہر الکردی: مقام ابراہیم علیہ السلام اردو ترجمہ ص۲۸' ۲۹' تاریخ کعبہ معظمہ۔

نقشہ خانہ کعبہ تعمیر از حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

باب الغربی
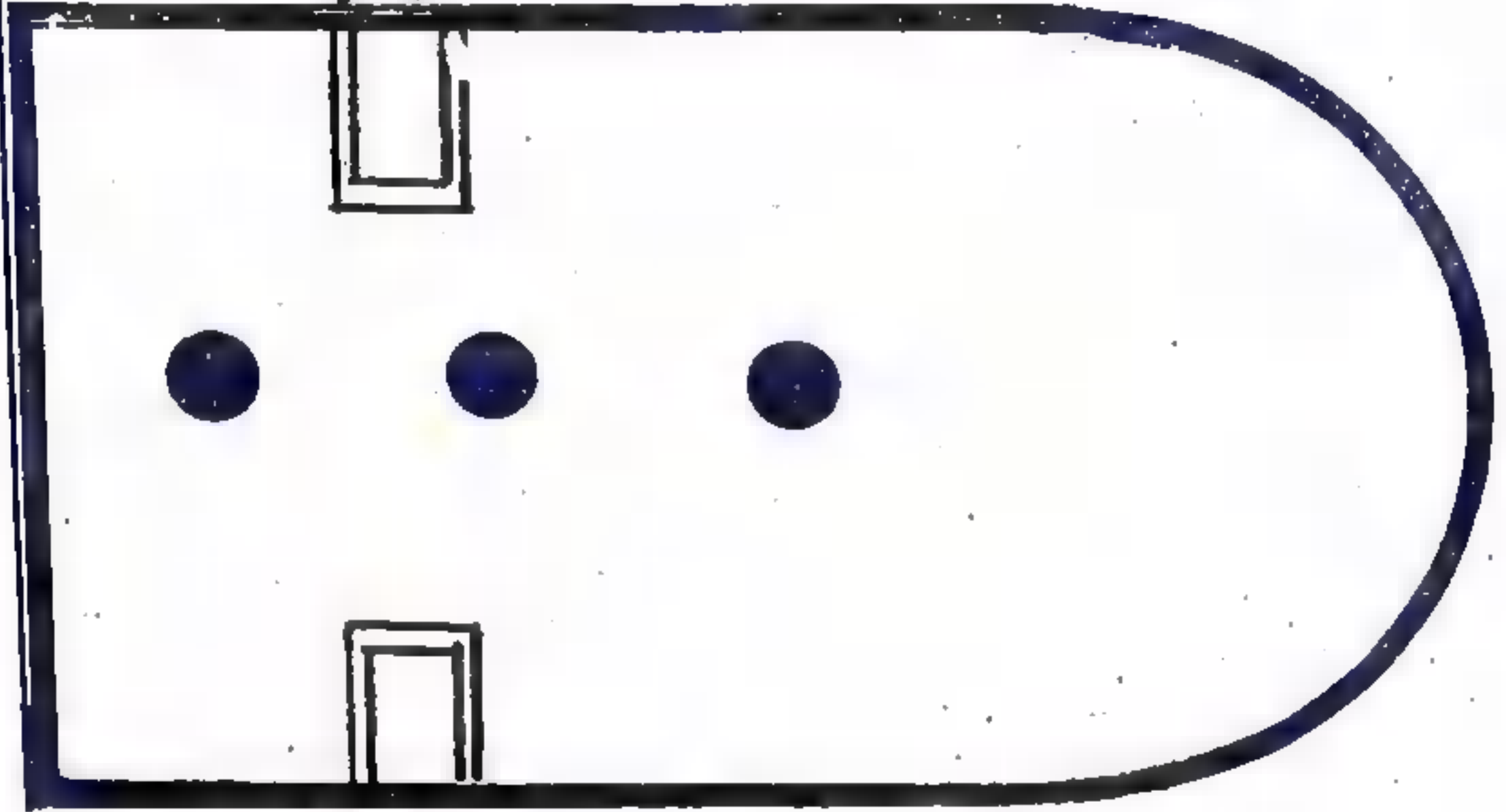
باب الشرقی

## ۲۰- حجاج بن یوسف و تعمیر کعبہ مکرمہ

حجاج بن یوسف' عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدالملک اموی خلفاء کا نہایت ہی چہیتا مشیر تھا۔ ان کی خاطر ہر جائز و ناجائز کر گزرتا۔ بحیثیت حکمران وہ انتظام سلطنت کی خاطر جلیل القدر شخصیات کو قطعی نظر انداز کر دیتا تھا۔ وہ نہایت ہی ظالم اور جابر حکمران تھا۔ اس کے ہاتھوں نے سینکڑوں باکمال ہستیوں کے پاکیزہ خون سے ہولی

کھیلی۔ بہت سے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو بھی اس نے بے دریغ شہید کیا اس نے بیت اللہ شریف پر سنگباری کرنے سے بھی ذرا دریغ نہ کیا۔

اس نے ۷۴ھ بمطابق ۶۹۳ء مکہ معظمہ کو تسخیر کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو شہید کر دیا اور اس نے عبدالملک کو لکھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعبہ معظمہ میں ایسی تبدیلیاں کی ہیں جو پہلے نہ تھیں اور ایک نیا دروازہ بھی بنایا ہے۔ چنانچہ عبدالملک نے مغربی دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ نیز حطیم کو دوبارہ کعبہ معظمہ سے علیحدہ کر دیا گیا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اضافات کو ختم کر دیا گیا۔ تقریباً چھ ذراع اور ایک بالشت کعبہ معظمہ توڑ دیا گیا اور قریش کی بنیاد پر دیوار کھینچ دی گی۔ لیکن باقی عمارت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی بدستور رکھی گئی۔ صرف وہ دیوار جو حجر کی جانب ہے اور غرب دیوار کا تیغہ اور شرقی دروازہ کی چار ذراع ایک بالشت اونچائی اور کعبہ کے اندر کی سیڑھی اور اس کے دونوں روشندان حجاج نے ہی بنائے تھے۔

بعدازاں جب خلیفہ عبدالملک بن مروان کو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث کا علم ہوا تو اس نے اظہار ندامت کیا تو کہنے لگا کہ میرے لئے یہ بہتر ہوتا کہ میں کعبہ معظمہ کو ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) کی بنا کردہ حالت پر چھوڑ دیتا۔ لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی کے پیش نظر کہنے لگا۔ بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ میں نے ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) کے برخلاف کیا۔

اس طرح کعبے نے عملاً پھر وہی صورت اختیار کر لی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھی اور آج تک بھی اسی شکل میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

(الازرقی: اخبار مکہ ص ۱۲۵ تا ۱۴۶ الفاسی: شفاء الغرام ص ۹۹ خطبات الاحمدیہ از سر سید احمد خاں ص ۳۲۹، ۳۳۰ دائرۃ معارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۷ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۵۰ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۹۶ الصاوی علی الجلالین ج ۲ ص ۲۴۱ حاشیۃ الترمذی ص ۱۷۹ تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۶۸۴ سفر نامہ ابن جبیر ص ۱۱۳ اردو ترجمہ محمد طاہر الکردی المکی: مقام ابراہیم علیہ السلام اردو ترجمہ ص ۵۱، ۵۲ تاریخ کعبہ معظمہ از حسین باسلامۃ الحضری المکی ص ۲۲)

## ۲۱-تعمیر کعبہ معظّمہ سے ہارون الرشید کا باز رہنا

عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے بھی ایک دفعہ کعبہ معظّمہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعمیر کے مطابق دوبارہ بنایا جائے اور حجاج بن یوسف کی بنائی ہوئی عمارت کو ختم کر دیا جائے نیز اس کا نظریہ یہ بھی تھا کہ اس نئی تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش مبارکہ کی تعمیل بھی ہو جائے گی اور ابراہیم علیہ السلام کا اسلوب تعمیر دوبارہ زندہ و تابندہ ہو جائے گا اسے یہ بھی علم تھا کہ قریش نے چھت کی لکڑی کی کمی کے پیش نظر کعبہ معظّمہ کا احاطہ کم کر دیا تھا جو ان کی مجبوری تصور کی جا سکتی تھی لیکن حجاج بن یوسف اور عبدالملک بن مروان نے فقط مخالفت کی وجہ سے کعبہ معظّمہ کو بلاوجہ چھوٹا کر دیا تھا۔ یہ ان کی ہٹ دھرمی اور خود پسندی کی علامت تھی ورنہ ان کے پاس لکڑی کی کوئی کمی نہ تھی۔ اس طرح ہارون الرشید کے سامنے یہ سارا پس منظر موجود تھا چنانچہ اس نے حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا:

> ''اے خلیفۃ المسلمین! اس ارادے سے باز رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ سلاطین اس گھر کی تعمیر کو ایک کھیل بنا لیں اور اپنی مرضی سے اس میں تبدیلیاں لاتے رہیں اور جب چاہیں اسے بڑا کر دیں یا چھوٹا کر دیں اور انہیں کوئی روکنے والا نہ ہو اس طرح لوگوں کے دلوں سے اس کی ہیبت جاتی رہے گی''۔

بعد ازاں ہارون الرشید نے اس ارادے کو چھوڑ دیا اور حجاج بن یوسف کی تعمیر ہی بدستور قائم رہی اور جو آج تک قائم ہے۔

(حاشیہ الترمذی ج ۱ ص ۱۰۹/ تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۵۷ مطبوعہ استنبول)

نیز خلیفہ ہارون الرشید نے حجر اسود کے ٹکڑوں کی مضبوطی کی خاطر اس میں آر پار

سوراخ کر کے چاندی بھروادی تھی۔ (شفاء الغرام ج ۱ ص ۱۹۲ تا ۱۹۳)

# ۲۲-قرامطہ کی خانہ کعبہ میں تخریب کاری

جعفر بن المعتضد المقتدر باللہ کے عہد حکومت میں قرامطیوں نے بہت زور پکڑا۔ ان کی ریشہ دوانیوں سے سلطنت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی ۳۱۹ھ میں ابو طاہر قرمطی جب مکے آیا تو اس نے حجاج پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ مال و اسباب جو پایا' لوٹ لیا۔ جس کو دیکھا قتل کر ڈالا۔ خانہ کعبہ کی بے حرمتی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ خانہ کعبہ کا دروازہ توڑ ڈالا اور غلاف کعبہ اتار کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ مقتولین کی لاشوں کو چاہ زم زم میں پھینک دیا۔ غریب حجاج چلا رہے تھے۔

"کیف یقتل جیران اللہ"

"اللہ کے ہمسایے کیوں قتل کیے جاتے ہیں"۔

ابو طاہر قرمطی جواب دے رہا تھا:

"لیس بجار من خالف اوامر اللہ و نواھیہ"

جو شخص اللہ تعالیٰ کے اوامر اور ممنوعات کی مخالفت کرتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ہمسایہ نہیں۔"

ایک شخص میزاب کو اکھاڑنے کی خاطر خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا' گرا اور اسی وقت مر گیا۔ ابو طاہر کہنے لگا۔ جانے دو یہ ابھی محفوظ رہے گا۔ حتیٰ کہ اس کا مالک یعنی مہدی آئے گا۔ پھر اس نے جعفر بن فلاح معمار کو حجر اسود کو کعبے سے اکھاڑنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے ۱۴' ذوالحجہ بروز سوموار حجر اسود کو اکھاڑا اور اسے اپنے ساتھ ہجر (الاحسا) لے گیا۔ خاصے عرصے تک بیت اللہ شریف حجر اسود سے خالی رہا اور لوگ تبرکا اس کی جگہ پر ہی ہاتھ رکھنے پر اکتفا کرتے رہے۔

جب عبداللہ مہدی کو ان واقعات کی خبر ملی تو اس نے ابو طاہر قرمطی کو تہدید کا خط لکھا

جس کا ترجمہ یہ ہے:

"مجھے تیرے خط دیکھنے سے تعجب پیدا ہوا کہ تو نے ایسی ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کیوں کیا اور تجھے ایسے افعال شنیعہ کرنے پر جرأت کیوں ہوئی۔ تو نے اس مکان کی بے توقیری کی جہاں زمانۂ جاہلیت میں خونریزی اور اس کے اہل کی اہانت حرام و ممنوع سمجھی جاتی تھی تو نے بہت بڑی زیادتی یہ کی کہ حجر اسود کو کھود لایا جو اللہ کا یمین سمجھا جاتا تھا' اور جس سے اللہ تعالیٰ کے بندے مصافحہ کرتے تھے اس ناشائستہ اور قبیح حرکت پر یہ خیال پیدا ہوا کہ میں تیرا شکر گزار رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے اس فعل شنیعہ پر لعنت کرے"۔

چنانچہ منگل ۳۳۹ھ میں یوم النحر کے دن حجر اسود کو واپس اس کی جگہ پر نصب کیا گیا کہتے ہیں کہ سبز بن حسن قرمطی نے حجر اسود کو دوبارہ اس کی جگہ پر نصب کیا تھا۔

(تاریخ ابن خلدون جلد پنجم ۱۹۵-۱۹۶' شفاء الغرام ج ۱ص ۱۹۳' دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۳۳)

## ۲۳- تعمیر سلطان مراد رابع

سلطان مراد رابع بن سلطان احمد سلاطین آل عثمان سے تھا۔ اس کی تعمیر کا سبب یہ ہوا کہ بدھ کے دن آٹھ بجے صبح ۱۹ شعبان ۱۰۳۹ھ میں مکہ اور اس کے اطراف میں سخت بارش ہوئی تو سیلاب مسجد حرام میں داخل ہو گیا اور کعبہ کے دروازے کے قفل سے بھی دو میٹر اوپر ہو گیا۔ اس کے اگلے دن جمعرات کو عصر کے وقت کعبہ کی شامی دیوار دونوں طرف سے گر گئی اور اس کے ساتھ مشرقی دیوار کا کچھ حصہ بھی جو باب شامی کے متصل تھا گر پڑا۔ صرف چوکھٹ کے بقدر حصہ باقی رہ گیا اور غربی دیوار دونوں طرف سے چھٹے حصے کے بقدر رہ گئی اور بیرونی طرف سے دو ثلث اور چھت کا کچھ حصہ بھی گر گیا جو شامی دیوار سے ملحق تھا۔ سلطان مراد نے بنائے کعبہ کا حکم دیا اس کی تعمیر ۱۰۴۰ھ میں مکمل ہوئی۔

اس نے یہ تعمیر حجاج کی طرح ہی کی۔

(محمد طاہر الکردی: مقام ابراہیم ص ۵۲-۵۳' شیخ عبداللہ الغازی الہندی: افادۃ الانام بذکر بلد الحرام' شیخ حسین باسلامۃ: تاریخ کعبہ معظمہ)

## ۲۴-موجودہ دور تک مزید تعمیر و مرمت کعبہ مکرمہ

کعبہ مکرمہ کی جو شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھی وہی آج تک چلی آرہی ہے عوام کا جذبۂ احترام کسی قسم کی معتد بہ تبدیلیوں کا ہمیشہ مخالف رہا ہے۔ کبھی کبھار مرمت کی ضرورت پیش آتی رہی۔ زمانۂ جاہلیت سے لے کر عصر حاضر تک یہ عمارت برابر سیلابوں کی زد میں رہی ۱۶۱۱ء میں جب اس کے گر جانے کا خطرہ پیدا ہوا تو اس خطرے کی روک تھام کے لئے اس کے گرد تانبے کا حلقہ ڈال دیا گیا مگر ایک نئے سیلاب نے ان حفاظتی تدابیر کو بھی بیکار کر دیا۔ اس لئے ۱۹۳۰ میں پوری طرح مرمت کر کے عمارت کو درست کر دیا گیا۔ اس دفعہ حتی الوسع پرانے پتھر ہی کام میں لائے گئے۔ (اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷' ص ۳۲۷)

۱۴۰۰ھ کے آغاز میں ہی چند مفسدین نے خانہ کعبہ میں تخریبی کارروائیاں کیں جسے حکومت نے بروقت سنبھال لیا۔ دو ہفتے تک طواف کعبہ بند رہا اور باجماعت نماز ادا نہ ہو سکی۔ اس تخریب کاری سے مسجد الحرام اور خانہ کعبہ کو بھی نقصان پہنچا جسے بعد میں درست کر لیا گیا۔

# ۲۵: مکہ معظّمہ میں آنے والے سیلابوں کی تفصیل اور خانہ کعبہ کو نقصان پہنچنے کا حال

شہر مقدس مکہ معظّمہ کو ہی نہ صرف بلکہ بیت اللہ شریف کو بھی متعدد سیلاب سے ناقابل تلافی نقصان پہنچتا رہا۔ درج ذیل تفصیل سے قارئین کو معلوم ہوگا کہ اگر طائف وغیرہ کے پہاڑوں پر بارش ہو جائے تو وہ بھی سیلاب کی شکل اختیار کر کے مکہ مکرمہ میں تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔

| نمبر شمار | سنہ ھ | تفصیلات |
| --- | --- | --- |
| ۱ | زمانہ جاہلیت | جرہم کے زمانہ میں ایسا تباہ کن سیلاب آیا جس سے کعبہ شریف منہدم ہو گیا چنانچہ جرہم نے نئے سرے سے اس کی تعمیر کی۔ |
| ۲ | ۱۷ھ | ظہور اسلام کے بعد پہلا تباہ کن سیلاب ۱۷ھ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں آیا۔ ایک عورت ام نہشل بنت عبیدہ بن سعید بن العاص بن امیہ کے ڈوبنے کی وجہ سے ''ام نہشل'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس سیلاب میں مقام ابراہیم علیہ السلام بہ گیا تھا جو بڑی کوشش کے بعد محلہ مسفلہ سے دستیاب ہوا۔ (اخبار مکہ ص ۱۷۵' اعلام الاعلام ص ۷۶) |
| ۳ | ۸۰ھ | خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ۸ ذی الحجہ کی صبح کے وقت زبردست سیلاب آیا اور پانی حرم شریف میں داخل ہو گیا۔ اس سے زبردست نقصان پہنچا۔ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴ | ۸۸ھ | کافی مدت تک بارش نہ ہونے کی وجہ سے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تنعیم میں نماز استسقاء پڑھائی جس کے بعد موسلادھار بارش ہوئی اور زبردست سیلاب آیا۔ (شفاء الغرام عنوان سیلاب مکہ) مزید تفصیل اس طرح ہے کہ اس سال ایسا قیامت خیز سیلاب آیا کہ شہر میں جس قدر حجاج اور مقامی آدمی تھے سب کو بہا کر لے گیا۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام "عام الحجاف" مشہور ہو گیا۔ الحجاف کے معنی بہالے جانے کے ہیں۔ حرم میں حجر اسود تک پانی بلند ہو گیا تھا اور پورا حرم جھیل نما نظر آتا تھا۔ (طبری واقعات ۸۰ھ) سیلاب کے بعد ایک مرض پھیلنے کی وجہ سے اس کا نام سیلاب مخبل مشہور ہوا۔ (تاریخ القویم ج ۲ عنوان سیلاب مکہ) |
| ۵ | ۲۰۸ھ | یہ سیلاب مامون الرشید کے زمانہ میں آیا۔ یہ اس قدر اچانک آیا کہ لوگوں کو خبر تک نہ ہو سکی۔ حرم مٹی، کیچڑ اور پتھروں سے بھر گیا جسے شہر کے لوگوں، حجاج اور عورتوں نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔ |
| ۶ | ۲۲۵ھ | اس سال چاہ زمزم میں پانی اس قدر زیادہ ہو گیا کہ کنوئیں سے نکل کر حرم میں پھیل گیا اور سیلاب کی صورت اختیار کر لی۔ |
| ۷ | ۲۵۳ | اس سال سیلاب کا پانی حرم شریف میں داخل ہو کر حجر اسود کے قریب پہنچ گیا۔ حرم شریف مٹی اور کیچڑ سے بھر گیا۔ (شفاء الغرام عنوان سیلاب مکہ) |

| | | |
|---|---|---|
| ۸ | ۲۶۲ھ | اس سیلاب میں حرم شریف کی تمام کنکریاں پانی میں بہ گئیں۔ اس کی بلندی حجر اسود کے قریب تک تھی اور تھوڑے فاصلے تک مقام ابراہیم کو بھی بہا کر لے گیا۔ (شفاء الغرام) |
| ۹ | ۲۷۹ھ | اس سیلاب میں سارا حرم شریف پانی سے بھر گیا جو کعبہ شریف کے دروازہ تک پہنچ گیا اور پانی چاہ زم زم میں بھی بھر گیا تھا۔ (شفاء الغرام) |
| ۱۰ | ۴۱۷ھ | اس سیلاب سے حرم شریف کا کتب خانہ خراب ہوا اور بہت سی کتابیں تلف ہو گئیں۔ |
| ۱۱ | ۵۶۹ھ | شدید بارش کے باعث باب بنی شیبہ سے حرم شریف میں پانی داخل ہو گیا' جو دار الامارات میں پہنچ گیا۔ |
| ۱۲ | ۵۷۰ھ | ۸۔ صفر پیر کے دن سخت طغیانی آئی اور باب ابراہیم کے دروازے کا کچھ حصہ پانی کی نذر ہو گیا۔ منبر شریف اور کعبہ مشرفہ کی سیڑھی بھی پانی میں بہ گئی۔ |
| ۱۳ | ۶۲۰ھ | سیلاب کا پانی کعبہ شریف میں داخل ہو گیا۔ جس کے باعث کعبہ شریف کے منہدم ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ فرما لیا۔ (تاریخ القویم ج ۲) |
| ۱۴ | ۶۶۹ھ | اس صدی کا شدید ترین سیلاب تھا جمعہ کے دن ۱۴ شعبان کو شروع ہوا۔ پانی حرم شریف میں داخل ہو گیا اور ۱۵ شعبان کی رات کو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ منبر شریف پانی پر تیر رہا تھا۔ غرقابی اور ہلاکت کے خوف سے لوگ حرم شریف میں نماز ادا نہ کر سکے۔ حرم شریف میں نہ اذان ہوئی اور نہ ہی طواف |

| | | |
|---|---|---|
| | | کی کسی کو ہمت ہو سکی۔ اس قیامت خیز منظر میں بھی ایک اللہ کا نیک بندہ جان پر کھیل کر طواف میں مصروف رہا اور لوگ اس کی جرأت، شجاعت اور مردانگی پر داد شجاعت پیش کر رہے تھے۔ (شفاء الغرام) |
| ۱۵ | ۷۳۰ھ | مکہ مکرمہ میں بارش نہ ہونے کے باوجود ندی نالوں میں سیلاب آ گیا اور دو دن تک حرم شریف میں پانی کھڑا رہا۔ (تاریخ القویم جلد۲) |
| ۱۶ | ۷۳۸ھ | ۱۰ر جمادی الآخر بروز جمعرات زبردست سیلاب آیا اور پانی حرم شریف میں داخل ہو کر کعبہ شریف کے اندر بھی ایک ایک بالشت تک چڑھ گیا۔ حرم میں بلند و بالا قندیلوں تک پہنچ گیا۔ منبر اور کعبہ شریف کی سیڑھی خس و خاشاک کی طرح پانی میں تیرنے لگی اور حرم شریف کا کتب خانہ متاثر ہوا۔ حرم شریف کیچڑ سے بھر گیا جسے لگاتار کئی دن تک نکالا جاتا رہا۔ سیلاب حرم کے تمام دروازوں سے داخل ہوا۔ اس کی شدت کے باعث باب بنی شیبہ اور باب ابراہیم کے علاوہ بہت سے ستونوں کے گرد تقریباً گیارہ فٹ گہرے گڑھے بن گئے تھے۔ اگر ان کی بنیادیں مضبوط اور بہت گہری نہ ہوتیں تو یقیناً سیلاب انہیں بہا |
| | | کر لے جاتا۔ حرم محترم کے اکثر دروازے گر گئے کعبہ شریفہ کے چاروں طرف چھ فٹ کے قریب پانی بلند تھا اور دہلیز کے اوپر سے پانی داخل ہوا اور تقریباً ڈیڑھ فٹ پانی اندر جمع ہو گیا۔ مطاف میں بلند و بالا کھمبوں پر نصب قندیلوں کی چوٹیوں سے پانی ان میں بھر گیا۔ (شفاء الغرام عنوان سیلاب مکہ) |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۷ | ۷۵۰ھ | سخت طوفان بادوباراں آیا' بجلیاں گریں اور مطاف میں قندیلوں کے تمام کھمبے زمین بوس ہو گئے۔ |
| ۱۸ | ۷۷۱ھ | میں سخت بارش اور ژالہ باری کے باعث سیلاب آیا۔ اولے بہت بڑے بڑے تھے حرم شریف میں پانی داخل ہو کر کعبہ شریف کے تالے تک پہنچ گیا۔ (تاریخ القویم ج ۲ سیلاب مکہ) |
| ۱۹ | ۸۰۲ھ | ۸/ جمادی الاول ۸۰۲ھ میں سخت بارش ہوئی جو ۹/ جمادی الاول کو اور بھی شدت اختیار کر گئی۔ پانی حرم شریف میں داخل ہو گیا۔ حرم جھیل کی طرح نظر آتا تھا۔ پانی کی سطح سات فٹ سے بھی بلند تھی۔ کعبہ شریف کی دہلیز سے پانی ڈیڑھ فٹ اونچا ہو گیا جس کے سبب اندر بھی داخل ہو گیا۔ کعبہ شریف کی سیڑھی بہا کر باب ابراہیم علیہ السلام کے قریب جا پھینکی حرم شریف میں رکھے ہوئے قرآن مجید بھی سیلاب کی ستم ظریفی سے نہ بچ سکے۔ صبح کی اذان ہوئی لیکن ساتھ ہی اعلان ہوا کہ حرم شریف کیچڑ سے اٹا پڑا ہے راستے سخت خطرناک ہیں لہٰذا اپنے گھروں میں نماز ادا کی جائے۔ یہ کیفیت نماز جمعہ تک رہی۔ خطبہ جمعہ منبر کی بجائے مسجد کے شمالی جانب رکن یمانی کی سمت' جہاں کچھ آدمی دوروز سے رکے ہوئے تھے۔ اسی جگہ خطبہ پڑھا |
| | | گیا۔ (شفاء الغرام عنوان سیلاب مکہ) |
| ۲۰ | ۸۲۵ھ | ۲۷/ ذی الحجہ ہفتہ کے دن صبح کی نماز کے بعد اچانک بارش شروع ہوئی اور سیلاب کا پانی حرم میں داخل ہو کر باب کعبہ کی دہلیز تک پہنچ گیا اور کعبہ شریف کی سیڑھی کو باب الحزورہ کے |

| | | |
|---|---|---|
| | | قریب جا پھینکا۔ (شفاء الغرام سیلاب مکہ) |
| ۲۱ | ۸۲۷ھ | ۲ر جمادی الاول نماز عصر کے بعد اچانک بارش شروع ہوئی دوسرے دن مغرب کے بعد اور بھی شدت اختیار کر گئی۔ شمالی دروازوں سے پانی حرم میں داخل ہو کر حجر اسود تک پہنچ گیا۔ حرم شریف میں کثرت سے کوڑا جمع ہو گیا۔ پانی خشک ہونے کے بعد بڑی کوشش سے صاف کرنا پڑا۔ (شفاء الغرام سیلاب مکہ) |
| ۲۲ | ۸۳۸ھ | حرم شریف میں پانی داخل ہو کر باب کعبہ کے قریب پہنچ گیا۔ |
| ۲۳ | ۸۳۸ھ | اسی سال دوبارہ سخت سیلاب آیا۔ جس نے حرم میں داخل ہو کر زم زم کے چبوترہ کا دروازہ گرا دیا۔ |
| ۲۴ | ۸۶۵ھ | سیلاب حرم میں داخل ہو کر کعبہ شریف کی دہلیز تک پہنچ گیا۔ |
| ۲۵ | ۸۶۷ھ | موسلا دھار بارش کے بعد شدید طغیانی آئی اور حرم شریف کے شمالی اور مشرقی سب دروازوں سے پانی اندر داخل ہو گیا۔ جس سے کعبہ شریف کا دروازہ دو فٹ تک ڈوب گیا۔ |
| ۲۶ | ۸۷۱ھ | اس سال بھی سیلاب نے خوب تباہی مچائی۔ حرم شریف' کعبہ شریف اور چاہ زم زم میں پانی بھر گیا۔ |
| ۲۷ | ۸۸۰ھ | سیلاب کے بارے یہ کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت اور اسلام کی تاریخ میں سب سے بڑا سیلاب تھا۔ صرف حرم شریف کے اندر |
| | | ۱۸۰ آدمی ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ |
| ۲۸ | ۸۹۵ھ | سیلاب حرم میں داخل ہو گیا اور حجر اسود تک پانی بلند ہو گیا۔ کئی مکانات تباہ ہو گئے۔ |
| ۲۹ | ۸۹۷ھ | شدید بارش کے بعد سیلاب آیا جو حرم میں بھی داخل ہو گیا۔ |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۰ | ۹۰۰ھ | سیلاب اتنا شدید تھا کہ حرم شریف میں داخل ہو کر حجر اسود تک بلند ہو گیا اور بہت سا مالی نقصان ہوا۔ |
| ۳۱ | ۹۰۱ھ | سخت بارش کے بعد شدید سیلاب آیا جو حرم شریف میں داخل ہو کر کعبہ شریف کے نالے تک پہنچ گیا۔ حرم شریف کی قندیلیں پانی میں ڈوب گئیں۔ |
| ۳۲ | ۹۲۰ھ | سیلاب حرم شریف میں داخل ہو گیا جس سے مطاف کی قندیلیں ڈوب گئیں۔ چاہ زم زم بھر گیا اور پانی باب کعبہ تک پہنچ گیا۔ |
| ۳۳ | ۹۷۱ھ | سیلاب اس قدر شدید تھا کہ پانی کعبہ شریف کے تالا تک پہنچ گیا اور ایک دن رات تک پانی مطاف میں کھڑا رہا۔ |
| ۳۴ | ۹۸۳ھ | شدید سیلاب آنے سے پانی حرم شریف میں داخل ہو کہ کعبہ شریف کے تالا تک پہنچ گیا۔ پانی ایک دن رات تک مطاف میں کھڑا رہا جس سے سات نمازیں با جماعت ادا نہ ہو سکیں۔ امیر المعظم احمد بک نے خدام حرم اور دوسرے لوگوں کی مدد سے مسفلہ کی طرف راستہ بنا کر پانی نکالا۔ بعدازاں حرم شریف کو صاف کر کے دھویا اور کعبہ مشرفہ کے اندر سے غسل دیا گیا۔ |
| ۳۵ | ۹۸۴ھ | یہ سیلاب بھی باب کعبہ تک پہنچ گیا۔ |
| ۳۶ | ۱۰۱۹ھ | شدید بارش سے سیلاب آیا اور حرم شریف میں داخل ہو گیا۔ |
| ۳۷ | ۱۰۳۳ھ | ۷ رجمادی الآخر کو بارش سے سخت سیلاب آیا اور پانی حجر اسود تک بلند ہو گیا۔ |
| ۳۸ | ۱۰۳۹ھ | مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح میں شدید بارش ہوئی۔ اتنی کہ |

| | | |
|---|---|---|
| | | مدت دراز سے نہ ہوئی تھی۔ جس سے زبردست سیلاب آیا اور پانی حرم شریف میں داخل ہو گیا کعبہ شریف میں بھی پانی بھر گیا پانی کی سطح مطاف کی قندیلوں تک بلند تھی اس سیلاب سے کعبہ شریف بھی منہدم ہوا۔ جس کی تعمیر سلطان مراد خاں نے کرائی تھی۔ (تعمیر سلطان مراد رابع کی تفصیل دیکھئے کتاب ہذا میں) |
| ۳۹ | ۱۰۵۵ھ | سیلاب کا پانی حرم شریف میں داخل ہو گیا اور باب کعبہ سے ڈیڑھ فٹ اونچا تھا اسی طرح چاہ زم زم کا چبوترہ تقریباً چھ فٹ پانی میں ڈوب گیا۔ |
| ۴۰ | ۱۰۷۳ھ | اس سیلاب میں بھی پانی حرم شریف میں داخل ہو کر باب کعبہ کے نصف سے بھی زائد تک بلند ہو گیا۔ |
| ۴۱ | ۱۰۸۱ھ | یہ سیلاب بھی حرم شریف میں داخل ہو کر باب کعبہ تک پہنچ گیا۔ |
| ۴۲ | ۱۰۹۱ھ | سیلاب کا پانی حرم شریف میں داخل ہو گیا اور کعبہ شریف نصف تک پانی میں ڈوب گیا۔ |
| ۴۳ | ۱۱۰۸ھ | شدید بارشوں کی وجہ سے سیلاب کا پانی باب کعبہ کے نزدیک تک پہنچ گیا۔ |
| ۴۴ | ۱۱۵۳ھ | شدید سیلاب آیا اور باب کعبہ تک پہنچ گیا۔ |
| ۴۵ | ۱۲۰۸ھ | شدید سیلاب آیا جو حرم شریف میں داخل ہو کر کعبہ شریف کے |
| | | تالے تک پہنچ گیا۔ |
| ۴۶ | ۱۲۰۸ھ | شدید بارش کی وجہ سے نماز فجر کے وقت اچانک سیلاب آیا اور حرم شریف میں داخل ہو گیا۔ جس سے قندیلیں ڈوب گئیں۔ چاہ زم زم بھر گیا اور پانچ نمازیں حرم شریف میں جماعت سے |

| | | |
|---|---|---|
| | | ادا نہ ہو سکیں۔ حرم شریف کے اندر اور باہر بہت سے لوگ سیلاب میں جاں بحق ہو گئے۔ |
| ۴۷ | ۱۳۲۵ھ | ۲۱ ذی الحجہ کو سخت بارش ہوئی جس سے مکہ شریف کے اطراف میں ندی نالے سمندر کی صورت اختیار کر گئے اور حرم شریف کے تمام دروازوں سے سیلاب کا پانی اندر داخل ہوا۔ |
| ۴۸ | ۱۳۲۷ھ | مصری حاکم عباس حلمی پاشا خدیو کے نام سے اس سیلاب کا نام "خدیو" مشہور ہوا۔ چونکہ موصوف حج سے فارغ ہو کر اس سال یہاں جا چکا تھا کہ ۲۳ ذی الحجہ کو سیلاب آیا اور حرم شریف میں داخل ہو گیا۔ تقریباً گیارہ فٹ تک پانی جمع ہو گیا نیز مطاف کیچڑ اور مٹی سے بھر گیا۔ |
| ۴۹ | ۱۳۲۸ھ | یہ سیلاب وادی نعمان کی جانب سے تیزی کے ساتھ آ کر حرم شریف میں داخل ہو گیا۔ |
| ۵۰ | ۱۳۵۰ھ | ساڑھے تین گھنٹے کی موسلا دھار بارش کے بعد وادی ابراہیم میں شدید سیلاب آیا جو مطاف میں تقریباً پانچ فٹ تک پہنچ گیا۔ |
| ۵۱ | ۱۳۶۰ھ | ماہ ربیع الاول کے ایک دن صبح سے بارش شروع ہو کر سارا دن ہوتی رہی عصر کے بعد اور بھی شدت اختیار کر گئی جس سے |
| | | سیلاب آ گیا۔ پانی حرم شریف میں داخل ہو کر کعبہ شریفہ کے دروازہ تک چڑھ گیا نماز اور طواف نہ ہو سکا۔ حرم شریف اور سڑکیں مٹی کیچڑ اور کوڑا کرکٹ سے بھری پڑی تھیں۔ |
| ۵۲ | ۱۳۸۸ھ | اس سال حج سے تقریباً ایک ہفتہ بعد زبردست بارش ہوئی جو |

| | | |
|---|---|---|
| | | سیلاب کی شکل اختیار کر گئی۔ کاروں کے نکاسی والے نالے میں جا پھنسنے سے پانی رک کر حرم شریف میں داخل ہو گیا جس سے حرم جھیل کی مانند جل تھل نظر آتا تھا۔ مطاف میں پانی کی سطح ۴ فٹ کے قریب بلند تھی اور زم زم کا کنواں پانی سے لبریز ہو گیا جو لوگ حرم شریف میں تھے ان کا باہر نکلنا ناممکن ہو گیا۔ طواف کرنے والے ایمانی جرأت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ اس خوفناک سیلاب میں بھی تیر کر طواف کعبہ کر رہے تھے۔ جب بارش رکنے کے بعد سیلاب کا زور ٹوٹا تو لوگوں نے مطاف اور حرم شریف کو صاف کیا۔ حج کے فوراً بعد سیلاب آنے کی وجہ سے زم زم کا کنواں بھی متاثر ہوا تھا۔ اس لئے حجاج زم زم کا تحفہ ساتھ لانے سے محروم رہے۔ |
| ۵۳ | ۱۳۸۹ھ | اسی طرح ۲۲ جنوری ۱۹۶۹ء یعنی ۱۳۸۹ھ بدھ کے دن صبح کے وقت پون گھنٹے کے قریب موسلا دھار بارش ہوئی اور حرم شریف جل تھل ہو گیا۔ مطاف میں قرآن مجید کی الماریاں کشتی کی طرح پانی پر تیرتی نظر آ رہی تھیں۔ |

(ماخوذ۔ (تاریخ مکۃ المکرمہ) محمد عبدالمعبود)

# ۲۶-تعمیر کعبہ کتنی دفعہ ہوئی؟

کعبہ معظمہ کی تعمیر کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا وہ کتنی دفعہ واقع ہوئی اور کن کن لوگوں نے اسے تعمیر کیا۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں اس بارے میں یوں مذکور ہے

**۱- قد بنیت خمس مرات احداها بناء الملئكة عليهم السلام قبل آدم عليه السلام والثانية بناء ابراهيم عليه السلام والثالثة بناء قريش فى الجاهلية والرابعة بناء عبدالله بن زبير رضى الله تعالٰى عنهما والخامسة بناء الحجاج وهو البناء الموجود اليوم** ۔ (تفسیر روح المعانی پ ۱۷ ص ۱۴۲)

کعبہ معظمہ کو پانچ دفعہ تعمیر کیا گیا۔ ان میں سے پہلی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں نے کی' دوسری تعمیر حضرت ابراہیم نے فرمائی تیسری دفعہ ایام جاہلیت میں قریش نے اسے تعمیر کیا۔ چوتھی تعمیر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمائی اور پانچویں دفعہ حجاج (بن یوسف) نے اسے بنایا اور اس کی تعمیر ہی آج تک موجود ہے۔

**۲- ان الكعبة الكريمة بنيت خمس مرات احداها بناء الملئكة اياها قبل آدم عليه السلام والثانيه بناء ابراهيم عليه السلام والثالثة بناء قريش فى الجاهلية والمرة الرابعة بنأ عبدالله بن الزبير رضى الله تعالٰى عنه و الخامسة بناء الحجاج وهو البناء الموجود اليوم** ۔ (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۸۴)

بے شک کعبہ کریمہ پانچ دفعہ بنایا گیا۔ آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں نے اسے پہلی دفعہ بنایا۔ دوسری دفعہ ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تیسری دفعہ ایام جاہلیت میں قریش نے اسے تعمیر کیا چوتھی دفعہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما نے اسے تعمیر فرمایا اور پانچویں دفعہ حجاج بن یوسف نے اسے بنایا اور وہ تعمیر آج بھی موجود ہے۔

۳- بنیت الکعبة عشر مرات بناء الملئکة و کان قبل خلق آدم علیہ السلام وبناء آدم وبناء الخلیل علیہ السلام وبناء العمالقه وبناء بنو جرهم و بناء قصی بن کلاب و بناء قریش و بناء عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنهما و بناء الحجاج بن یوسف ۔ (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۵۷)

خانہ کعبہ کو دس دفعہ بنایا گیا۔ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے فرشتوں نے بنایا۔ آدم، بنو آدم، ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام، عمالقہ، بنو جرہم، قصی بن کلاب قریش، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حجاج بن یوسف نے اسے (بالترتیب) تعمیر کیا۔

۴- علامہ احمد الصاوی نے تعمیر کعبہ کے بارے میں اس طرح ذکر کیا ہے:

بنی بیت رب العرش فخذهم
ملائکة اللہ الکرام و آدم
فشیث فابراهیم ثم عمالق
قصی قریش قبل هذین جرهم

ترجمہ:۔ رب عرش کے گھر کے بارے میں ذہن نشین کر لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں، آدم، شیث، ابراہیم علیہم السلام، عمالقہ، قصی و قریش اور ان دونوں سے پہلے جرہم اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حجاج یوسف سے بنایا گیا اور بس۔

۵- اخبار مکہ میں علامہ ازرقی نے تعمیر کعبہ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

۱- فرشتے، ۲- آدم علیہ السلام، ۳- ابراہیم علیہ السلام، ۴- بنو جرہم، ۵- قصی بن

کلاب، ۶-قریش، ۷-عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، ۸ حجاج بن یوسف اپنے اپنے دور میں تعمیر کرنے والے تھے۔

۶-خطبات الاحمدیہ میں سرسید احمد خاں نے تعمیر کعبہ کے بارے میں:
ابراہیم علیہ السلام، بنو جرہم، عمالقہ، قصی، قریش، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج بن یوسف کا ذکر کیا ہے۔

۷- دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ (بذیل مادہ کعبہ) میں مندرجہ ذیل کا ذکر بسلسلہ تعمیر کعبہ موجود ہے۔

فرشتے، آدم، شیث، ابراہیم علیہم السلام، بنو جرہم، عمالقہ، قصی، قریش، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حجاج بن یوسف، تعمیر ۱۹۳۰ء لیکن "تاریخ کعبہ معظمہ" اور "مقام ابراہیم علیہ السلام" از محمد طاہر الکردی نے سلطان مراد رابع کی تعمیر ۱۰۴۰ء کا ذکر بھی کیا ہے۔ چنانچہ تعمیر و تجدید کعبہ مکرمہ کرنے والوں کی صحیح ترتیب مندرجہ ذیل نقشہ سے ملاحظہ کریں:

۱-تعمیر ملائکہ ۲۰۰۰ ہزار سال قبل از آدم۔
۲-تعمیر آدم علیہ السلام یا نزول کعبہ برائے حضرت آدم علیہ السلام (ہبوط کے بعد)
۳-تعمیر شیث علیہ السلام (وفات آدم علیہ السلام کے بعد)
۴-تعمیر ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام (۲۱۲۴ دنیوی ۱۸۸۰ ق م، ماہ ذی قعدہ
۵- بنو جرہم ثانی سسرال اسماعیل علیہ السلام اور عرب عاربہ، تعمیر کا اہتمام کرنے والے شخص کا نام حارث بن مضاض الاصغر (اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد)
۶-عمالقہ ثانی (قبیلہ قطورا)
۷-تعمیر قصی بن کلاب، جد امجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۳۷۰ء تقریباً)
۸-تعمیر قریش جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے (۶۰۵ء)
۹-تعمیر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۱۰-تعمیر حجاج بن یوسف ۷۴ھ (مطابق) ۶۹۳ء

۱۱-تعمیر سلطان مراد رابع (۱۰۴۰ء)

۱۲-تعمیر وتجدید کعبہ ۱۹۳۰ سے موجودہ دور تک

## ۲۷-انجام کعبہ مقدسہ

کعبہ معظمہ پر کئی قسم کے دور آئے۔ یہ مومنوں کی عبادت گاہ بھی رہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مسجد بھی۔ مشرک اسے بت خانہ بنانے کے درپے رہے۔ حاسدین و منکرین نے یہاں تخریب کاری کی کوششیں کیں۔ مفسدوں اور فتنہ پردازوں نے یہاں گھناؤنی سازشیں کیں اور اس گھر کی حرمت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا گیا اور یہاں خونریزی سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ یہاں سیلاب آئے اور آندھیاں چلیں اس پاکیزہ عمارت پر حملے بھی ہوئے۔ لیکن قادر مطلق نے اسے ہر بلا سے محفوظ رکھا اور یہ مرکز عبادت ہی رہا بے شمار ملک' شہر و آبادیاں وانسان وحیوان تباہ و برباد ہوئے۔ ان کے نشانات بھی ناپید ہوئے کھنڈرات بھی معدوم ہو گئے۔ ان کے نقوش واسماء صفحہ ہستی سے اس طرح مٹ گئے جیسا کہ ان کا ظہور ہوا ہی نہ تھا۔ لیکن یہ عروس عرب اپنی دائمی شان و شوکت اور آن بان سے اس زمین پر آفتاب کی طرح درخشندہ وتاباں رہی۔

ہوسکتا ہے قیامت تک اور بھی کئی فتنے اس کی حرمت وعزت کو نظر انداز کرنے کے لئے اٹھیں اور کئی چھوٹے موٹے واقعات رونما ہوتے رہیں۔ لیکن اس بیت مکرم کی عظمت وحرمت انشاء اللہ تعالیٰ پہلے کی طرح برقرار وقائم رہے گی اور کوئی بھی اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حتیٰ کہ قرب قیامت تک یہاں عبادت وطواف ہوتا رہے گا اور باقاعدہ ارکان حج ادا ہوتے رہیں گے اور یاجوج ماجوج کے ظہور کے وقت بھی یہ جگہ طواف کرنے والوں سے خالی نہیں ہوگی۔

اس کے بعد زمین پر گناہوں اور سیہ کاریوں کا دور دورہ ہو جائے گا۔ افراتفری اور انتشار زوروں پر ہوگا۔ ایسے حالات میں کعبہ معظمہ کے بارے میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پیشین گوئی فرمائی:

۱ – عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم يخرب الكعبه ذو السويقتين من الحبشة .
(الصحیح البخاری کتاب المناسک باب ۱۰۰۹ والصحیح المسلم ج ۱' کتاب الحج)

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ' روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبے کو دو چھوٹی اور پتلی پنڈلیوں والا ایک حبشی شخص خراب کرے گا۔

۲ – عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال كانى به اسوداً فحج يقلعها حجرا حجرا . (الصحیح البخاری کتاب المناسک باب نمبر ۱۰۰۹)

ابن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا گویا میں اس سیاہ آدمی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔

نیز سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا خزانہ بھی نکال لے گا اور مذکورہ حدیث شریف طبرانی کبیر اور جمع الفوائد اور مشکوٰۃ شریف میں بھی مذکور ہے۔ مشارق الانوار از حسن العدوی الحمزاوی ص ۱۳۰ پر اس طرح درج ہے کہ حبشی کعبہ شریف کو منہدم کرنے کے لئے کشتیوں پر سوار ہو کر آئیں گے اور خانہ کعبہ سے جدہ تک قطار میں کھڑے ہوں گے اور ایک ایک پتھر اکھاڑ کر ایک دوسرے کو پکڑاتے جائیں گے اور اس طرح وہ انہیں سمندر میں پھینکتے جائیں گے اور حجر اسود کو فرشتے اٹھا کر جبل بوقبیس میں رکھ دیں گے اور وہ اس پہاڑ میں قیامت تک پڑا رہے گا اور یہ کہ حق اور باطل پر بوسہ دینے والے کی گواہی دے گا اور بعد ازاں وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (قوت القلوب ج ۲ ص ۲۳ فوائد الفواد مجلس بائیس اور انیس الارواح مجلس سوم میں کعبہ معظمہ کے انجام کے بارے میں عبارات درج ہیں نیز اسے علامات قیامت میں شاہ رفیع الدین دہلوی نے بھی بحوالہ بخاری شریف ص ۲۳ پر درج کیا ہے)

# متعلقاتِ کعبہ معظّمہ

## اسمائے کعبہ مشرفہ

### ۱- کعبہ:

یہ نام کعبے کی تعکیب یعنی مربع ہونے کی وجہ سے پڑ گیا ہے۔ لغت کے اعتبار سے ہر بلند اور مرجع عمارت کو کعبہ کہتے ہیں۔

(الفاسی: شفاء الغرم ج ۱ص ۱۲۶ بحوالہ قاضی عیاض: المشارق ۲' النووی: تہذیب الاسماء واللغات' دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو ج ۱۷ ص ۳۲۱' المفردات الراغب اصفہانی بذیل مادہ ''کعب'')

لفظ ''کعبہ'' قرآن مجید میں دو دفعہ آیا ہے اور دونوں دفعہ یہ لفظ سورۃ مائدۃ آیت ۹۵ اور ۹۷ میں مذکور ہے دیکھئے

۱- يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ (۵:۹۵)

دو صاحب عدالت اشخاص ان میں سے ''کعبہ'' کو پہنچنے والی قربانی کا حکم کریں۔

۲- جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (۵:۹۷)

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث بنایا۔

### ۲- بیت الحرام:

اس سے مراد ادب اور حرمت والا گھر ہے یعنی اس گھر میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہوں کے مقابلے میں بعض امور کو حرام فرمایا اور اس کے اردگرد کے علاقہ کو حرم اور چاروں طرف کی جگہ یا عمارت کو مسجد الحرام کا نام دیا گیا ہے۔ اس جگہ کی حرمت تخلیق زمین و آسمان کے وقت سے جائز قرار دے دی گئی ''البیت الحرام'' کا ذکر قرآن مجید میں

ایک دفعہ سورۃ مائدہ آیت ۹۷ میں موجود ہے

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (۹۷:۵)

اللہ نے ادب والے گھر ''کعبہ'' کو لوگوں کے قیام کا باعث بنایا۔

۳- بیت اللہ:

اللہ تعالیٰ کا گھر اپنی حرمت و عزت و عظمت کی بدولت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے ناقۃ اللہ' ایام اللہ اور شعائر اللہ وغیرہ۔ قرآن پاک میں ''بیت اللہ'' کا نام مندرجہ ذیل آیات سے اخذ کیا گیا ہے

۱- وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۝ (۱۲۵:۲)

ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم واسماعیل کو کہ میرا گھر ستھرا کرو' طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے۔

۲- وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۝ (۲۶:۲۲)

اور میرا گھر ستھرا رکھ (اے ابراہیم!) طواف' قیام' رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

بیت اللہ کا نام اس تیسری آیت مبارکہ سے بھی اخذ کیا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بحضور خدا تعالیٰ دعا گو ہیں اور عرض کرتے ہیں:

۳- رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (۳۷:۱۴)

اے ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد اس بنجر وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔

۴- بکہ:

بکہ کے معنی توڑ دینے کے ہیں۔ کعبہ کو بکہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سرکش لوگوں کی

گردنوں کو توڑ دیتا ہے۔ جیسے اصحاب فیل اور گروہ قرامطہ وغیرہ۔ یہ اسم بھی قرآن مجید سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کیجئے

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ٥

(۹۶:۳)

بے شک سب سے پہلا گھر جو عبادت کے لئے مقرر ہوا ہے وہ بکہ میں ہے اور وہ برکت والا اور سارے جہان کا رہنما ہے۔

یہ نام مکہ مکرمہ کا بھی ہے کیونکہ لفظ ''بکہ'' کثیر الاستعمال کی وجہ سے ''مکہ'' میں تبدیل ہو گیا ہے بکہ اور مکہ حقیقت میں ایک ہی لفظ ہے لیکن ''بکہ'' کی ''با'' میم سے بدل گئی تو مکہ بن گیا جس طرح لفظ ''لازم'' اصل میں ''لازب'' تھا مگر با ''میم سے بدلی تو لفظ ''لازم'' استعمال ہونے لگا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸، قرطبی ج ۴ ص ۱۳۸)

## ۵-البیت العتیق:

چونکہ یہ گھر سرکش لوگوں کے تصرف سے آزاد رہا اور طوفان نوح علیہ السلام سے بھی بچا رہا۔ نیز یہ گھر بہت ہی قدیم تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ''عتیق'' بمعنی قدیم بھی مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں اس نام کا ذکر موجود ہے اور دو جگہ اس کا ذکر ہے:

۱-ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَھُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ٥ (۲۹:۲۲)

پھر اپنا میل کچیل ختم کر دینا چاہیے اور اپنی منتیں پوری کرنی چاہئیں اور اس قدیم گھر کا طواف کرنا چاہیے۔

۲-لَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ مَحِلُّھَآ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ٥ (۳۳:۲۲)

تمہارے لئے ایک مقررہ مدت تک چوپایوں میں فائدے ہیں پھر ان کو اس قدیم گھر تک پہنچنا ہے (یا قربانیوں کے حلال ہونے کی جگہ بیت العتیق

ہے)

چونکہ قربانی کا محل بیت اللہ شریف نہیں بلکہ منیٰ ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مکہ مکرمہ اور منیٰ کی تمام گھاٹیاں اور پہاڑیاں قربانی کی جگہ ہیں تو اس سے یہ واضح ہے کہ اس آیت قدسیہ میں بیت العتیق مکہ مشرفہ کو کہا گیا ہے لیکن مصنف کی رائے میں بیت العتیق (قدیم گھر) سے مراد خانہ کعبہ ہی ہے۔ ایسے ہی جس طرح کعبہ کا نام مکہ و بکہ وام القریٰ بھی آیا ہے۔ لیکن تینوں نام تغلیباً کعبہ پر اطلاق ہوتے ہیں۔ ورنہ وہ تمام حرم یا شہر پر صادق آتے ہیں۔ کتابوں میں کعبہ کے اور بھی نام لکھے ہیں۔ مثلاً ام ارحم، الباسہ، اور الحاطمہ وغیرہ مگر یہ سب نام صفاتی ہیں۔

(خطبات الاحمدیہ ص ۳۳۶)

(ابن الاثیر (النہایۃ) اور الازرقی (اخبار مکہ) نے کعبے کے کچھ اور نام بھی ذکر کئے ہیں دیکھئے (الفاسی: شفاء الغرام ج ا ص ۱۲۷، دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو ج ۱۷ ص ۳۲۱، تاریخ طبری ج ا ص ۶۵ پر کعبہ کا نام "الناسۃ" بھی لکھا ہے۔ اس لئے کہ اگر بادشاہ بھی اس کی حرمت کو باطل کرتا تو فوراً اسی جگہ وہ ہلاک ہو جاتا۔

نیز کعبہ معظمہ کے اسماء کے لئے دیکھئے (جلالین شریف ج ا ص ۱۴۹ بر حاشیہ الصاوی، الصاوی علی الجلالین ج ا ص ۲۶۶، ۲۶۷، تفسیر حسینی ج ا ص ۸۱، ۸۲، تفسیر مدارک ج ا ص ۱۹۲، ۱۹۳، تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۵۲، ۱۱۷، تفسیر روح المعانی پ ۴ ص ۴، پ ۷ ص ۳۴، ۳۹، المفردات ص ۲۸، ۴۷، خطبات الاحمدیہ ص ۳۳۶، دائرۃ المعارف الاسلامیہ)

## ۲۔ عمال کعبہ مکرمہ

جب کعبہ شریف تعمیر کیا گیا۔ تو اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام اس کے متولی بنے ان کے بعد اس کی تولیت بنو قیدار میں منتقل ہو گئی۔ بنو جرہم چونکہ ان کے ننھیال تھے۔ اس لئے ایک مدت بعد اس کی تولیت بنو جرہم کے ہاتھ میں چلی گی۔ کافی مدت کے بعد بنو عمالقہ ثانی جو قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے خانہ خدا پر قابض ہو گئے۔ کچھ مدت

بعد بنو اسماعیل (علیہ السلام) اور بنو جرہم نے عمالیق کو اس گھر سے بے دخل کر دیا۔ اس طرح بنی جرہم دوبارہ کعبہ مکرمہ کے متولی بن گئے پھر بنو بکر اور بنو خزاعہ، بنو جرہم کو مغلوب کر کے خود اس گھر کے متولی بن گئے۔ بنو خزاعہ میں سے ہی عمرو بن اللحی وہ شخص تھا جس نے خانہ کعبہ میں سب سے پہل ھبل بت کو نصب کیا۔

کچھ مدت کے بعد قصی بن کلاب نے بنو بکر اور بنو خزاعہ کو شکست دی اور خود کعبہ مکرمہ کے متولی بن گئے۔ اس طرح بڑی مدت کے بعد دوبارہ بنو اسماعیل (علیہ السلام) نے اس گھر کی تولیت حاصل کر لی۔ انہوں نے مندرجہ ذیل پانچ خدمات کو اپنے خاندان میں مقرر کیا

۱- سقیاء اور رفادہ: یعنی حاجیوں کو پانی اور کھانا دینے کا عہدہ

۲- قیادہ: یعنی لڑائی کے وقت فوج کی سپہ سالاری کرنا

۳- لواء: جھنڈا اٹھانے کا عہدہ

۴- حجابہ: کعبہ کی حفاظت کا عہدہ

۵- دول الندوہ: دار الندوہ میں صدر انجمن ہونے کا عہدہ

یہ عہدے قصی کے بیٹوں میں تقسیم کئے گئے تھے لیکن عبد مناف کی وفات کے بعد اس کی صورت حال اس طرح جاری رہی۔

؟؟؟
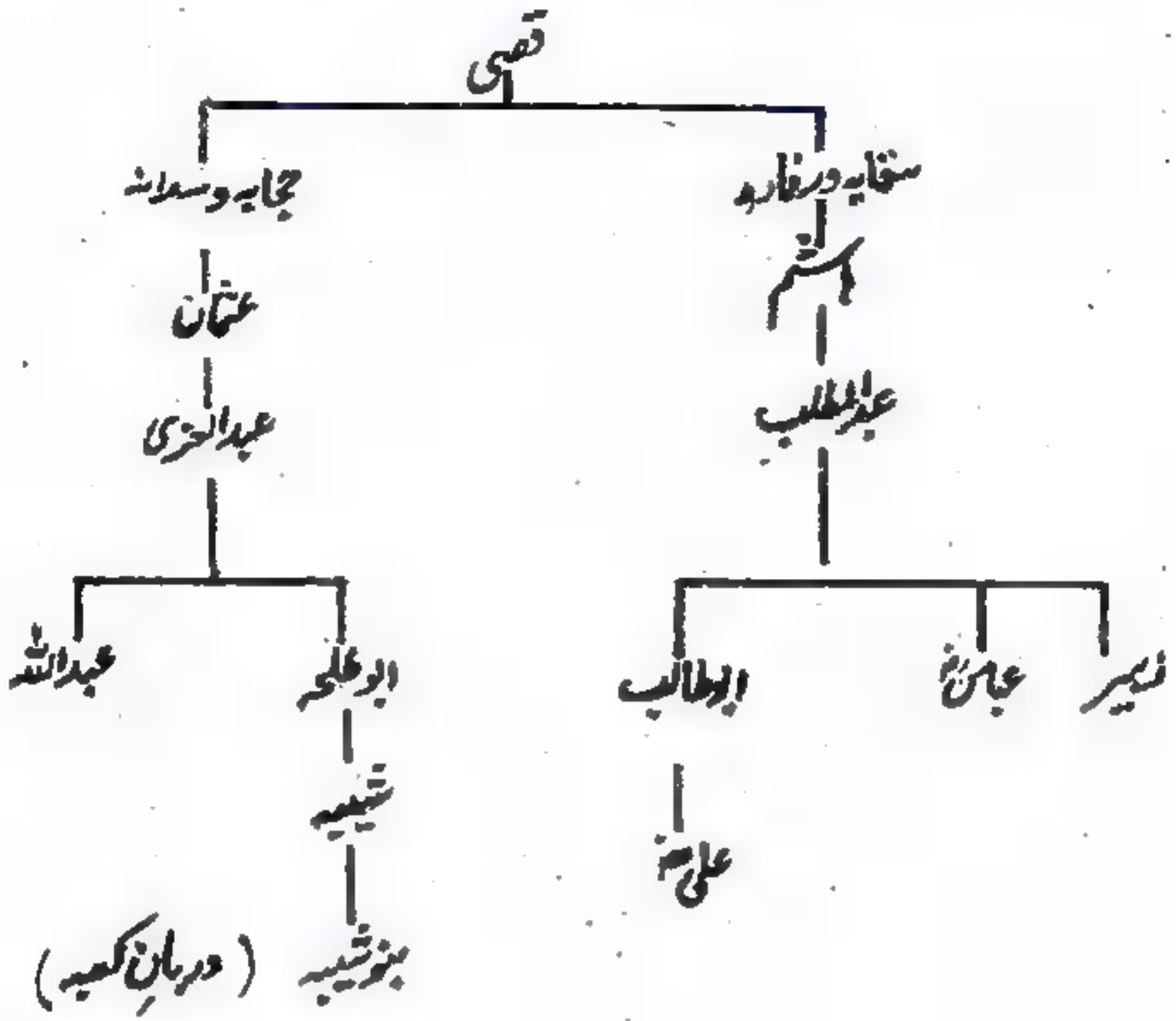
(سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۲۳ تا ۱۲۴ (۲) خطبات الاحمدیہ ص ۳۳۷
(۳) دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو جلد ۱ ص ۳۲۱ )

---

## ۳- اصنام و تصاویر کعبہ معظّمہ

زمانۂ جاہلیت میں کعبے کے گرد و نواح میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے جن کی پوجا پاٹ ہوتی تھی۔ فتح مکہ کے بعد ان سب کو توڑ دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی چھڑی مبارک سے ان کو چھوتے اور آیت کریمہ: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ (۸۱:۱۷)

تلاوت فرماتے تو وہ زمین پر اوندھے منہ گرتے گئے۔ (کتب صحاح ستہ)

مشہور بتوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

## ۱-اساف ونائلہ:

بنی جرہم کے زمانہ میں یہ دونوں بت صفاومروہ کے پہاڑوں پر رکھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کی بابت یہ مشہور ہے کہ ''اساف'' مرد نے ''نائلہ'' عورت سے خانہ کعبہ کی حرمت کو بالائے طاق رکھ کر وہاں زنا کیا۔ جس سے ان کے اجسام پتھر کی شکل میں مسخ ہو گئے۔ کچھ مدت تک تو لوگ اس سے عبرت پکڑتے رہے لیکن بعدازاں لوگ اس کی پوجا کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے اساف کو صفا اور نائلہ کو مروہ پر رکھ دیا۔ فتح مکہ کے روز ان کو بھی باقی بتوں کے ساتھ ہی توڑ دیا گیا۔

## ۲-نہیک ومطعم:

ان دونوں بتوں میں سے نہیک کو صفا پر مطعم کو مروہ پر نصب کیا تھا۔

## ۳-ہبل:

یہ بہت بڑا بت خانہ کعبہ کے اندر تھا۔ کعبہ کے اندر دائیں طرف کنز الکعبہ جو تین ذراع گہرا تھا۔ اس پر یہ بت کھڑا تھا۔ عمرو بن لحی خزاعی کسی کام کے لئے ملک شام گیا چنانچہ جب وہ سرزمین ''بلقا'' کے مقام مآب پہنچا۔ وہاں اس نے لوگوں کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا لوگوں نے اس کو بتایا کہ جب ہم امداد مانگتے ہیں تو یہ بت ہماری مدد کرتے ہیں اور جب ہم بارش طلب کرتے ہیں تو یہ ہمارے لئے بارش برساتے ہیں۔ عمرو بن لحی کو یہ طریقہ بہت پسند آیا۔ اس نے ان سے ایک بت طلب کیا تھا تا کہ وہ اسے اپنے علاقہ میں لے جا کر ان جیسا عمل کرے چنانچہ انہوں نے اسے ''ہبل'' نامی بت بخش دیا۔ وہ اسے مکہ معظمہ لے آیا اور اسے خانہ کعبہ میں نصب کر دیا۔ چنانچہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ میں بت پرستی کا آغاز کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا:

رایت عمرو بن لحی یجر قصبة فی النار فسألته عمن بینی و

**بینہ من الناس فقال ھلکوا** ۔(الروض الانف ج ا ص ۶۱)

میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹے جا رہا ہے میں نے اس سے ان لوگوں کے متعلق سوال کیا جو میرے اور اس کے درمیان (گزرے ہیں) تو اس نے کہا کہ وہ ہلاک ہو گئے۔

**۴-مناۃ:**

یہ بھی ایک بڑا بت تھا جسے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف نے ہی سمندر کے کنارے پر تحدید کے پاس نصب کیا۔ اسے قبیلے ازد وغسان دوسری روایت کے مطابق اوس و خزرج قبائل یا قبیلہ ہذیل کے لوگ پوجتے تھے۔

**۵:لات وعزیٰ:**

ابن اسحاق نے کہا۔ لات مقام طائف میں قبیلہ ثقیف کا ایک بت تھا عزیٰ مقام نخلہ میں قریش اور بنی کنانہ کے لئے ایک بت تھا۔ اس کے دربان ومحافظ بنی ہاشم کے حلیف بنی سلیم میں سے بنی شیبان تھے۔

**۶-ذات انواط:**

یہ ایک بہت بڑا سرسبز وشاداب درخت حنین میں تھا جس کو لوگ پوجتے تھے۔

**۷-ذوالکفین:**

یہ بھی ایک بت تھا۔ اسے بھی فتح مکہ کے بعد جلایا گیا۔

**۸-سواع:**

یہ قبیلہ ہذیل کا بت تھا۔ جسے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بعد فتح مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے توڑا ۔اسے رباط میں رکھا ہوا تھا۔

**۹-ودّ:**

کلب بن دبرہ نے جو قضاعہ کا قبیلہ ہے۔ مقام دومۃ الجندل میں "ودّ" نامی ایک

بت بنایا۔

**۱۰۔یغوث:**

ابن اسحاق نے کہا۔ بنی طی میں سے انعم اور بنی مذحج میں جرش والوں نے جرش میں یغوث نامی بت بنا رکھا تھا۔

**۱۱۔یعوق:**

ابن اسحاق نے کہا کہ قبیلہ ہمدان کی خیوان نامی شاخ نے سرزمین یمن کے مقام ہمدان میں یہ بت نصب کیا تھا۔

**۱۲۔نسر:**

بنی حمیر آل ذی الکلاع کے پوجنے کا بت تھا۔

علاوہ ازیں کعبہ کے گرد بے شمار چھوٹے بت سیسے سے جڑ کر گاڑے ہوئے تھے' جو فتح مکہ کے دن توڑ ڈالے گئے۔ علاوہ ازیں عربوں نے کعبۃ اللہ کے ساتھ ساتھ طاغوت بھی بنا رکھے تھے۔ وہ چند معبد تھے جن کا احترام وہ کعبۃ اللہ کی طرح ہی کیا کرتے تھے۔ نیز خانہ کعبہ میں فرشتوں' حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں اٹھائے ہوئے) کی تصویریں تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تیروں سے شگون لیتے دکھایا گیا تھا۔ فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویر کے سوا باقی تصاویر کو مٹانے کا حکم فرمایا کیونکہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویر میں کوئی اشارہ شرک نہ تھا۔

بنو اسماعیل علیہ السلام میں بت پرستی کا آغاز اس طرح ہوا کہ جب وہ دور دراز ممالک میں ہجرت کرتے تو وہ جاتے ہوئے حرم شریف کے پتھروں میں ایک پتھر ساتھ لے جاتے اور اسے وہی مقام دیتے جو حرم شریف کا ہے اور وہ اس کا باقاعدہ طواف کرتے اور پھر تو نوبت یہاں تک پہنچی۔ جہاں کوئی اچھا پتھر دیکھتے اسے مذکورہ عمل کے

لئے چن لیتے۔ اس طرح آہستہ آہستہ وہ بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے۔

(ماخذ ابن ہشام: السیرۃ ج۱ ص۸۲تا۸۵، اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج۱۷ ص۳۲۹، خطبات الاحمدیہ ص۳۳۳تا۳۳۴، ابن الکلبی، کتاب الاصنام، تفسیر روح المعانی پ۲ ص۱۹۵، تفسیر بیضاوی سورۃ بقر ص۱۱۸، دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج۱۳ ص۱۱۸، شرح نووی علی الصحیح المسلم ج۱ ص۴۱۴، سبائک الذہب ص۲۲)
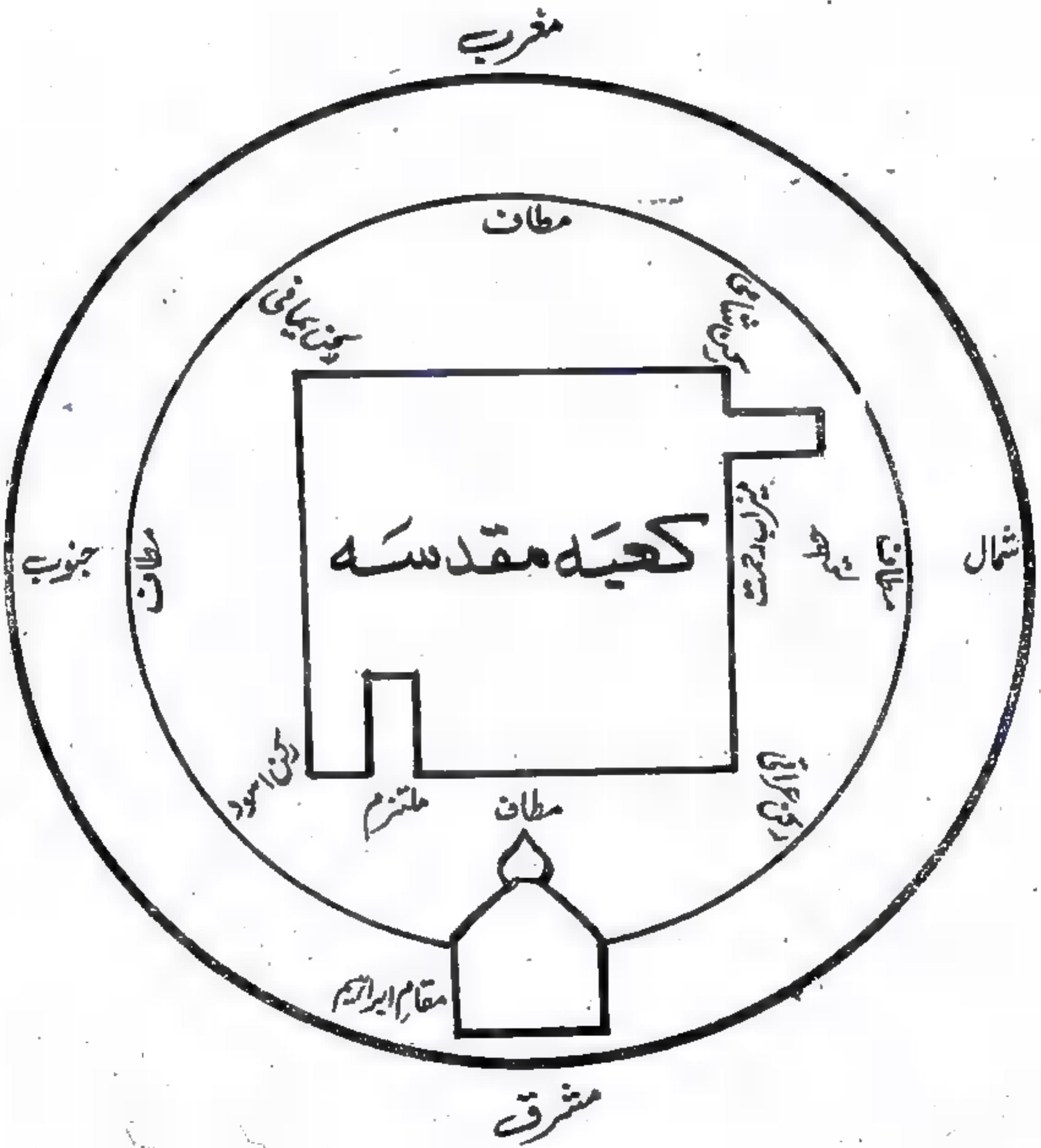
# ۴-عمارت کعبہ معظّمہ

## ۱-دیوار ہائے کعبہ شریفہ:

سابقہ ابواب میں کعبہ کی تعمیر کے تاریخی مراحل کا ذکر ہو چکا ہے لیکن ہم اب کعبہ کی عمارت سے متعلق مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے جس میں سب سے پہلے دیواروں کا ذکر ہوگا' جو کعبہ فرشتوں یا آدم علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھا وہ یاقوت سرخ کا تھا اور اس کے دو دروازے باب شرقی اور باب غربی تھے اس کے در و دیوار سب یاقوت احمر کے تھے۔ اس کی دیواروں کی پیمائش کے متعلق خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ روایات کثیرہ کے مطابق وہی کعبہ بیت المعمور کی صورت میں چوتھے یا ساتویں آسمان پر موجود ہے' جو طوفان نوح علیہ السلام یا وفات آدم علیہ السلام کے بعد اٹھا لیا گیا تھا۔ نیز یہ بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کہ آدم علیہ السلام یا فرشتوں کی تعمیر کعبہ بصورت صناعی یا قدرتی تھی لیکن شیث علیہ السلام کی تعمیر کردہ عمارت تو پتھر اور مٹی کی ہی ثابت ہے۔

(معارج النبوة رکن اول ص ۱۲۶)

لیکن تعمیر کعبہ کی مسلمہ اور مصدقہ صورت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے ہی وابستہ ہے چنانچہ ہم اسی تعمیر سے ہی اپنے موجودہ موضوع کی بحث کو وضاحت سے پیش کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ عمارت کے متعلق علامہ ازرقی یوں رقمطراز ہیں:

> ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بلندی نو ہاتھ رکھی اور رکن اسود سے رکن شامی تک (جو دیوار ہے) اس کی لمبائی بتیس ہاتھ بنائی اور رکن شامی سے رکن غربی والی دیوار کی لمبائی بائیس ہاتھ تعمیر فرمائی اور رکن غربی سے

رکن یمانی تک اکتیس ہاتھ لمبائی تھی اور رکن اسود سے رکن یمانی تک لمبائی بیس ہاتھ تھی۔" (اخبار مکہ ص ۳۱)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر بے قاعدہ مستطیل تھی۔ جس کے طول والے اضلاع بتیس ہاتھ اور اکتیس ہاتھ تھے اور عرض والے اضلاع بائیس اور بیس ہاتھ تھے اور دیواریں نو ہاتھ بلند تھیں اور اس احاطہ میں حطیم کا حصہ بھی شامل تھا۔ بعض کتب میں ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ عمارت کو مثلث شکل بتایا گیا ہے یعنی حطیم یا حجر کی طرف سے کونا سا بنتا تھا یا ہوسکتا ہے کہ حطیم کی طرف سے دائرہ نما جیسی شکل ہو۔ اس طرح اس عمارت کے تین کونے یا ارکان ہی بنتے ہیں۔

بنو جرہم نے خانہ کعبہ کو تعمیر کرتے وقت بھی دیواروں میں کوئی خاص تبدیلی نہ کی بلکہ اس طرح کی عمارت ہی بنادی اور وہی پہلے پتھر ہی استعمال کئے جو مختلف پہاڑوں سے ابراہیم علیہ السلام نے لے کر تعمیر کعبہ میں لگائے تھے' جس کا تفصیلی ذکر پچھلے ابواب میں گزر چکا ہے۔ بنو جرہم' عمالقہ ثانی اور قصی بن کلاب کی تعمیر میں بھی دیواروں میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی لیکن قریش نے دیوار ہائے کعبہ کو دو چند مرتفع کیا۔ یعنی ابراہیمی تعمیر نو ہاتھ تھی اسے اٹھارہ ہاتھ کر دیا اور حطیم کی طرف سے چھ ہاتھ اور ایک بالشت دیوار کم کردی اور اس طرح یہ حصہ کعبہ سے باہر نکال دیا اور کعبہ معظمہ کے لئے چار ہاتھ اور ایک بالشت کی کرسی بنادی۔ اس طرح طول والے اضلاع ۲۵'۲۶ ہاتھ رہ گئے۔ یہ تعمیر "باقوم" نامی عیسائی معمار کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی۔

بعد ازاں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما' نے کعبہ کی دیواروں کی بلندی ستائیس ہاتھ کردی اور دوبارہ کعبہ شریف ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر بنایا گیا اور اس کے دو دروازے شرقاً غرباً بنائے گئے۔ یہ سب کچھ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش مبارکہ کے مطابق کیا تھا کیونکہ انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت سنی تھی جو اکثر کتب احادیث میں مذکور ہے۔

لیکن حجاج بن یوسف نے دوبارہ کعبہ معظمہ کو قریش کی بنیادوں کے مطابق کر دیا۔ اس نے کعبہ معظمہ کی دیواروں کی بلندی تو ستائیس ہاتھ ہی رہنے دی مگر حطیم کی طرف چھ ہاتھ اور ایک بالشت دیوار کو توڑ کر پیچھے لے جا کر دیوار بنائی اور ایک دروازہ بھی بند کر دیا۔ دیکھا جائے تو موجودہ عمارت کعبہ حقیقۃً عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعمیر کردہ ہے۔ صرف وہ دیوار جو حطیم یا حجر کی جانب ہے غربی دروازہ کا تیغہ اور شرقی دروازہ کی چار ہاتھ اور ایک بالشت اونچائی اور کعبہ کے اندر کی سیڑھی اور روشن دان حجاج کے بنائے ہوئے ہیں۔

(تلخیص از کتب۔ کتاب اخبار مکہ ص ۳۱، ۴۸، ص ۱۰۷ تا ۱۱۰، ص ۱۴۰ تا ۱۴۴، ص ۱۴۵ تا ۱۴۶، خطبات الاحمدیہ ص ۱۲۶، ۱۲۷، ص ۳۲۰ تا ۳۳۳، تفسیر مدارک ص ۱۹۲، ۱۹۳، تفسیر الصادی ج ۳ ص ۸۳، تفسیر روفی ص ۱۲۷ تا ۱۲۹ بحوالہ ہدایہ، تفسیر کشف الاسرار ۵۲/۲۷، تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۸۴، ص ۶۹۰، تفسیر روح المعانی پ ۴ ص ۵ پ ۱ ص ۳۷۹، الصحیح البخاری ج ۱ ص ۵۸۵، الصحیح المسلم ج ۱ ص ۴۲۹ تا ۴۳۰، السنن الترمذی ج ۱ ص ۱۷۷ تا ۱۷۹، سنن ابن ماجہ ص ۲۱۲، جمع الفوائد ص ۲۴۰، مقدمہ ابن خلدون، باب مساجد دنیا)

موجودہ عمارت کعبہ کی کیفیت اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں یوں مرقوم ہے:

"یہ عمارت صرف سرسری نظر میں مکعب نما ہے ورنہ حقیقت میں اس کا نقشہ ایک بے قاعدہ مستطیل کا ہے وہ دیوار جس کا رخ شمال مشرق کی طرف ہے جس میں دروازہ ہے (یعنی کعبہ کے سامنے کا رخ) اور مقابل کی دیوار (کعبے کی پشت) چالیس چالیس فٹ لمبی ہیں۔ دوسری دو دیواریں ۳۵، ۳۵ فٹ ہیں اور ان کی بلند پچاس فٹ ہے۔

کعبے کی عمارت میں سیاہی مائل بھورے پتھر کے روڑے استعمال کئے گئے ہیں جو مکے کے اردگرد کے پہاڑوں میں ملتا ہے۔ عمارت کی کرسی (شادرواں) سنگ مرمر کی ہے۔ یہ دس انچ اونچی ہے اور کئی فٹ بھر دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہے۔ کعبے کے مرکز سے اگر چار لکیریں چاروں کونوں (ارکان) سے گزرتی ہوئی کھینچی جائیں تو وہ کم و بیش قطب نما

کی چار جہتوں کا پتا دیں گی۔'' (دائرۃ معارف الاسلامیہ ج۱۷، ص۳۲۱)

ابن بطوطہ عمارت کعبہ خصوصاً دیواروں کے بارے میں یوں رقمطراز ہے:

''کعبہ شریف وسط مسجد میں ایک جانب کو کسی قدر خم کھایا ہوا واقع ہے۔ اس کی عمارت مربع اور تین جانب سے بلندی میں تقریباً اٹھائیس گز ہے۔ چوتھی جانب حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین واقع ہے۔ اس کی بلندی تقریباً انتیس گز ہے۔ اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے حجر اسود تک ہے تقریباً چون بالشت ہے اسی طرح مقابل والے پہلو کا عرض ہے جو رکن یمانی سے رکن شامی تک ہے۔ اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے رکن شامی تک داخل حجر سے اڑتالیس بالشت ہے۔ اسی قدر اس پہلو کا عرض ہے جو رکن شامی سے رکن عراقی تک ہے۔ خارج حجر ایک سو بیس گز ہے''۔

(اردو سفر نامہ ابن بطوطہ ج۱ ص۱۶۱)

نیز ابن جبیر کے تاثرات و مشاہدات ملاحظہ فرمائیں:

''خانہ کعبہ کی بنیاد میں بھورے رنگ کے بڑے بڑے سخت پتھر لگائے گئے ہیں۔ انہیں اس قدر مستحکم کیا ہے کہ گردش زمانہ کا تصرف بھی دشوار ہے رکن یمانی میں پتھر کا ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا تھا' مگر اس میں چاندی کی کیلیں لگا کر پھر اصلی حالت پر درست کر لیا ہے۔ صرف کیلیں نظر آتی ہیں۔ وسط حرم میں خانہ کعبہ بلاتشبیہ ایک بلند برج کی طرح ہے''۔

(اردو ترجمہ سفر نامہ ابن جبیر ص۸۳)

علامہ السید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ ''الرسالۃ'' مصنفہ حسین بن محمد الآمدی بیان کرتے ہیں:

ارتفاعها في السماء سبعة وعشرون ذراعا وطولها في الارض فمن الركن اليماني الى ركن الاسود خمسة

وعشرون ذراعا وكذا مابين اليماني والغربي واما عرضها من الركن اليماني الى الركن الاسود عشرون ذراعا ۔

(تفسیر روح المعانی پ ۷ اص ۱۴۲)

اس عمارت کی بلندی ستائیس ہاتھ ہے اور رکن یمانی سے رکن اسود تک اس کا طول پچیس ہاتھ اور اسی طرح رکن یمانی اور رکن غربی کے درمیان بھی لیکن رکن یمانی اور رکن اسود کا درمیانی عرض بیس ہاتھ ہے۔

## ۲- ارکان کعبہ معظّمہ

کعبہ مکرمہ کے اس وقت چار ارکان (کونے) ہیں لیکن ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر میں تین ارکان کا ثبوت ملتا ہے۔ قریش نے سب سے پہلے چار ارکان والی عمارت بنائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام والے ارکان کو ہی دوبارہ ظاہر فرمایا۔ لیکن حجاج بن یوسف نے دوبارہ چار ارکان ہی قائم کر دیئے جو آج تک موجود ہیں۔ خانہ کعبہ کے ارکان میں تبدیلی یعنی تین کی بجائے چار ارکان کرنے کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف رکن یمانی اور رکن اسود یعنی حجر اسود کو بوسہ دیتے اور دوسرے ارکان کے بوسے سے باز رہتے کیونکہ قریش نے عمارت کعبہ میں کمی کر دی تھی۔ ابن الحاج مالکی کہتے ہیں:

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی جو بنیاد رکھی تھی وہ پچھلی جانب سے گول تھی۔ اس کے دو رکن تھے اور دونوں رکن 'رکن یمانی' کہلاتے تھے"۔

اب اگر چاروں دیواروں کے مرکزوں سے عمودی خط کھینچے جائیں تو ان کی سمت شمال مشرق، شمال مغرب اور جنوب مشرق ہوگی۔ شمالی کونہ الرکن العراقی کہلاتا ہے۔ مغربی الرکن شامی، جنوبی الرکن الیمانی اور مشرقی (حجر اسود کی رعایت سے) الرکن الاسود

(ماخذ: الصحیح البخاری ج ا ص ۵۹۲، المؤطا امام مالک ص ۱۹۹، ۲۰۰، مشکوٰۃ شریف ج ا ص ۵۸۱، ۵۸۲، سفر

نامہ ابن جبیر ص ۷۰' دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ج ۱۷' ص ۳۲۱' ۳۲۴' الفاسی: شفاء الغرام ج ۱' ص ۹۲' ۹۳)

## ۳- اندرون کعبہ مکرمہ مع سقف کعبہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف چار دیواری ہی بنائی تھی اور اس پر چھت وغیرہ بالکل نہ تھی اس لئے ستون وغیرہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ ستونوں کی ضرورت تو صرف چھت کو سہارا دینے کے لئے ہوتی ہے۔ نیز انہوں نے ایک کنواں خانہ کعبہ کے اندر کھودا جسے "کنز الکعبہ" کہتے تھے جو کچھ نذر و نیاز کعبہ میں آتی تھی وہ اس میں رکھ دیتے تھے تاکہ چوری سے محفوظ رہے۔

بنو جرہم اور عمالقہ ثانی نے بھی کعبہ مکرمہ کی تعمیر میں کوئی خاص تبدیلی نہ کی اور نہ ہی چھت ڈالنے کا اہتمام کیا۔ بلکہ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے مطابق ہی تعمیر کی۔ قصی بن کلاب نے مذکورہ تعمیر کے تحت ہی دوبارہ تعمیر کعبہ فرمائی لیکن قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تعمیر کعبہ میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کیں:

۱- خانہ کعبہ کی کرسی بلند کی گئی

۲- خانہ کعبہ پر چھت ڈالی گئی لیکن ازرقی کی روایت کے مطابق کعبہ کی چھت سب سے پہلے قصیؔ نے بنائی اور اس نے ستون بھی بنائے

۳- اندرون کعبہ چھ ستون چھت کو سہارا دینے کے لئے بنائے گئے

۴- دروازہ بلند کر کے بنایا گیا

۵- لکڑی کی کمی کے پیش نظر عمارت کعبہ کو چھوٹا کرنا پڑا اور حطیم کا حصہ باہر رہ گیا

۶- پرنالہ بھی بنایا گیا

یہ سب کچھ انہوں نے سیلاب سے بچنے کے لئے کیا۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ سب سے پہلے خانہ کعبہ پر چھت قریش نے ہی ڈالی اور چھ ستون بنائے۔ نیز اس وقت کنز الکعبہ پر

ہبل نامی بت نصب کیا ہوا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ قریش فن تعمیر سے بہت کم واقف تھے۔ وہ اس کی تعمیر کی سوچ میں ہی تھے کہ رومیوں کا ایک جہاز بندرگاہ شعیب پر ٹوٹ گیا۔ اس زمانے میں جدہ بندرگاہ نہیں تھا۔ اہل مکہ نے ان سے وہ لکڑی خرید لی اور اسی جہاز کے ایک عیسائی مستری باقوم نے ہی کعبہ کو تعمیر کیا۔ جب دیواریں بن چکیں تو باقوم نے پوچھا کہ اس کی چھت کیسی بناؤں۔ بنگلہ نما یا چورس۔ سب نے کہا کہ ہمارے خدا کے گھر کی چھت چورس بناؤ۔ تب باقوم نے چھ ستون بنائے اور ان کے اوپر چورس چھت بنا دی ہو سکتا ہے کہ اتنی لمبی لکڑی نہ ہو کہ پورا شہتیر پڑ جائے اس کی وجہ سے درمیان میں ستون بنائے اور پرنالہ کو چھوڑی ہوئی جگہ (حطیم) کی طرف رکھا گیا اور کعبہ کے اندر ایک کاٹھ کی سیڑھی چھت تک بنائی اور چھت میں ایک روشن دان رکھا تاکہ کعبہ کے اندر روشنی پہنچ سکے۔

(الارزاقی: اخبار مکہ بمواضع کثیرہ) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو لمبی لکڑی مل گئی تھی اس لئے انہوں نے تین ستون بنائے حجاج بن یوسف نے کعبہ کے اندر کی سیڑھی اور دو روشن دان بنائے اس طرح یہ تعمیر آج تک موجود ہے لیکن بعد میں آنے والے سلاطین وخلفاء نے اس کی تزئین میں پوری کوشش کی چنانچہ ابن جبیر متوفی ۶۱۴ھ لکھتا ہے:

”مکان مقدس کے اندر دو رنگ کے پتھر کا فرش ہے۔ اوپر کی جانب آدھی آدھی دیوار پر چاندی کی تہہ دے کر موٹا موٹا سونا چڑھایا ہوا ہے دیکھنے میں ساری سطح سونے کی معلوم ہوتی ہے۔ چھت ساگوان کی لکڑی کے تین ستونوں پر قائم ہے۔ یہ ستون عمارت کی لمبائی میں اس طور پر واقع ہیں کہ درمیانی ستون وسط میں ہے اور ایک ستون ارکان یمانی اور اسود کی دیوار کے مقابل دیوار سے تین قدم کے فاصلے پر اور دوسرا ستون ارکان عراقی اور شامی کی دیوار کے مقابل ہے۔ ہر ستون کے درمیان چار قدم کا فاصلہ ہے۔ چھت بالکل رنگین ہے اور ریشمی کپڑے کی چھت گیری لگی ہوئی ہے

اور باہر کا رخ چاروں طرف سے سبز حریر کے پردوں سے ڈھکا ہوا ہے' مکان مقدس میں پانچ روشن دان ہیں اور ان پر منقش عراقی شیشے لگے ہوئے ہیں چار' چاروں کونوں اور ایک وسط سقف میں ہے' مگر ایک کونے کا روشن دان جو زینے کے اندر ہے نظر نہیں آتا۔ ستونوں کے درمیان تیرہ فانوس یا شمعیں آویزاں ہیں۔ ایک تو سونے کی اور باقی چاندی کی ہیں۔ کعبہ کی داخلی کے وقت پہلے بائیں جانب رکن اسود میں دو صندوق ملتے ہیں جن میں کلام اللہ شریف ہیں۔ یہ صندوق رکن اسود میں فرش سے قد آدم بلندی پر چاندی کی چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں میں رکھتے ہیں۔ رکن یمانی میں بھی اس قسم کی کھڑکیاں ہیں' لیکن ان دونوں کے چاندی کے کواڑ اکھڑ گئے ہیں فقط چوکھٹ باقی ہے۔ ارکان شامی اور عراقی میں بھی ایسی ہی کھڑکیاں نصب ہیں اور وہ ہنوز باقی ہیں''۔ (اردو ترجمہ سفر نامہ ابن جبیر ص ۷۱۔۷۲)

ابن بطوطہ متوفی (۷۷۹ھ) اندرون کعبہ کے متعلق لکھتا ہے: ''کعبہ کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ جس وقت اس کا دروازہ کھولا جاتا ہے حرم شریف میں اتنی مخلوق ہوتی ہے۔ سوا خالق ورزاق کے اس کی تعداد کوئی نہیں جانتا۔ یہ سب کے سب کعبہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں' لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ کوئی تنگی یا کوتاہی نہیں آتی''۔

(سفر نامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ ص ۱۶۲)

دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۳ پر اندرون کعبہ کی کیفیت اسی طرح درج ہے:

'' کعبے کی چھت تین چوبی ستونوں پر قائم ہے' جس پر پہنچنے کے لئے ایک سیڑھی ہے۔ یہاں بہت سی سنہری اور روپہلی قندیلیں لٹک رہی ہیں اس کے سوا اور کوئی ساز وسامان نہیں اندرونی دیواروں پر عمارت کی تجدید ومرمت کے متعلق کئی کتبے ہیں۔ فرش سنگ مرمر کی سلوں کا ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں خانہ کعبہ کے اندر چھ ستون تھے اور آپ نے اندرون کعبہ نماز اس طرح پڑھی کہ ایک ستون آپ کے بائیں طرف اور دو ستون دائیں طرف اور تین ستون پیچھے کی طرف اور کعبہ کے دروازے کی طرف پشت مبارک تھی۔

(دیکھئے الصحیح البخاری ج ا ص ۵۸۹' سنن ابی داؤد ج ا ص ۲۷۷' موطا امام مالک کتاب الحج' مشکوٰۃ شریف ج ا کتاب المناسک)

## ۴- ملتزم

دیوار کا وہ حصہ جو حجر اسود اور دروازے کے درمیان ہے (الملتزم) (جہاں چمٹا جائے) کہلاتا ہے کیونکہ طواف کرنے والے دعا اور الحاح وزاری کرتے وقت اس دیوار (الملتزم) سے لپٹ جاتے ہیں۔ یہیں دعا مستجاب ہوتی ہے۔

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو ج ۷ اص ۳۲۳' سفرنامہ ابن بطوطہ حصہ اول ص ۱۶۱)

## ۵- میزاب الرحمۃ

یہ امر مسلمہ ہے کہ خانہ کعبہ پر سب سے پہلے' چھت قریش نے ڈالی اور بارش کے پانی کو نیچے گرانے کے لئے چھت میں حطیم کی طرف پرنالہ لگایا گیا اور پرنالے کی یہ سمت آج تک وہی ہے۔ ایسے مقدس مکان کے پرنالے کو ''میزاب الرحمۃ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

جب مدینہ منورہ میں تحویل قبلہ ہوا تو مسلمانوں نے اپنا رخ اسی میزاب الرحمۃ کی طرف کیا تھا مدینۃ المنورہ کے لوگ اسی رخ منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

محمد بن جبیر نے میزاب الرحمۃ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

میزاب یا پرنالہ حجر کی جانب دیوار پر نصب ہے۔ دیوار سے چار ہاتھ حجر کی طرف باہر نکلا ہوا ہے اور ایک بالشت چوڑا ہے۔ اس پر زرد رنگ کا طلاء

ہے۔ میزاب کے نیچے کی جگہ قبولیت دعا کے واسطے مشہور ہے' یہی خصوصیت رکن یمانی کو بھی ہے۔ اس لئے کہ وہ رکن شامی کی نسبت میزاب کے متصل ہے اور اسی وجہ سے اسے ''مستجار'' کہتے ہیں۔

(سفرنامہ ابن جبیر ص ۴۷' اردو ترجمہ)

ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق ''میزاب مبارک کعبہ شریف کے اس پہلو پر قائم ہے جو ''حجر'' پر ہے جو سونے کا بنا ہوا ہے اور ایک بالشت چوڑا ہے اور تقریباً دو گز باہر نکلا ہوا ہے۔ وہ جگہ جو میزاب مذکور کے نیچے ہے اس کے متعلق یہ گمان ہے کہ یہ اجابت دعا کا مقام ہے۔'' (سفرنامہ ابن بطوطہ حصہ اول ص ۱۶۴)

ابن جبیر غسل زیر میزاب کا واقعہ بین کرتا ہے:

''انیسویں'' جمادی الاولیٰ کو جمعہ کے دن کچھ خفیف سے بادل اٹھے بارش کی امید پر لوگ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے تھے' آخر کار بعد نماز عصر ان بادلوں سے دریائے رحمت جاری ہوا۔ مقام حجر میں میزاب کے نیچے لوگ جمع ہوئے۔ ہر شخص پرنالے کا پانی اپنے منہ اور سر پر لیتا تھا اور رحمت الٰہی سے بہرہ اندوز ہوتا تھا۔ خلائق کے اژدھام سے بڑی کشمکش تھی۔ دعا اور گریہ زاری کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ عورتیں حجر کے باہر باچشم پرآب اس آرزو میں کھڑی تھیں کاش ہم بھی وہاں پہنچ کر رحمت سرمدی سے مستفید ہوں۔ بعض اصحاب شفقت کپڑے تر کرکے لاتے اور عورتوں کے ہاتھوں پر نچوڑتے تھے۔ اس پانی کو وہ پیتی تھیں اور اپنے منہ اور بدن پر ملتی تھیں۔ بعض نے برتنوں میں بھی پانی بھر لیا۔ مغرب کے قریب تک پانی برسا کیا' اور بدستور مخلوق کا جماؤ رہا۔ یہ ایک مبارک جلسہ تھا۔ ہر شخص کو نزول رحمت اور اجابت دعا کا کامل یقین تھا۔ اس لئے کہ جمعہ کا دن قبولیت دعا کے واسطے مشہور ہے اور نزول باران رحمت کے وقت آسمان کے دروازوں کا

کھلنا صحیح اور درست ہے۔ ادھر مقام زیر میزاب بھی قبولیت دعا کے واسطے مخصوص ہے۔ بندگان خدا کا کعبہ کی دیوار کے سامنے آب رحمت ایزدی سے نہانا گویا نجاست معصیت سے پاک ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی طہارت معصیت اور اختصاص رحمت سے سرفراز فرمائے۔ اس کی رحمت بہت وسیع ہے اور وہ ذات غفور الرحیم ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کعبہ شریف میں حاضری کے وقت چند دعائیں مانگی تھیں اور ان میں سے ایک دعا نزول باران رحمت اور میزاب کے نیچے نہانے کی بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی چند دعائیں قبول فرمائیں مگر نزول باران کی دعا قبول نہ ہوئی۔ ہمارے لئے بڑے شکر کی جگہ ہے کہ اپنے خاص بندہ کے تصدق میں ہمارے واسطے یہ کرامت بھی عطا ہوئی امید ہے کہ ہماری دعاؤں کو بھی اپنے کرم سے شرف قبولیت عطا فرمائے۔''

(سفرنامہ ابن جبیر اردو ترجمہ ص ۹۸ تا ۹۹)

اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۲ پر یوں درج ہے:

''کعبے کے باہر کی طرف ایک سنہری پرنالہ (میزاب) شمال مغربی دیوار کے بالائی کنارے سے نیچے نکلا ہوا ہے جس کا لٹکا ہوا سرا میزاب کی داڑھی کہلاتا ہے۔ یہ پرنالہ ''میزاب الرحمۃ'' کے نام سے موسوم ہے۔

(دیکھئے Aux villes saintes de l islam :ben cherif ص ۷۵) بارش کا پانی پرنالے کے ذریعے نیچے پتھر کے فرش پر گرتا ہے۔ وہ جگہ پچی کاری سے مزین ہے۔ کعبے کے چاروں طرف سنگ مرمر کا فرش ہے''۔

میزاب رحمت کو اکھاڑنے کے لئے قرامطہ کا ایک آدمی جب خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا تو وہ گر گیا اور ہلاک ہو گیا۔ اس طرح میزاب رحمت ان کے ہاتھ سے محفوظ رہا۔

(تاریخ خلدون حصہ پنجم ص ۲۱۲)

میزاب رحمت کے پاس دعا کے مستجاب ہونے کا واقعہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

''حرم شریف میں ایک شخص کو بھوک لگی۔ اس نے حجر اسماعیل علیہ السلام میں اپنے رب سے دعا کی چنانچہ میزاب کی چاندی کی ایک کیل اس کی گود میں گر پڑی جس سے اس نے اپنا کام چلایا۔'' (طبقات الکبریٰ ص ۲۳۶)

## ۶۔ حطیم

خانہ کعبہ کا وہ حصہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کے وقت شامل در مکان کیا تھا۔ لیکن قریش نے تعمیر کے وقت اسے چار دیواری سے باہر کر دیا۔ اس کو باہر رکھنے کی وجہ پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو دوبارہ عمارت کعبہ میں شامل کر لیا تھا۔ لیکن حجاج بن یوسف نے اسے دوبارہ باہر چھوڑ دیا۔

یہ چھوڑا ہوا حصہ حطیم یا حجر کہلاتا ہے۔ یہ حقیقۃً زمین کعبہ کا ہی حصہ ہے اور کعبہ معظمہ کے ہر امر کا اس پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کعبہ کی زیارت کا یہ بھی ایک سبب ہی بنایا ہے۔ یہیں سے سفر معراج کی ابتداء ہوئی تھی۔

یہ شمال مغربی دیوار کے سامنے مگر اس سے جدا سفید سنگ مرمر کی ایک نیم مدوّر دیوار ہے۔ یہ تین فٹ اونچی اور تقریباً پانچ فٹ موٹی ہے۔ اس کے سرے کعبے کے شمال اور مشرقی کونوں سے تقریباً چھ فٹ کے فاصلے پر ہیں لیکن کعبے کی دیوار سے اس کا فاصلہ عموداً چھ ہاتھ اور ایک بالشت ہے اس حصہ کو کعبہ کا حصہ ہونے کی وجہ سے خاص تقدس حاصل ہے۔ اس لئے طواف کے وقت اس کے اندر داخل نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے گرد ہو کر گزرتے ہیں۔ یہ قطعہ الحجر یا حجر اسماعیل (علیہ السلام) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ یہیں مدفون ہیں۔

(تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما' ص ۵۳' تفسیر روئی مجددی ج ا' ص ۵۶۱' سنن ابی داؤد ج ا' ص ۲۷۷' حاشیۃ الترمذی ص ۸ ۱۷۹' ۱۷۷' موطا امام مالک وکشف المغطا از وحید الزماں ص ۱۹۹' ۲۰۰' جامع الصغیر ج اول ص ۲۰' جامع الصغیر ج ۲ ص ۱ بحوالہ مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وسنن الترمذی' طبقات ابن سعد ج ۲' ص ۸۱' دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷ ا ص ۳۲۲' ص ۳۲۱' ص ۳۲۷' ص ۳۲۷' سفر نامہ ابن بطوطہ ج ا ص ۱۶۱' اخبار مکہ ص ۱۰۹' ۳۲۱' علاوہ ازیں اس کا ذکر کتب فقہ وحدیث وتفسیر میں بھی موجود ہے۔

## ۷- باب کعبہ معظّمہ

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں یاقوت احمر کا کعبہ معظّمہ زمین پر نازل ہوا تھا۔ جس کے دو دروازے تھے۔ ایک باب شرقی اور دوسرا باب غربی۔ ایک روایت کے مطابق وہ سبز زمرد کے بنے ہوئے تھے۔

حضرت شیث علیہ السلام کے زمانے میں جو عمارت کعبہ موجود تھی اس کا دروازہ سب سے پہلے انوش بن شیث علیہ السلام نے پتھروں کا بنایا تھا۔ اس روایت کو علامہ السہیلی اور علامہ تقی فاسی نے پیش کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے دو دروازے بنائے تھے۔ ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف اور وہ دونوں زمین کے ساتھ ہی تھے یعنی بلندی پر واقع نہ تھے۔ لیکن ان دروازوں کے کواڑ اور کنڈی نہ تھی وہ فقط سادہ سی عمارت تھی۔

سب سے پہلے تبع ابو کرب اسعد حمیری نے خانہ کعبہ کے دروازے کے کواڑ لگوائے اور ساتھ ہی کنڈی اور قفل بنوائے۔ ان کے بعد پھر دروازہ اسی طرح لگایا جاتا رہا۔ یعنی ہر تعمیر میں اسے ملحوظ رکھا گیا۔ آخر تعمیر قریش میں ایک ہی دروازہ وہ بھی زمین سے بلند کر کے لگایا گیا تاکہ سیلاب کا پانی عمارت کے اندر داخل نہ ہو سکے نیز قریش کا یہ بھی خیال تھا کہ جس کو چاہیں اندر جانے کی اجازت دیں اور جس کو چاہیں اندر نہ جانے دیں۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش مبارکہ کے مطابق تعمیر کعبہ کے وقت دو دروازے زمین کے ساتھ ہی بنائے اور ایک دروازہ شرقی جس سے

لوگ داخل ہوں اور دوسرا دروازہ غربی جس کے ذریعے باہر نکل سکیں لیکن وہ دروازے زیادہ دیر باقی نہ رہے اور حجاج بن یوسف نے ان میں سے ایک تو مکمل بند کر دیا اور دوسرے کو زمین سے اونچا کر دیا تا کہ سیڑھی کے بغیر دروازے میں سے کعبہ کے اندر کوئی نہ جا سکے۔ اس طرح وہ دروازہ آج تک موجود ہے مگر اس کی تزئین و زینت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

چنانچہ محمد بن جبیر متوفی ۶۱۴ھ اپنے دور میں باب کعبہ کی کیفیت یوں بیان کرتا ہے:

"بیت اللہ شریف کا دروازہ رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان میں حجر اسود سے دس بالشت کے فاصلے پر ہے اسی فاصلے کا نام ملتزم ہے۔ یہ جگہ اجابت دعا کے لئے مخصوص ہے۔ دروازہ زمین سے گیارہ بالشت اونچا ہے چوکھٹ چاندی کی ہے اور اس پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ چوکھٹ میں نہایت اعلیٰ درجہ کی صناعی کی ہوئی ہے جس کے نظارے سے نگاہ کو سیری نہیں ہوتی۔ دروازے کے اوپر دو بالشت چوڑی سونے کی تختی نصب ہے۔ دروازہ میں چاندی کے دو کنڈے ہیں ان میں قفل پڑے رہتے ہیں۔ دروازہ کا رخ مشرق کو ہے اس کا طول تیرہ بالشت اور عرض آٹھ بالشت ہے جس دیوار میں دروازہ لگایا گیا ہے اس کا آثار پانچ بالشت ہے"۔ (سفر نامہ ابن جبیر اردو ترجمہ ص ۷۱، ۷۲)

ابن بطوطہ اس کے بارے اپنے خیالات کا ظہار اس طرح کرتا ہے:

"کعبہ معظمہ کا دروازہ اس پہلو میں واقع ہے جو حجر اسود اور رکن عراقی کے مابین ہے۔ زمین سے دروازہ کی بلندی ساڑھے گیارہ بالشت، چوڑائی آٹھ بالشت اور طول تیرہ بالشت ہے اور دیوار میں دروازہ کا عرض پانچ بالشت ہے۔ اس دروازے میں تمام پتر چاندی کے نہایت کاری گری سے جڑے ہوئے ہیں اور دروازے کے دونوں بازو بھی چاندی کے پتروں سے نہایت کمال کے ساتھ آراستہ ہیں اور اسی طرح عقبہ علیا پر بھی چاندی کے پتر

جڑے ہیں۔ جہاں چاندی کے۔ دو بڑے نقارے رکھے ہوئے ہیں جو مقفل ہیں۔

باب کریم ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن کھولا جاتا ہے اور دروازہ کھولنے کی رسم یہ ہے۔ ایک کرسی جو منبر سے مشابہ ہوتی ہے رکھتے ہیں جس میں سیڑھیاں اور لکڑی کے پائے ہوتے ہیں۔ ان پائیوں میں چار پہیے لگے ہوتے ہیں۔ جن سے یہ کرسی گھسیٹی جاتی ہے۔ اسے کعبہ شریف کی دیوار سے لگا دیتے ہیں۔ اس وقت اوپر کا درجہ کعبہ شریف کی چوکھٹ سے متصل ہو جاتا ہے۔ شیبی خاندان کا سب سے معمر شخص اس پر چڑھتا ہے۔ بیت اللہ کی کلید مبارک اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اور خادم بھی ہوتے ہیں۔ کعبہ کے دروازہ پر جو پردہ لٹکا ہوا ہے اسے اٹھاتے ہیں اس کو برقع کہتے ہیں جب تک رئیس الشیبین دروازہ کھولتا رہتا ہے۔ یہ خادم اس برقعے کو اٹھائے ہی رکھتے ہیں۔ جب وہ دروازہ کھول لیتا ہے تو پہلے رئیس آستانہ عالیہ کو چومتا ہے اور پھر اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھنے میں جس قدر وقفہ ہوتا ہے وہ اندر قیام کرتا ہے پھر دوسرے شیبی اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے ہیں پھر دروازہ کھلتا ہے اور تمام لوگ اندر داخل ہونے میں سبقت کرتے ہیں۔ جس اثناء میں دروازہ کھولا جاتا ہے یہ سب باب کریم کی طرف رخ کئے ہوئے نیچی نگاہیں کئے ہوئے خشوع خضوع کے ساتھ جناب الٰہی میں ہاتھ پھیلائے کھڑے رہتے ہیں۔ جب دروازہ کھلتا ہے تو تکبیر کے ساتھ بآواز بلند یہ الفاظ کہتے ہیں:

اللّٰھم افتح لنا ابواب رحمتک و مغفرتک یا ارحم الرحمین۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ ص ۱۶۱، ۱۶۲)

بارِالٰہا! ہمارے لئے اپنی رحمت اور مغفرت کے دروازے کھول دے"۔

دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو ج ۱۷ص ۳۲۳ پر اس طرح درج ہے:

"شمال مشرقی دیوار میں زمین سے کوئی سات فٹ اونچا کعبے کا دروازہ ہے جس کے کچھ حصوں پر چاندی کے پترے چڑھے ہوئے ہیں BURCK HAROT اور علی بے کے زمانے میں ہر رات دہلیز پر شمعوں کی قطار جلا کرتی تھی مگر موجودہ دور میں برقی روشنی کی وجہ سے اس کا رواج باقی نہیں رہا جب دروازہ کھلتا ہے تو ایک پہیے دار زینہ (درج یا مدرج) دھکیل کر اس کے برابر لگا دیا جاتا ہے۔ یہ زینہ جب استعمال میں نہیں آتا تو چاہ زم زم اور باب بنوشیبہ کے درمیان کھڑا رہتا ہے"۔

Biloeratlas of Mecca: Snouck Hurgronue
"علی بے: Travels(۲)۸۰"

تفسیر روح المعانی پ ۱۷ص ۱۴۱ باب کعبہ کی بابت اس طرح لکھا ہے:

والباب فی جدار ها الشرقی وهو من خشب الساج مضبب بالصفائح من الفضة وارتفاع ماتحت عتبة الباب من الارض اربعة اذرع وثلاث اصابع ۔

اور دروازہ خانہ کعبہ کی مشرقی دیوار میں ہے اور وہ ساج کی لکڑی کا بنا ہوا ہے جس پر چاندی کے پترے چڑھے ہوئے ہیں زمین سے دروازے کی دہلیز کے نیچے تک کی لمبائی چار ہاتھ اور تین انگشت ہے۔

نیز کعبہ کی کلید برداری شیبہ کی اولاد میں چلی آرہی ہے اس کی تائید کے لئے دیکھئے صفحات گزشتہ اور کتاب "نسب نامہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم" از غلام دستگیر نامی ص ۱۴"

# ۸- کسوۃ (غلاف) کعبہ مکرمہ

کعبہ معظمہ کی تعظیم و عظمت کے لئے اس پر غلاف چڑھانے کا رواج آج تک موجود ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اہم رسم کا آغاز کس وقت ہوا۔ بعض روایات میں اشارۃً حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں غلاف کعبہ کے چڑھانے کا ذکر ملتا ہے لیکن تاریخ اس کی تفصیل سے بالکل خاموش ہے۔ البتہ تبع اسعد الحمیری کو غلاف کعبہ چڑھانے کا سب سے پہلے شرف حاصل کرنے کے بارے میں سب مؤرخین یک زبان ہیں چنانچہ ابن ہشام بروایت ابن اسحاق اس طرح بیان کرتے ہیں:

"تبع اور اس کی قوم بت پرست تھی۔ جب اس نے مکے کا رخ کیا جو یمن کو جاتے وقت اس کے راستے میں پڑتا تھا اور عسفان اور امج کے درمیان کسی مقام پر پہنچا تو اس کے پاس ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد میں سے کچھ لوگ آئے اور کہا "اے بادشاہ! کیا ہم آپ کو چھپا ہوا خزانہ نہ بتا دیں' جس میں موتی' زمرد' یاقوت' سونا اور چاندی بکثرت موجود ہیں؟ جو بادشاہ آپ سے پہلے گزرے ہیں وہ اس سے غافل رہے۔" اس نے کہا "کیوں نہیں ضرور بتادو"۔ انہوں نے کہا مکہ میں ایک گھر حرم پاک ہے۔ اہل شہر اس کی پرستش کرتے ہیں اور اس کے پاس نمازیں پڑھتے یا دعائیں مانگتے ہیں۔ قبیلہ بنی ہذیل نے تو صرف یہ چاہا تھا کہ تبع کو اس کے ذریعے سے برباد کریں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہوں میں سے جس نے حرم پاک سے بدی کا ارادہ کیا یا وہاں سرکشی کرنی چاہی وہ برباد ہو گیا۔ لیکن جب تبع نے ان کے کہنے کے مطابق عمل کا عزم کر لیا تو اس نے یہودی عالموں کو بلایا اور حرم پاک کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا "ان لوگوں نے تجھے اور تیری قوم کو برباد کر دینا چاہا

ہے۔ ہم اس گھر کے سوا کوئی اور گھر ایسا نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنے لئے بنایا ہو۔ اگر تم نے ویسا ہی کیا جس پر تجھے ان لوگوں نے ابھارا ہے تو تو اور تیرے ساتھ جو جو ہیں۔ سب تباہ ہو جائیں گے۔ تو اس کی تعظیم و تکریم کر چنانچہ وہ مکہ شریف میں چھ روز رہا اور وہاں خانہ کعبہ کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتا رہا۔

اسے خواب میں بتایا گیا کہ بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھائے۔ چنانچہ اس نے بیت اللہ پر ٹاٹ کا غلاف چڑھایا۔ پھر اسے بتایا گیا کہ اس سے بہتر غلاف چڑھائے تو اس نے معافر کا غلاف چڑھایا پھر اسے بتایا گیا کہ اس سے بہتر غلاف چڑھائے۔ چنانچہ اس نے ملاء اور وصائل کا غلاف چڑھایا۔ عرب کے خیال کے مطابق تبع پہلا شخص ہے جس نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا اور اس کے منتظمین کو (جو بنو جرہم) سے تھے ہمیشہ غلاف چڑھاتے رہنے کی وصیت کی۔ یہ واقعہ ۲۰۰ قبل مسیح کا ہے"۔

قبل از اسلام خالد بن جعفر بن کلاب نے کعبے کو ریشمی غلاف پہنایا اور جب قریش مکہ نے از سر نو تعمیر کی تو اسے خوبصورت غلاف پہنایا۔ ایک روایت کے مطابق سکندر اعظم نے بھی وہاں سے گزرتے وقت ایک غلاف چڑھایا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد بیت اللہ شریف کو علامات کفر و شرک سے پاک کر کے اسے یمنی کپڑے کے غلاف سے زینت بخشی۔ الازرقی نے اخبار مکہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور الصحیح البخاری کتاب المناسک باب کسوۃ الکعبہ میں بھی اس کا ارشاد موجود ہے۔ اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ کعبہ معظمہ پر غلاف چڑھانا سنت مطہرہ ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمانی کپڑے کا غلاف چڑھایا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مصر کے علاقہ قبطیہ کے سن کے بنے ہوئے کپڑے "قباطی" کا ہر

سال نیا غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دو دفعہ ایک سردیوں میں اور ایک گرمیوں میں غلاف چڑھایا جاتا تھا جو مصر کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ البتہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں تاریخ خاموش ہے کہ آیا انہوں نے غلاف کعبہ کس کپڑے کا یا کب چڑھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ' اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ' کے غلاف چڑھانے کا صریح اشارہ الصحیح البخاری کتاب المناسک' باب کسوۃ الکعبہ میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ریشمی غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ خلفائے بنو امیہ اور بنو عباس نے بھی اس رسم کو جاری رکھا۔ بنو عباس میں سے مامون نے تین غلاف چڑھانے شروع کئے۔

۱۔ ریشمی سرخ غلاف' ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ (یوم الترویہ) کو

۲۔ قباطی (مصری) غلاف یکم رجب کو

۳۔ سفید ریشمی غلاف' ۲۷ رمضان المبارک کو' مگر اس سے پہلے دس محرم الحرام کو غلاف چڑھایا جاتا تھا۔

ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ' کی شہادت کے بعد سے چڑھائے جانے والے غلافوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ سلطنت اسماعیلیہ' ایوبیہ اور عثمانیہ نے اپنے اپنے عہد حکومت میں اچھے سے اچھے کپڑے کے غلاف چڑھائے۔ بعد ازاں خانہ کعبہ کو غلاف پہنانے کا شرف' کبھی عربوں کو اور کبھی مصریوں کو حاصل رہا۔ ۱۲۲۱ھ میں غلاف کعبہ کو جلا دیا گیا ۱۳۴۵ھ میں شاہ سعود نے سعودی عرب میں ہی غلاف کعبہ تیار کروایا جب کہ حج میں صرف دس روز باقی تھے۔ اس کے بعد شاہ سعود کے فیصلے کے مطابق غلاف حجاز میں تیار ہونے لگا۔ حالانکہ اس زمانے میں حجاز و مصر میں سمجھوتہ ہو چکا تھا اور غلاف کی آمد بھی شروع ہو چکی تھی۔ دریں اثناء شاہ سعود نے مولوی اسماعیل

غزنوی سے اس بارے میں مشورہ کیا جو اس وقت شاہ کے انڈین سیکرٹری تھے۔ چنانچہ انہوں نے بنارس کے ایک کاریگر حاجی کریم بخش سے ایک نمونہ شاہ کو بنوا کر بھیجا جو پسند کیا گیا۔ اس طرح ہندوستان کے کاریگروں کے ذریعے حجاز میں غلاف کعبہ تیار ہونے لگا۔ اس طرح یہ شرف پاکستانی اور ہندوستانی کاریگروں کو حاصل ہو گیا۔ ۱۹۲۳ء میں غلاف کعبہ پاکستان میں تیار ہوا اور ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو اس کا جشن منایا گیا۔ اب یہ مقامی دارالکسوۃ میں تیار ہوتا ہے۔

غلاف کعبہ مختلف زمانوں میں مختلف اجزاء پر مشتمل رہا۔ لیکن ان دنوں غلاف جن اجزاء پر شامل ہے وہ عہد عثمانیہ میں متعین ہوا جو چار اجزاء ہیں۔ پہلا جز اصلی غلاف یا کسوۃ ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے چاروں طرف پہنایا جاتا ہے اس میں صرف دو شگاف ہوتے ہیں۔ ایک میزاب (پرنالے) کے لئے اور دوسرا دروازے کے لئے دوسرا جزو ''حزام'' جس کا مطلب ہوتا ہے بند یا پٹی۔ یہ زمین سے تقریباً دو تہائی بلندی پر یعنی تقریباً بتیس فٹ بلندی پر غلاف کعبہ کے چاروں طرف لٹکایا جاتا اس پر قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں۔ یہ زردوزی کا کام ہوتا ہے۔ تیسرا جزو جو کعبہ کے مشرقی سمت حزام کے نیچے دیوار کے دونوں گوشوں پر میزاب کعبہ کے نیچے دروازے کے اوپر دونوں جانب ۲ فٹ مربع چوکھوٹے ٹکڑے ہیں۔ جس میں بسم اللہ دائرہ میں لکھا ہوتا ہے۔ چوتھا جزو برقع ہے یہ پہلے غلاف کعبہ کا حصہ نہیں تھا۔ اس کو سب سے پہلے ملک صالح نجم الدین سلطان مصر کی ملکہ فاطمہ ملقب بہ شجرۃ الدرر نے تیار کروایا۔ یہ ۶۳۷ھ سے ۶۴۸ھ کے درمیان ایجاد ہوا۔

کعبہ معظمہ کے اندرونی غلاف ۶۱۷ھ میں ملک ناصر الدین سلطان مصر نے بیرونی غلاف کے ساتھ بھیجا تھا' جو ۸۱۷ھ تک موجود رہا۔ بیرونی غلاف سازی کا اعزاز تو بدستور مصر کو حاصل رہا۔ لیکن اندرونی غلاف تیار کرنے کا اعزاز خلفائے عثمانیہ نے حاصل کر لیا۔ اندرونی غلاف کا رنگ شروع سے سرخ رہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں دھاری دار کپڑے کا غلاف چڑھایا گیا۔ خلفائے راشدین نے قباطی' سن' دیبا اور یمانی کپڑے کے غلاف چڑھائے۔ بنوامیہ نے دوسرے کپڑوں کے علاوہ سفید غلاف کی ابتداء کی۔ بنوعباس نے حریر' تونہ' سفید اطلس اور سرخ اطلس کے غلاف چڑھائے ناصر الدین نے سبز رنگ کا غلاف چڑھایا بعدازاں اس نے سیاہ رنگ کا غلاف بھیجنا شروع کیا۔ شیخ ابوالقاسم فیاض شخص تھا۔ اس نے یمن کے دھاری داری کپڑے جرات کا غلاف۔ جس کی قیمت اٹھارہ ہزار دینار تھی۔ خانہ کعبہ پر چڑھایا۔ جبکہ منصور نے سیاہ رنگ کا سوتی غلاف چڑھایا۔

عہد عثمانی میں خالص ریشم کا غلاف استعمال نہ کیا گیا۔ انہوں نے تانا سوت کا اور بانا ریشم کا بنایا جبکہ آج کل خالص ریشم سے تیار کیا جاتا ہے اور سیاہ کمخواب کا ہوتا ہے۔

غلاف کعبہ پہلے محرم الحرام کی دس تاریخ کو چڑھایا جاتا تھا۔ بعد میں یہ آٹھ ذوالحجہ کو چڑھایا جانے لگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی سال میں بنو ہاشم کی طرح دومرتبہ غلاف چڑھاتے تھے اس لئے وہ پہلے محرم اور آٹھ ذوالحجہ کو غلاف چڑھاتے تھے۔ مہدی تین دفعہ غلاف چڑھاتا تھا۔ جبکہ متوکل سال میں چھ بار غلاف پوشی کرتا تھا۔ بعدازاں خدام کعبہ کے اصرار پر ہر تین ماہ بعد غلاف بھیجنے لگا۔ آج کل سال میں ایک دفعہ غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ یہ تقریب آٹھ ذوالحجہ کو منعقد ہوتی ہے خلاف کعبہ کو روانہ کرنے کی رسم بڑی شان وشوکت اور دھوم دھام سے ادا کی جاتی ہے جو اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے طریقوں سے منائی جاتی رہی ہے۔ حضرت عبدالمطلب کے زمانے میں بخورات جلانے کے دوران ایک چنگاری غلاف کعبہ پر جاپڑی۔ جس سے کعبہ شریف جل گیا۔ بعدازاں حصین بن نمیر نے خانہ کعبہ پر پتھر اور آگ برسائی جس سے کعبہ مع غلاف کے جل گیا۔ یہ واقعہ عبدالملک بن مروان سے پہلے کا ہے۔ یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ' کے زمانے کا ہے۔ ۲۶۶ھ خلیفہ بغداد معتمد علی اللہ کے زمانے میں بدوؤں نے غلاف کعبہ کو لوٹ لیا۔ ۳۱۷ھ میں قرامطہ نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا اور اس مقدس مکان کو نقصان پہنچایا اور ابو

طاہر قرامطی نے غلاف کعبہ اپنے ساتھیوں میں لٹا دیا ۷۵۱ھ میں سلطان یمن المجاہد نے مصری غلاف کی بجائے اپنا غلاف چڑھانے کی کوشش کی لیکن سلطان مصر الناصر نے اسے ضبط کر لیا ۹۶۱ھ اور ۹۶۳ھ میں غلاف کعبہ بحری راستے کے ذریعے آ رہا تھا۔ طوفان کی وجہ سے غرقاب ہو گیا ۱۳۲۵ھ میں کسی نامعلوم شخص نے اسے نیچے کی طرف سے کاٹ لیا غلاف کعبہ کے ساتھ ایسے حادثات بھی متعلق ہیں جن کی وجوہ سراسر سیاسی ہیں۔ یعنی غلاف کعبہ جو سلطان چڑھاتا تھا۔ وہی حجاز پر حکمران تصور کیا جاتا تھا۔ عباسیوں کے خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں ابوالسرایا نے مکہ معظمہ پر قبضہ کر کے خانہ کعبہ پر اپنا غلاف چڑھایا جس پر محمد طباطبائی کی دعوت کے متعلق تحریر درج تھی۔

ایک وقت یہ رواج رہا کہ غلاف کعبہ چڑھانے کے بعد اتارا نہیں جاتا تھا اور اسی کے اوپر ہی نیا غلاف کعبہ چڑھا دیتے۔ کیونکہ خانہ کعبہ سے مکمل لباس اتار دینے کو وہ گستاخی اور بے ادبی تصور کرتے تھے۔ وہ اس کے پھٹے پرانے اور خستہ ٹکڑوں پر پیوند کاری کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پرانا غلاف اتار کر بطور تبرک تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی یہ رسم جاری رکھی لیکن جب انہوں نے ایک عورت کو غلاف کعبہ کے ٹکڑوں کا کرتہ پہنے دیکھا تو آپ کانپ گئے کہ اس عورت نے غلاف کعبہ کی بے حرمتی کی ہے چنانچہ انہوں نے اسے آئندہ دفن کرنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اصرار پر اسے دفن کرنے کی بجائے فروخت کر دیا جاتا اور اس کی حاصل کردہ رقم غرباء میں تقسیم کر دی جاتی اور بعد میں پرانے طریقے پر ہی عمل ہونے لگا۔ آج کل پرانا غلاف کعبہ حاجیوں میں تبرک کے طور پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کعبے کی چاروں دیواریں سیاہ غلاف سے ڈھکی رہتی ہیں جو کمخواب کا بنایا جاتا ہے۔ یہ غلاف زمین تک لٹکتا ہے جس کا زیریں کنارہ تانبے کے ان حلقوں سے بندھا رہتا ہے جو شادرواں سے جڑے رہتے ہیں۔ پرانا غلاف 25 ذی قعدہ کو اتار دیا جاتا ہے اور عارضی طور پر ایک سفید غلاف جو زمین سے تقریباً چھ فٹ اونچا رہتا ہے چڑھا

دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر کہا جاتا ہے کہ کعبے نے احرام باندھ لیا۔ ابن جبیر کے مطابق ۲۷ ذی قعدہ کو کعبے کے غلاف کو آٹھ نو فٹ اوپر کی جانب چاروں طرف سے سمیٹ دیا جاتا ہے اسے ''کعبے کا احرام'' کہتے ہیں۔

اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے یہ عمل پہلے عصر کی نماز کے بعد انجام دیا جاتا تھا۔ پھر دن کے آغاز میں اس کا رواج ہو گیا۔ موجودہ حکومت نے غلاف کعبہ کو فروخت کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ اس سے پہلے اس کے ٹکڑے بطور تبرک فروخت کر دیئے جاتے تھے۔

نیز یہ بات قابل ذکر ہے کہ خانہ کعبہ کے غلاف کو چھ سو اٹھاون میٹر کپڑا لگتا ہے۔

(ماخذ: سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۹، شفاء الغرام ج ۱ ص ۱۱۹ تا ۱۲۶، السہیلی الروض الانف ج ۱ ص ۱۲۹ تا ۱۳۰، الازرقی: اخبار مکہ ص ۱۷۳، ۱۷۴، ص ۱۷۶، خطبات الاحمدیہ ص ۳۳۱، ۳۳۲، الصحیح البخاری کتاب المناسک باب کسوۃ الکعبہ، سفرنامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ ص ۱۸۳، ۱۸۴، سفرنامہ ابن جبیر ص ۷۸، البتونی، الرحلۃ الحجازیہ، تاریخ طبری بمواضع کثیرہ، تاریخ ابن خلدون بمواضع کثیرہ، تاریخ ابن خلدون بمواضع کثیرہ، تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی بمواضع کثیرہ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو جلد ۱۷ ص ۳۲۳ ص ۳۲۷، تاریخ بیت اللہ، قصص القرآن، خانہ کعبہ، تاریخ مکہ معظمہ، کعبہ و غلاف کعبہ، معارج النبوۃ رکن دوم ص ۱۲، ۱۳)

## ۹۔ غسل کعبہ معظّمہ

حج کے موقع پر کعبے کو غسل دیا جاتا ہے۔ غسل کے اوقات کی تعیین حکومت کرتی ہے آج کل چھ سات ذوالحجہ غسل کے لئے مقرر ہے۔ اس رسم میں سعودی عرب کے حکام اسلامی ممالک کے وفود اور چند ممتاز زائرین شریک ہوتے ہیں سب سے پہلے سلطان وقت داخل ہوتا ہے، وہ دو رکعت نماز ادا کر کے خود فرش کو آب زم زم سے دھوتا ہے۔ پانی دہلیز کی موری سے باہر بہ جاتا ہے دیواریں ایک قسم کے جاروب سے دھوئی جاتی ہیں، جو کھجور کے پتوں سے بنائی جاتی ہے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ کا گورنر ہر ایک چیز پر گلاب چھڑکتا ہے اور آخر میں عمارت کے اندر قسم قسم کی بخورات سے دھونی دی جاتی ہے۔

(اردو دائرۃ المعارف ج ۱۷ ص ۳۳۰)

# ۵-مطاف

حج کے موقع پر کعبے کو غسل دیا جاتا ہے۔ اوقات کی تعیین حکومت کرتی ہے۔ وہ فرش جس پر طواف کیا جاتا ہے مطاف کہلاتا ہے۔ مطاف اور اس کے گردونواح کی صورت ہمیشہ یکساں نہیں رہی۔ البتہ مطاف میں داخل ہونے والا دروازہ (باب السلام) بدستور قائم ہے۔ ۱۹۵۶ء کی تزئین وتوسیع کے دوران میں مطاف میں نیا فرش لگایا گیا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے مطاف کے ساتھ ساتھ اکتیس یا بتیس نازک پتلے ستون نصب تھے اور ہر دو ستونوں کے درمیان سات قندیلیں آویزاں تھیں جو شام کے وقت روشن کی جاتی تھیں اب روشنی کے لئے بجلی کی جدید خوبصورت ٹیوبیں نصب کی گئی ہیں۔

باب بنی شیبہ ایک محراب ہے اور جہاں سے مطاف میں داخل ہوتے ہیں۔

(دائرۃ المعارف اسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۴)

ابن جبیر اس بارے میں کہتا ہے "طواف بیرون حجر (حطیم) کرتے ہیں۔ طواف کی زمین پر پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کا فرش ہے۔ پتھر سیاہ' سفید اور بھورے رنگ کے ہیں۔ طواف کے فرش کی زمین بیت اللہ شریف کی دیوار سے نو قدم تک چوڑی ہے مگر مقام کریم کی جانب نو قدم سے چوڑائی بڑھا کر اس کو بھی شامل کر لیا ہے۔ عورتیں فرش کے باہر طواف کرتی ہیں۔ (سفرنامہ ابن جبیر اردو ترجمہ ص ۷۳)

علامہ محمد طاہر الکردی نے رجب ۱۳۶۷ھ میں کعبہ و مطاف کے حدود کو ناپا وہ اس طرح ہے:

۱- ارتفاع کعبہ زمین سے چھت تک: ۱۵ میٹر

۲- مشرق دروازے کے جانب سے کعبہ کی لمبائی چوکھٹ کے علاوہ ۵۸ء۱۱ میٹر

۳- جانب غربی سے لمبائی بغیر چوکھٹ کے ۹۳ء۱۱

۴- جانب شامی سے لمبائی بغیر چوکھٹ کے ۲۲ء۱ میٹر

۵-ستونوں کے درمیان کا فاصلہ چوکھٹ کو نکال کر ۱۳ء۱۰ میٹر

۶-حجر اسود کی زمین سے بلندی ۵۰ء۱ میٹر

۷-زمین سے دروازے کی بلندی ۲ میٹر

۸-دروازے کی لمبائی دو میٹر

۹-جانب مشرق سے حجر اسماعیل ۶۵ء۲ میٹر۔

۱۰-جانب غرب سے حجر اسماعیل ۵۸ء۲ میٹر

۱۱-میزاب کعبہ اور حجر اسماعیل کا درمیانی فاصلہ ۳۶ء۸ میٹر

۱۲-کعبہ کی چوکھٹ اور مقام ابراہیم علیہ السلام کی کھڑکی تک کا درمیانی فاصلہ شرقی جانب سے ۱۰ء۱۱ میٹر

۱۳-حجر اسماعیل علیہ السلام اور مطاف کے چکر کا درمیانی فاصلہ جانب شامی سے ۱۲ میٹر

۱۴-کعبہ کی چوکھٹ اور دائرہ مطاف کا درمیانی فاصلہ مقام حنبلی کے سامنے ۸۰ء۱۵ میٹر

۱۵-کعب کی چوکھٹ اور دائرہ مطاف کا درمیانی فاصلہ مقام مالکی کے سامنے: ۸۰ء۱۵ میٹر۔ (مقام ابراہیم علیہ السلام ص ۵۲ ۵۵ اردو ترجمہ)

## ۶-مقام ابراہیم علیہ السلام

باب بنی شیبہ ایک محراب ہے جو کعبے کی شمال مشرقی دیوار کے مقابل واقع ہے اس محراب اور کعبے کے درمیان ایک چھوٹی سی قبہ دار عمارت ہے جو مقام ابراہیم علیہ السلام کہلاتی ہے۔ اس میں ایک پتھر رکھا ہوا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کے وقت اس پر کھڑے ہوئے تھے۔ مشرقی سیاحوں اور مؤرخوں کے بیان کے مطابق یہ ایک نرم پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم اب تک دکھائی

دیتے ہیں۔ المہدی بن المنصور عباسی متوفی ۱۶۹ھ کے عہد خلافت میں اس پتھر پر حفاظت کے لئے ایک سنہری حلقہ چڑھا دیا گیا تھا۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں دو جگہ موجود ہے۔" (دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو ج ۱۷ ص ۳۲۲)

۱ - وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ ۔(سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۲۵)

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

۲ - فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ ۔

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۷)

اس میں یعنی کعبہ میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔

تعمیر کعبہ کے وقت جب دیواریں اتنی اونچی ہو گئیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے آسانی سے نہیں بنا سکتے تھے تو آپ نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر باقی ماندہ عمارت کو مکمل کیا۔ ایک روایت کے مطابق اس پتھر میں یہ خاصیت تھی کہ یہ حسب خواہش ابراہیم علیہ السلام اوپر نیچے ہو جاتا تھا۔ اس پتھر پر آپ کے قدموں کے نشان پڑ گئے جو آج تک اس واقعے کی یاد دلاتے ہیں۔

نقش قدم لگنے کے بارے میں دوسری روایت یہ ہے کہ جب ہاجرہ علیہا السلام فوت ہو گئیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ملنے مکہ معظمہ تشریف لائے تو آپ اس وقت باہر شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے تو اس وقت آپ کی زوجہ مطہرہ گھر میں موجود تھیں (یعنی اسماعیل علیہ السلام کی دوسری بیوی "رعلہ") اس نے آپ کی بڑی عزت و تکریم کی آپ چونکہ سفر کی وجہ سے گرد آلود تھے۔ اس لئے آپ کو غسل کرنے کے لئے عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا میں اونٹ سے اترے بغیر ہی سر دھو لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے پہلے سر مبارک کا نصف دایاں حصہ دایاں قدم مبارک ایک پتھر پر رکھ کر دھویا اور نصف بایاں سر کا حصہ دھونے کے لئے بایاں قدم اسی پتھر پر رکھا

اس طرح دونوں قدموں کے نشان اس پر پڑ گئے۔

تیسری توجیہہ کے مطابق یہ وہی پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے لئے پکارا۔ یہ پتھر اتنا بلند ہو گیا کہ ساری زمین اس کے سامنے نظر آنے لگی۔ اس طرح آپ نے زمین اور اہل زمین کو مخاطب کیا۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ مثلاً:

۱- اکثر روایات میں اس سے مراد مذکور پتھر ہی لیا گیا ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم ہیں۔

۲- بعض نے اس سے خانہ کعبہ مراد لیا ہے۔

۳- اس سے مقام ابراہیم علیہ السلام بھی مراد لیا گیا ہے۔

۴- مسجد الحرام کو مقام ابراہیم سمجھنے کے بارے میں روایات ملتی ہیں۔

۵- بلد الحرام ( مکہ معظمہ ) کو مقام ابراہیم تصور کیا گیا ہے۔

۶- کچھ روایات کے مطابق سارا حرم شریف مقام ابراہیم (علیہ السلام) ہے۔

بہر صورت مذکورہ بیانات آپ کے قدوم میمنت لزوم کے نشان مبارک کے باعث ہی مقام ابراہیم (علیہ السلام) کی نشان دہی کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں مذکور ہے:

**۱ - ان الرکن والمقام یاقوتان من یاقوت الجنة طمس اللہ نورھما ولو لم یطمس نورھما لأضاء تا ما بین المشرق والمغرب ۔**

(جامع الترمذی ج صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۷۷ مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ المستدرک لحاکم ابن حبان)

بے شک رکن اور مقام (ابراہیم علیہ السلام) جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو ماند کر دیا اگر ان کا نور ماند نہ پڑتا تو مشرق و مغرب کے درمیان سب کچھ روشن ہو جاتا۔

۲- ان اللہ تعالٰی یبعث الرکن والمقام لهما عینان ولسانان وشفتان یشتهد ان المن وافاهما بالوفاء۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۵۰۱)

بے شک اللہ تعالٰی (قامت کے دن) رکن اسود اور مقام ابراہیم کو اس طرح اٹھائے گا کہ ان کی دو آنکھیں، دو زبانیں اور دو لب ہوں گے اور جس نے ان دونوں کا پورا حق ادا کیا ہوگا ان کی وہ گواہی دیں گے۔

اللہ تعالٰی نے اس مقام کریم کو دعا و نماز کی جگہ بنایا۔ اس کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھا اور اسے دشمنوں سے بچائے رکھا۔ نیز یہ مدت دراز سے باقی و موجود ہے۔ نیز خدا تعالٰی کے برگزیدہ خلیل (علیہ السلام) کے قدموں کے نشان کی اہمیت کو اللہ تعالٰی نے ثابت کیا ہے اور واضح کیا کہ اس کے برگزیدہ لوگوں کے قدموں کے نشانات کا احترام کرنا چاہیے۔ اسے ادب کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اسے نماز و دعا کی جگہ سمجھنا چاہیے یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ آرزوئیں بر آتی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے یہاں نفوس قدسیہ کے نشان قدم کی عزت و عظمت کا ذکر فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا ادب واحترام انتہائی ضروری ہے۔ انبیاء عظام اور اولیاء کرام کا ادب واحترام ان کی علامات کی توقیر ایمان کی علامت ہے۔ ان ہستیوں یا ان کی نشانیوں کے احترام وادب کو عبادت سے مماثلت نہیں دی جاسکتی نہ ہی ان میں بت پرستی یا شرک کا شائبہ ہے۔ چنانچہ انتہا پسند مذہبی جنونیوں پر صد افسوس ہے جو اولیاء کرام کے تبرکات ونشانات کے ادب واحترام کو عبادت غیر اللہ قرار دے کر بلاوجہ شرک کے فتوے جڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ مقام ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ معظمہ کے قریب ہی علاقہ مطاف میں موجود ہونے کے متعلق بخوبی جانتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ عبادت وادب کے مفہوم کے فرق کا تجزیہ کرنے سے قاصر ہیں انہیں ان آیات بینات سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اولیاء اللہ وانبیاء عظام کے شعائر و علامات کے ادب کی تلقین کرنی چاہیے اور بلاوجہ کی تنقید سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ محمد بن جبیر اپنے دور میں اس مقام کریم کا نقشہ کیسے کھینچتا ہے

وہ بیان کرتا ہے:

''مقام کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی چیز ہے۔ یہ تین بالشت کا بلند اور دو بالشت کا چوڑا پتھر چاندی سے منڈھا ہوا ہے۔ بلاتشبیہہ کمہار کی باٹی کی سی شکل ہے۔ اوپر کی سطح نیچے کی سطح سے چوڑی ہے۔ درمیان میں نیچے کے حصے سے بھی تنگ ہے۔ ہم نے اسے مس کیا چوما اور آب زم زم اس پر ڈال کر پیا۔ حضرت خلیلؑ اللہ کے دونوں قدموں اور انگلیوں کے اس پر نشان ہیں۔ قادر بیچون کی کیا شان ہے کہ سنگ خارا کو ان کے قدم سے نرم کر دیا اور نرم ریت میں کوئی اثر نہ ہونے دیا۔ یہ صرف عبرت کے واسطے ایک نشانی ہے۔ مقام کریم اور مکان مقدس کے دیکھنے سے ایک ایسی ہیبت طاری ہوتی ہے جس سے عقل کو حیرت اور طبیعت کو ہراس ہوتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ زبانیں الحاح وزاری میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ گوشہ چشم سے زیادہ دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ دروازہ مقدس کے بازو سے رکن عراقی کی طرف کو بارہ بالشت کا لمبا' ساڑھے پانچ بالشت کا چوڑا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں اسی جگہ مقام کریم رکھا جاتا تھا۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام کریم کو خانہ اقدس کے باہر مصلے کے قریب رکھوا دیا۔ حوض میں خانہ کعبہ کے غسل کا پانی جمع ہوتا ہے اس جگہ کو روضہ فردوس کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ اس میں نمازیں پڑھتے میں تہہ میں سفید ریت بچھی ہوئی ہے۔ اب مقام کریم کی جگہ کعبہ شریف کے باہر دروازے اور رکن عراقی کی دیوار کے سامنے مصلیٰ کے پاس ہے۔ مقام کریم پر لکڑی کا منقش قبہ قد آدم بلند لگا دیا ہے اور اس کے اندر مقام کریم رکھا گیا ہے۔ قبہ کے چاروں ضلعے برابر ہیں اور ہر ایک ضلع چار بالشت کا ہے۔ اس کے گرد

آڑے پتھروں کا کٹہرا بالشت بھر اونچا پانچ قدم لمبا اور تین قدم چوڑا حوض کی طرح بنا دیا ہے۔ اس قبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان سترہ قدم کا فاصلہ ہے۔ ہر قدم تین بالشت کا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مقام کریم کا ایک قبہ لوہے کا بھی قبہ زم زم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ایام حج میں آدمیوں کی کثرت کے سبب سے لکڑی کا قبہ علیحدہ کر لیتے ہیں اور لوہے کا رکھ دیا جاتا ہے"۔

(سفرنامہ ابن جبیر اردو ترجمہ ص ۲۲، ۷۳)

آج کل مقام کریم شیشے کے قبے میں رکھا گیا ہے جس کی بنیاد مضبوط پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ مقام کریم کے اوپر شیشے کا ہی گنبد نما قبہ نصب کیا ہوا ہے باہر کے قبے کے لئے چھ بڑے بڑے شیشے مسدس نما شکل میں لکڑی کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور چاروں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس طرح یہ ایک مسدس شمع دان کی سی شکل اختیار کر گیا ہے۔

اس عنوان کی تیاری کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے: (تفسیر جلالین ص ۱۵۰، تفسیر بیضاوی، ص ۱۰۵، تفسیر مدارک ج ۱ ص ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۹۲، ۱۹۳، تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۵۲، تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۳۷۸ تا ۳۸۶، پ ۳ ص ۱۴، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۵۲، ص ۳۴۸ تا ۳۵۰، ج ۲ ص ۱۸۸، تفسیر حسینی ج ۱ ص ۲۱، ۲۲، ۶۸ تا ۷۰، ۸۱، ۸۲، تفسیر روفی ج ۱ ص ۱۲۲، ص ۲۶۱، ۲۶۲، تفسیر کشاف بذیل آیات (۲-۱۲۵، ۱۹۶:۲)، تفسیر کشف الاسرار، تفسیر خازن، تفسیر صاوی، تفسیر مظہری، تفسیر موضح القرآن، تفسیر ابن کثیر، تفسیر در منثور، تفسیر بغوی، تفسیر نعیمی، تفہیم القرآن، تفسیر کبیر، تفسیر ابن جریر، تفسیر بحر المحیط، تفسیر مراغی، تفسیر ابو سعود، تفسیر ابن عربی، تفسیر فتح البیان، تفسیر مواہب الرحمٰن، تفسیر نیشاپوری، تفسیر حقانی، تفسیر ثنائی، تفسیر عثمانی، تفسیر ماجدی، تفسیر معارف القرآن، المفردات، فوز الکبیر بذیل آیات (۱۲۵:۲، ۱۹۶:۳)، جامع الترمذی ج ۱، ص ۷۷، ۱۸۱، جامع المسانید ج ۱ ص ۵۰۱، جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۳۱، مشکوٰۃ شریف ج ۱، سفرنامہ ابن جبیر ص ۷۲، ۷۳، دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷، ص ۳۲۲، ۳۲۳، عمود النسب، حضرت ابو طالب: قصیدۃ لامیۃ۔

نیز علامہ طاہر الکردی مقام ابراہیم علیہ السلام کے بارے اپنے خیالات کا اظہار

اس طرح کرتے ہیں:

"میں یہ سوچا کرتا تھا کہ مقام ابراہیم علیہ السلام جو لکڑی کے صندوق میں رکھا ہے جس پر حریر کا منقش پردہ پڑا ہوا ہے اور چاروں طرف لوہے کی سبز سلاخیں ہیں یہ کوئی اتنا بڑا پتھر ہوگا کہ اسے چار پانچ آدمی بھی نہ اٹھا سکتے ہوں گے اور میں یہ بھی خیال کرتا تھا کہ آپ کے قدم کا نشان ایسا ہوگا جیسا زمین پر نقش قدم پڑ جاتا ہے' مگر جب میں نے شعبان ۱۳۶۷ھ میں اس کی زیارت کی تو معاملہ کچھ اور ہی نکلا اس سے پیشتر کہ میں کچھ بیان کروں۔ بعض مؤرخین کے بیان دیتا ہوں تا کہ ان کی روشنی میں یہ بات واضح ہو سکے"۔

امام ازرقی المتوفی ۲۴۰ھ اپنی کتاب "اخبار مکہ" کی دوسری جلد کے ص ۲۹ پر رقم طراز ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ مقام ابراہیم (علیہ السلام) کل ایک ہاتھ کا ہے اور مربع ہے۔ بالائی حصہ چودہ انگل چوڑا اور چودہ انگل لمبا ہے اور نیچے سے بھی اسی قدر ہے۔ اس کے نیچے اوپر کے دو طوق ہیں۔ دونوں طوقوں کا درمیانی حصہ بقدر مقام کھلا ہوا ہے' سونے کا طوق امیر المومنین متوکل علی اللہ نے چڑھوایا۔ اس سے پیشتر مقام کا طول نو انگلی اور عرض دس انگلی تھا۔ قدم مبارک پتھر کے اندر دھنسے ہوئے ہیں اور ترچھے ہیں دونوں قدموں کے درمیان دو انگل کا فاصلہ ہے۔ بیچ کا حصہ لوگوں کے چھونے کی وجہ سے گھس گیا ہے۔ یہ پتھر سال کی مربع لکڑی میں دھرا ہوا ہے' جس کے ارد گرد رنگ چڑھا ہوا ہے۔ اس پر ایک سال کا صندوق ہے جس کے نیچے دو زنجیریں لگی ہوئی ہیں اور جن میں دو تالے ڈال دیئے جاتے ہیں"۔

ابن جبیر الاندلسی لکھتا ہے:

"وہ ۵۷۸ھ میں حج کرنے آیا تھا۔ یہ مقام کریم جو قبہ کے اندر ہے مقام ابراہیم ہے یہ پتھر چاندی سے ڈھکا ہوا ہے اس کی بلندی تین بالشت اور وسعت دو بالشت ہے۔ اوپر کا حصہ نیچے کے حصہ سے زیادہ وسیع ہے۔ دونوں قدم اور انگلیوں کے نشانات بالکل واضح ہیں۔ اس مقام کے لئے ایک لوہے کا قبہ بنایا گیا ہے جو زم زم کے قبے کے پاس رکھا ہوا ہے جب حج کا زمانہ آتا ہے اور لوگوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو لکڑی کا قبہ اٹھا لیا جاتا ہے اور لوہے کا قبہ رکھ دیا جاتا ہے"۔

تقی الفاسی شفاء الغرام میں قاضی عز الدین بن جماعہ سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس زمانہ میں مکہ میں رہتا تھا' یعنی ۷۵۳ھ میں تو میں نے مقام ابراہیم کا زمین سے بلندی کا اندازہ لگایا تو وہ ۸/۷ ذراع تھی (ذراع برابر آدھ گز ہوتا ہے) مقام کا اوپر والا حصہ مربع ہے اور ۳/۴ ذراع ہے اس کے ارد گرد چاندی چڑھی ہے"۔

شیخ حسین عبداللہ باسلامہ اپنی کتاب "تاریخ مسجد حرام" کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھتے ہیں:

"مقام ابراہیم علیہ السلام ایک قسم کا نرم پتھر ہے جیسے پانی کے پتھر ہوتے ہیں۔ یہ سخت قسم کا پتھر نہیں ہے۔ یہ پتھر مربع ہے طول عرض اور بلندی میں پچاس سینٹی میٹر ہے۔ اس کے بیچ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان ہیں' جو بیضوی مستطیل صورت میں کھدے ہوئے ہیں چونکہ لوگوں نے انہیں کثرت سے چھوا اور زم زم کا پانی بھر بھر کر پیا ہے' لہٰذا اب یہ ایک گڑھے کی صورت میں ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ۱۳۴۲ھ میں شیخ محمد صالح شیبی کے ساتھ اس مقام کی زیارت کی تو اسے چاندی کے فریم میں دیکھا اس کا رنگ سیاہی' سپیدی اور زردی کے درمیان

ہے اور قدموں کے نشان ہیں"۔
حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں امام جوزی (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان واثرات بہت ہلکے ہیں اور اب تک موجود ہیں اور اہلِ مکہ ان کے شناسا رہے ہیں"۔

چنانچہ ابوطالب کہتے ہیں:

**علی قدمیه حافیا غیر فاعل و موطی ابراهیم فی الصخر رطبة**

پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان ہیں۔ جبکہ آپ ننگے پاؤں بغیر جوتے کے تھے۔

ابن وہب کی' موطاء میں یونس بن شہاب بن انس سے روایت ہے کہ میں نے مقام ابراہیم (علیہ السلام) کو دیکھا اس پر آپ کی انگلیوں اور تلوؤں کے نشانات تھے مگر لوگوں کے چھونے سے مٹے مٹے سے ہو گئے ہیں۔

طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے:

آیت: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ؕ

میں لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے پاس نماز پڑھیں۔ اس کے چھونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ جن لوگوں نے آپ کی ایڑی اور انگلیوں کے نشانات دیکھے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ لوگوں کے چھونے سے نشانات مٹ گئے ہیں۔

ہم نے تمام مورخین کے اقوال بغیر کسی اضافہ وتشریح کے درج کر دیئے ہیں اب ہم کہتے ہیں: جب ہم نے یہ کتاب لکھنی چاہی تو ہمیں تمنا ہوئی کہ بچشم خود مقام ابراہیم علیہ السلام کو دیکھیں۔ لہٰذا ولی عہد بہادر سے ہم نے اس حجرہ کے کھولنے کی درخواست کی۔ انہوں نے منظور فرمائی اور ہم نے اطمینان سے زیارت کی جس کا بیان درج ذیل

ہے:

۲۷۔ شعبان بروز اتوار ۱۳۶۷ھ میں خادم کعبہ شیخ عبداللہ اپنے فرزند شیخ عبدالعزیز کے ساتھ خانہ کعبہ کے دھونے کے لئے آئے۔ پہلے ہم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور اسے زم زم اور عطر کے پانی سے دھویا۔ ہمارے ساتھ شیخ ہاشم، شیخ عمر اور شیخ صالح وغیرہ تھے۔ یہاں سے فراغت پانے کے بعد محمد طاہر الکردی مولف کتاب اس صندوق کے اندر داخل ہوا جس کے اندر مقام ابراہیم دھرا ہے تاکہ اچھی طرح مقام ابراہیم کو دیکھوں کوئی ڈیڑھ گھنٹہ تک میں اس صندوق کے اندر رہا۔ مقام ابراہیم (علیہ السلام) ہماری آنکھوں کے سامنے تھا اور شیخ عمر میرے برابر بیٹھے تھے، تاکہ میری مدد کریں۔ وہ صندوق کی تنگی کی وجہ سے میرے برابر بیٹھ گئے اور بقیہ حضرات ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ہماری تحقیقات کو بغور دیکھ رہے تھے۔

میں نے مقام ابراہیم علیہ السلام کو ایک سپید سنگ مرمر کے پتھر پر کھڑا پایا۔ یہ پتھر مقام ابراہیم کے طول وعرض کے برابر تھا۔ اس کی بلندی تیرہ سینٹی میٹر تھی۔ اس پتھر پر مقام ابراہیم علیہ السلام چاندی کے ذریعہ ثبت ہے۔ کہ اس کو ہلایا نہیں جا سکتا۔ پھر یہ پتھر ایک اور سپید سنگ مرمر کے پتھر کے اندر نصب ہے، جو ہر طرف سے ایک میٹر لمبا اور چوڑا ہے اور زمین سے چھتیس سینٹی میٹر بلند ہے اس پتھر کے اردگرد لکڑی کا صندوق ہے جو حرم کی صورت میں ہے اور قد آدم بلند ہے اس میں سوائے ایک چھوٹے سے دروازے کے (جس سے مقام دکھائی دیتا ہے) کوئی روشندان نہیں۔ اس صندوق پر ہر طرف چاندی چڑھی ہے اور کے مشرقی جانب یہ عبارت لکھی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ (۳:۹۶،۹۷)

شروع اللہ کے نام سے اور اسی سے ہدایت ملتی ہے۔ بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ مکہ میں ہے جو مبارک ہے اور لوگوں کے لئے باعث ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں۔ وہاں مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہوگا مامون ہوگا اور لوگوں پر اللہ کے لئے حج کرنا ضروری بشرطیکہ وہ راستہ کی قدرت رکھتے ہوں۔

۲- كتبة الحافظ اسماعيل الزهدى اونورى خوجه كتبة عام الف و مأتين و ثمان عشرين .

حافظ اسماعیل زہدی اونوری خوجہ نے ۱۲۲۸ھ میں لکھا۔

باہر سے صندوق پر چاندی چڑھی ہے اور اس پر یہ عبارت لکھی ہے:

”صاحب خیرات وحسنات سلطان بر و بحر فاتح حرمین غازی سلطان محمود خاں ابن عبدالحمید خاں دام ملکہ ۱۲۲۸ھ“۔

اس عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صندوق پر چاندی مذکورہ بالا بادشاہ نے چڑھوائی اندر سے یہ صندوق معمولی ہے۔ نہ اس پر کچھ لکھا ہے نہ نقش و نگار ہیں۔ یہ صندوق چاروں طرف سے زمین تک حریر کے غلاف سے ڈھکا ہوا ہے، جس پر کچھ قرآنی آیات لکھی ہیں۔ یہ آیتیں ۱۳۴۸ھ میں میں نے لکھی تھیں اور مکہ کے دارلکسوہ میں یہ غلاف بنا گیا تھا سے اب تک یہ غلاف بحالہ باقی ہے اس کا رنگ وغیرہ نہیں بدلا۔ پھر اس صندوق کے اردگرد چاروں طرف لوہے کا جنگلا ہے جس پر سبز رنگ پھرا ہوا ہے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کا رنگ زردی اور سرخی کے درمیان ہے مگر سفید رنگ سے زیادہ قریب ہے اور کمزور سے کمزور آدمی بھی اسے اٹھا سکتا ہے۔ اس پتھر کی بلندی بیس سینٹی میٹر ہے اور بالائی تین ضلعوں کا طول چھتیس سینٹی میٹر ہے اور چوتھے ضلعے کا طول اڑتیس سینٹی میٹر ہے۔ گویا کل بلندی ایک سو چھیالیس سنٹی میٹر ہے۔ نیچے کا حصہ اوپر کے حصے سے زیادہ وسیع ہے اس کا پورا محیط ایک سو چھیالیس سینٹی میٹر ہے۔ اس متبرک پتھر میں حضرت

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدم کوئی اس پتھر کی نصف بلندی تک دھنس گئے تھے۔ کیونکہ ایک قدم کی گہرائی دس سینٹی میٹر ہے اور دوسرے کی نو سینٹی میٹر ہے۔ انگلیوں کے نشانات ہم نے نہیں دیکھے کیونکہ انگلیوں کے نشانات لوگوں کے چھونے اور امتدادِ زمانہ سے مٹ گئے ہیں۔ البتہ ایڑھی کے نشانات بہت غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں قدموں کا طول ستائیس سینٹی میٹر ہے اور عرض چودہ سنٹی میٹر ہے۔ دونوں قدموں کے درمیان ایک سنٹی میٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ فاصلہ بھی لوگوں کے چھونے کی وجہ سے بہت باریک پڑ گیا ہے۔ اس طرح دونوں قدموں کا طول اور عرض لوگوں کے چھونے کی وجہ سے بڑھ گیا ہے۔ گو قدم شریف پر چار ہزار سال کا عرصہ گزر چکا ہے' مگر پھر بھی نشانات قدم باقی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک باقی رہیں گے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ.

اس میں واضح نشانیاں ہیں جو مقام ابراہیم ہے۔

مقام کا پورا پتھر خالص چاندی سے مڑھا ہوا ہے۔ لہٰذا پتھر کی اصلیت صرف قدموں کے نشان اور ان کے اطراف سے ظاہر ہوتی ہے۔ دونوں قدموں کا باطنی حصہ برابر نہیں ہے۔ بلکہ دونوں کے اندر کچھ ابھار ہے۔ دونوں قدموں کے اردگرد چاندی کے اوپر خطِ ثلث میں نہایت واضح طور پر ''آیت الکرسی'' لکھی ہے اور خطِ ثلث میں چاروں طرف یہ آیتیں بھی لکھی ہوئی ہیں:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ۗ وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۗ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ۗ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (۱۶:۱۲۰تا۱۲۲)

ابراہیم اللہ کے مخلص خشوع وخضوع والے بندے تھے وہ مشرکین میں سے نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اس نے اسے چنا اور سیدھی راہ کی

ہدایت دی۔ ہم نے اسے دنیا میں نیکی دی اور وہ آخرت میں نیک بندوں میں سے ہے۔

پھر اس کے بعد یہ عبارت لکھی ہے:

''سطح قدم شریف کی تجدید صرف اللہ کی رضا مندی اور اس کے دوست کی محبت کی خاطر بحکم مولانا سلطان مصطفیٰ خاں بن سلطان محمد خاں دائم عزۃ ونصرۃ ۱۱۱۴ھ میں ہوئی''۔

چاندی پر کچھ نقش ونگار بھی ہیں مگر چاندی کا وہ حصہ جو قدموں کے نیچے ہے' اس پر نہ نقش ہے نہ کچھ لکھا ہے چونکہ پورا مقام ابراہیم (علیہ السلام) چاندی سے مڑھا ہوا ہے اور بڑی مضبوطی کے ساتھ گڑھا ہوا ہے کہ اسے ہلایا بھی نہیں جا سکتا۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس میں کس مقام پر ٹوٹ پھوٹ یا جوڑ وغیرہ ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے سلاطین اسلام کو اس مقدس یادگار کی حفاظت کی توفیق دی اور یہ مقدس یادگار عرب کے سپرد کی جس پر عرب جتنا بھی چاہے فخر کر سکتا ہے۔ ہم نے جو حضرت ابراہیم کے قدموں کو دیکھ کر اندازہ لگایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کا قد آج کل کے میانہ قد انسان کا سا تھا۔ نہ آپ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ:

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدم کے مشابہ ہیں''۔

(خانہ کعبہ ص ۱۲۴ تا ۱۳۲' اردو ترجمہ از عبدالصمد صارم الازہری)

# ۷- چاہ زم زم

''باب بنی شیبہ کے نزدیک مدخل کے بائیں جانب اور حجر اسود کے عین سامنے وہ ''قبہ'' ہے جس کے اندر چاہ زم زم واقع ہے۔ فرش زمین پر کمرے کے اندر یہ ایک کنواں ہے جو تمام کا تمام پختہ ہے۔ اس پر برقی رو سے چلنے والے ٹیوب ویل (Tubewell) لگے ہوئے ہیں۔ سپاٹ چھت کے ایک حصے پر چھوٹا سا مسقف مصلّٰی ہے جس کے اوپر ایک گنبدی سی بنی ہوئی ہے۔'' (اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۴)

''موجودہ عمارتوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء سے چلی آتی ہیں۔ چاہ زم زم پر گنبد کا بھی ذکر اسی پرانے زمانے میں آیا ہے۔ ۹۳۳ھ میں بیت زم زم کے سامنے۔ آب زر سے سلطان سلیمان آل عثمان کا نام کندہ ہوا ہے۔ ۹۴۸ھ میں بیت زم زم کو از سر نو تعمیر کیا گیا ہے ۱۰۲۰ھ میں سلطان احمد خاں کے حکم سے زم زم کے کنوئیں پر لوہے کی جالی لگائی گئی ۱۰۷۲ھ میں زم زم کے گنبد کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔

(شفاء الغرام ص ۲۵۱)

عبدالعزیز آل سعود نے زم زم کے پاس پانی کی دو سبیلیں لگا دیں اور پانی پینے والوں کے لئے سائبان تعمیر کر دیا۔'' (اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۲۸)

یہ کنواں ایک سو چالیس فٹ گہرا ہے۔ اس کا پانی صحت بخش ہے۔ حجاج اسے پیتے ہیں اور بطور تبرک گھروں میں لے جاتے ہیں۔ عربی میں زم زم کے معنی ہیں ''وافر پانی'' اور زم زم کے معنی ہیں چھوٹے چھوٹے جرعوں میں پینا۔ نیز دانت بھینچ کر بولنا۔ زم زم کی وجہ تسمیہ کے لئے دیکھئے۔ (یاقوت: معجم البلدان)

اس کے بارہ ناموں میں سے ''رکضۃ جبرائیل'' اور ''بئر اسماعیل علیہ السلام'' زیادہ مشہور ہیں۔ (دائرۃ معارف الاسلامیہ ج ۱۲ ص ۲۹۳)

اسلامی روایات کی رو سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی کی تلاش میں جب صفا

ومروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔اس کے بعد ایک آواز آئی۔ام اسماعیل علیہ السلام نے کہا اگر نیکی تمہارے پاس ہے تو میری فریاد رسی کرو۔دیکھا تو وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق جبرائیل علیہ السلام نے ایڑی کو زمین پر مارا تو پانی بہنے لگا۔ام اسماعیل علیہ السلام حیران سی ہو کر پانی جمع کرنے لگیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہاجرہ علیہا السلام اس پانی کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں تو پانی جاری رہتا۔یعنی حضرت حاجرہ علیہا السلام نے پانی کو زم زم یعنی ٹھہر جا ٹھہر جا فرمایا' اس طرح وہ متبرک پانی ٹھہر گیا۔(الصحیح البخاری کتاب الانبیاء' سیرت ابن ہشام ج ا' ص ۱۱۶' الازرقی' اخبار مکہ ج ا ص ۲۷۹ ج ۲ ص ۳۳ نیز اسی قسم کا ہی بیان عہد نامہ قدیم تکوین ۲ میں موجود ہے۔

بنو جرہم کے دور سے "نائلہ بت" زم زم پر رکھا ہوا تھا۔قریش نے آب زم زم سے حاجیوں کو سیراب کرنے کے لئے ایک مستقل محکمہ تشکیل دیا جس کا نام "السقایا" رکھا۔نیز زمانہ جاہلیت میں بنو جرہم نے اسے پاٹ دیا تھا اور سارا خزانہ اس میں ڈال دیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب (جو چوتھی صدی عیسوی کے وسط میں موجود تھے) نے اس کنوئیں کو دوبارہ دریافت کر کے کھدوایا اور اسے پختہ کیا۔اس دوران اس میں دو طلائی ہرن اور کچھ تلواریں اور زرہ بکتر بھی دستیاب ہوئیں۔تلواروں سے انہوں نے خانہ کعبہ کا دروازہ بنوایا اور اس پر سونے کی پتریاں لگوائیں۔اس پر ایک طلائی ہرن کام آیا اور دوسرا طلائی ہرن انہوں نے حرم پاک میں رکھوا دیا اور اس کنوئیں کا پانی مکہ معظمہ کے لوگوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

۲۹۷ھ/۹۰۹ء میں آب زم زم چھلک کر بہ نکلا اور کئی حاجی اس میں ڈوب گئے۔

انتہائی قدیم زمانہ میں بھی لوگ اس کنوئیں کو مقدس سمجھتے تھے۔زمانہ جاہلیت میں ایرانی بھی یہاں آیا کرتے تھے۔جیسا کہ زمانہ قدیم کے ایک شاعر کے مصرع سے پتا چلتا ہے۔"مدت ہائے مدید سے ایرانی چاہ زم زم کے اردگرد دعائیں مانگتے تھے۔ایک دوسرے شاعر کا قول ہے کہ "آل ساسان کا جد امجد ساسان بن بابک اس کی زیارت

کے لئے گیا تھا‘‘۔

محمد بن جبیر کہتا ہے ’’چاہ زم زم کا قبہ رکن اسود کے سامنے چوبیس قدم کے فاصلے پر ہے اس قبہ کے داہنی طرف دس قدم کے فاصلے پر مصلے کی جگہ ہے۔ قبہ کے اندر بالکل سفید پتھر کا فرش ہے اور رکن اسود کے مقابل کی دیوار کے قریب یہ کنواں ہے۔ کنوئیں کی گہرائی گیارہ قامت اور پانی کا عمق سات قامت ہے قبہ کا دروازہ مشرق کی طرف ہے اور کنوئیں کا مُن سنگ رخام کا اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے کہ مدتوں تک نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔ ہر پتھر کے جوڑ میں سیسہ پگھلا کر ڈالا ہے۔ گولے کے اندر بھی سیسے سے جوڑ ملائے ہیں۔ سیسے کی بتیس سلاخیں گولے سے ملا کر پانی کے اندر تک لگائی ہیں اور من کے اوپر ان کے سرے خوب اچھی طرح جما دیئے ہیں۔ من کا محیط چالیس بالشت اور بلندی ساڑھے چار بالشت اور چوڑائی ڈیڑھ بالشت ہے قبہ کے اندر بالشت بھر چوڑا دو بالشت گہرا زمین سے پانچ بالشت اونچا سقایا بنا ہوا ہے۔ اس میں وضو کے وسطے پانی بھرا رہتا ہے۔ سقایا کے چاروں طرف چبوترہ ہے۔ اس پر بیٹھ کر وضو کرتے ہیں۔

اس قبہ کے پیچھے قبہ الشراب حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے جسے قبہ عباسیہ کہتے ہیں۔ پہلے اس مکان میں حجاج کو پانی پلایا جاتا تھا۔ اب بھی اس میں دن کو زم زم کا پانی سرد کر کے شام کو حجاج کے پلانے کے واسطے باہر نکالتے ہیں۔ آب زم زم دستے دار گھڑوں میں ہوتا ہے ان کو یہاں دورق کہتے ہیں۔

قبہ عباسیہ کے عقب میں کسی قدر آڑا قبہ یہودیہ ہے۔ ان دونوں قبوں میں حرم شریف کی روشنی وغیرہ کا سامان، وقف شدہ کلام اللہ اور کتابیں رہتی ہیں۔ دونوں کے دروازے شمال کی جانب ہیں۔ قبہ یہودیہ کی کعبہ رخ دیوار کا کونہ قبہ عباسیہ کی مشرق رو دیوار کے بائیں کونے سے ملا ہوا ہے۔ (سفرنامہ ابن جبیر ص ۷۵)

ایک بات جو قابل ذکر باقی رہ گئی ہے کہ بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ چشمۂ زم زم اسمٰعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے سے ظہور پذیر ہوا تھا۔ نیز اس پانی کی یہ

خاصیت ہے کہ اس میں شفاء مضمر ہے اور ساتھ ہی معدے کی بیماریوں کے لئے نہایت فائدہ مند ہے۔ یہ گوشت کو جلدی ہضم کرتا ہے اور گرانی پیدا نہیں ہونے دیتا۔ حدیث شریف میں اسے بطور ادب کھڑے ہوکر پینے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ پانی بینائی کو تیز کرتا ہے۔

(سیرت ابن ہشام' تاریخ طبری' تاریخ ابن خلدون' معجم البلدان' اخبار مکہ شفاء الغرام' الصحیح البخاری' سفر نامہ ابن جبیر' خطبات احمدیہ' جامع صغیر ج ا ص ۸۰' تفسیر صاوی' تفسیر حسینی' تفسیر روح البیان' دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو' قطب الدین: ماء زم زم لما شرب لہ' ص ۳۱' المستدرک لحاکم' الروض الانف ج ا ص ۹۷ تا ۱۰۰)

## ۸- حجر اسود

اس باب میں حجر اسود کی اہمیت اور اس کے تاریخی مراحل کا ذکر ہوگا۔ حجر اسود کے بارے میں قرآن مجید میں صریحاً تو کوئی آیت نظر نہیں آتی لیکن سورۃ آل عمران آیت ۹۶ میں فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اشارۃً حجر اسود بھی مراد لیا ہے لیکن احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر بیشتر مقام پر آیا ہے' ملاحظہ کریں

۱ – ان الرکن والمقام یاقوتتان من یاقوته الجنة طمس الله نورهما ولولم یطمس نورهما لأضاء تا مابین المشرق والمغرب ۔

(جامع الترمذی ج ا ص ۱۷۷' جامع المسانید ج ا ص ۵۵۱' مشکوۃ شریف ج ا ص ۵۸۰' جمع الفوائد ج ا ص ۳۳۶)

بے شک حجر اسود اور مقام ابراہیم (علیہ السلام) دو یاقوت ہیں جنت کے یاقوتوں میں سے۔ خدائے تعالیٰ نے اس کا نور ماند کر دیا ہے' اور اگر ان کی روشنی قائم رہتی تو مشرق و مغرب کے درمیان ساری چیزوں کو روشن کر دیتی۔

۲ – قال رسول الله صلى الله تعالٰى علیه وسلم نزل الحجر

**الاسود من الجنة و هو اشد بیاضا من اللبن فسودته خطایا بنی آدم ۔**

(مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۷۹' جامع الترمذی' ج ا ص ۱۷۷' ۱۸۱' السنن نسائی کتاب الحج' جمع الفوائد ص ا ج ۳۳۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود جنت سے آیا ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ آدم کے بیٹوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔

**۳- الحجر الاسود من حجارة الجنة وما فی الارض من الجنة غیره و کان ابیض کالماء ولو لا مامسه من رجس الجاهلیة مامنه ذو عاهیة الابراء ۔**

(طبرانی الاوسط والکبیر بحوالہ جمع الفوائد ج ا ص ۳۳۶' جامع الصغیر ج ا ص ۱۵۰)

حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے زمین میں اس کے سوا جنت کی کوئی چیز موجود نہیں' وہ پانی کی طرح سفید تھا۔

**۴- نزل الرکن الأسود من السماء فوضع علی ابی قبیس کانه مهاة بیضاء فمکث أربعین ثم وضع علی قواعد ابراهیم ۔** (طبرانی' الکبیر بحوالہ جمع الفوائد ج ا ص ۳۳۶)

رکن اسود کو آسمان سے اتارا گیا اور جبل بوقبیس پر رکھا گیا گویا کہ وہ سفید رنگ کا سورج تھا اس طرح وہ چالیس سال پڑا رہا پھر اسے قواعد ابراہیم (علیہ السلام) پر رکھا گیا۔

۵- سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لئے سیاہ رنگ میں تبدیل فرمایا تاکہ اہل جہنم جنت کی زینت کی طرف نظر کریں۔ دراصل وہ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے۔ کعبہ کے مقام پر نزول آدم علیہ السلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو بھی ان کے ساتھ نازل فرمایا اور اس وقت زمین بالکل پاکیزہ تھی۔

(طبرانی الکبیر بحوالہ جمع الفوائد ج ا ص ۳۳۷)

٦– الحجر الاسود من الجنة ۔(مسند احمد بن حنبل)

حجر اسود جنت سے ہے۔

٧–الحجر الاسود من حجارة الجنة ۔(جامع الصغیر ج اص ۱۵۰ الدیلمی)

حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے۔

٨– الحجر الاسود من الجنة و كان اشد بياضا من الثلج حتى سددته خطايا اهل الشرك ۔

(مسند احمد' ابن عدی فی الکامل' البیہقی فی حب الایمان' جامع الصغیر ج اص ۱۵۰)

حجر اسود جنت سے ہے اور وہ برف سے زیادہ سفید تھا' یہاں تک کہ مشرکین کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا۔

٩– الحجر الاسود يا قوتة بيضاء من ياقوت الجنة وانما سودته خطايا المشركين يبعث يوم القيامةمثل احد يشهد لمن استلمه وقبله من اهل الدنيا ۔

(ابن خزیمہ بحوالہ جامع الصغیر ج اص ۱۵۰)

حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے سفید یاقوت ہے۔ مشرکین کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا۔ قیامت کے دن ''احد'' پہاڑ کی طرح اسے اٹھایا جائے گا اور اہل دنیا میں سے جو اسے بوسہ دیا کرتے تھے وہ ان کی گواہی دے گا۔

١٠– الحجر الاسود نزل به ملك من السماء ۔

(الازرقی بحوالہ جامع الصغیر ج اص ۱۵۰)

حجر اسود مع ایک فرشتے کے آسمان سے اتارا گیا۔

١١– قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الحجر والله ليبعثنه الله يوم القيامة له عينان يبصر بهما ولسان ينطق به يشهد على من استلمه بحق ۔

(جامع الترمذی ج ا ص ۱۹۰' سنن ابن ماجہ ص ۲۱۱' الداری بحوالہ مشکوٰۃ شریف ج ا ص ۵۷۹' جمع الفوائد ج ا ص ۳۳۶' قوت القلوب ج ۲ ص ۲۴۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور سچائی کے ساتھ اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کو بوسہ دیا۔

**۱۲- ان اللہ یبعث الرکن والمقام لھما عینان ولسانان وشفتان یشھدان لمن وافاھما بالوفاء ۔**

(طبرانی کبیر' جمع الفوائد ص ۳۳۶' جامع المسانید ج ا ص ۵۰۱)

بے شک اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) رکن اسود اور مقام ابراہیم (علیہ السلام) کو اس طرح اٹھائے گا کہ ان کی دو آنکھیں' دو زبانیں اور دو ہونٹ ہوں گے اور جس نے ان دونوں کا پورا حق ادا کیا وہ ان کی گواہی دیں گے۔

**۱۳- یأتی الرکن یوم القیامۃ اعظم من ابی قبیس لہ لسان وشفتان ۔** (مسند احمد بحوالہ جمع الفوائد ج ا ص ۳۳۶)

قیامت کے دن رکن اسود اس حال میں آئے گا کہ وہ کوہ ابوقبیس سے بڑا ہو گا' اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے۔

۱۴- جنت سے آدم علیہ السلام کے ساتھ درخت آس اور حجر اسود اترا جو برف سے زیادہ سفید تھا۔ جب آدم علیہ السلام نے حج کیا تو انہوں نے حجر اسود کو کوہ ابوقبیس پر نصب کیا یہ اندھیری راتوں میں دور دور تک روشنی دیتا تھا۔

(طبقات ابن سعد اردو ترجمہ ج ا ص ۵۵)

۱۵- الازرقی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے اتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ حجر اسود اور مقام ابراہیم

(علیہ السلام) کو بھی اتارا' تاکہ آدم (علیہ السلام) ان کے ساتھ مانوس رہیں۔

(اخبار مکہ' دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۳۳۲)

۱۶- یشهد لمن استلمه بالحق وهو یمین الله تعالٰی یصافح بها خلقه ۔

(طبرانی اوسط بحوالہ جمع الفوائد ص ۳۳۶' للخطیب وابن عساکر ولابی شیخ' ابن حبان الصغیر ج ۱ ص ۱۵۰ و کنوز الحقائق ج ۱ ص ۱۱۹' تفسیر روح المعانی پ ۹ ص ۱۰۸' تفسیر عزیزی ص ۱۶۸' مشارق الانوار القلوب ومفاتح الاسرار الغیوب از ابن الدباغ' ص ۴۳' ۴۷' فتوحات مکیہ ج ۱ ص ۹۴۳)

۱۷-الحجر الاسود یمین الله تعالٰی ومن مسحه فقد بایع الله ۔(للدیلمی فی مسند الفردوس' الازرقی بحوالہ جامع الصغیر ج ۱ ص ۱۵۰)

حجر اسود یمین اللہ ہے جس نے اس سے مسح کیا پس اس نے اللہ تعالٰی سے بیعت کی۔

۱۸-الحجر الاسود بمنزلة یمین الله تعالٰی فیبایع به کما یبایع علی یدالرجل ۔(حاشیۃ الترمذی ج ۱ ص ۱۷۸)

حجر اسود بمنزلہ یمین اللہ ہے پس جو کوئی اس سے بیعت کرتا ہے وہ اس طرح ہے جیسے کوئی کسی آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔

۱۹- نیز یہ ہے:

ان البیت جسد وروحه الحجر الاسود بل جاء انه یمین الرب ۔(حجۃ اللہ علی العالمین' ص ۱۶' ۱۷)

بیشک خانہ کعبہ جسم ہے اور اس کی روح حجر اسود ہے بلکہ جیسا کہ حدیث شریف موید ہے کہ وہ رب کا ہاتھ ہے۔

## حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں حدیث شریف:

عن عابس بن ربیعة قال رایت عمر یقبل الحجر ویقول انی

لاعلم انك حجر ما تنفع ولا تضرولولا انی رایت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقبل ما تقبلتك ۔(متفق علیہ)

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے دیکھا اور یہ کہتے سنا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اگر میں تجھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھ پر بوسہ نہ دیتا۔

لیکن دوسری روایت کے مطابق اسرار حجر اسود کا بخوبی علم ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک عام پتھر نہیں بلکہ نہایت ہی اہمیت کا حامل ایک راز ہے

چنانچہ رویت ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالٰی عنه ' قال حججنا مع عمر بن ا لخطاب رضی الله تعالٰی عنه' فی اول خلافته فدخل المسجد حتی وقف عندالحجر فقال انك حجر لا تضرو لا تنفع ولولا انی رایت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقبلك ماقبلتك فقال له' علی رضی الله تعالٰی عنه' لاتقل هذایا امیر المؤمنین فانه' لیضر وینفع باذن الله ولو انك قرأت القرآن وعلمت مافیه لما انکرت علیٰ فقال له' عمر رضی الله تعالٰی عنه' یا اباالحسن وما تاویله فی کتاب الله عزوجل فقال قوله' تعالٰی واذا اخذ من بنی آدم من ظهور هم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم فلما اقروابا بالعبودیه کتب اقرار هم فی ورق ثم دعا الحجر فالقمه ذلك الورق فهوامین الله تعالٰی علیٰ هذا المکان ۔ یشهدلمن وافاه لا یوم القیامة فقال عمر رضی الله تعالٰی عنه' یا اباالحسن لقد جعل

**اللہ ظہر انیک من العلم غیر قلیل ۔"**

(غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۳۰' قوت القلوب ج ۲ ص ۲۴۶' تفسیر صاوی ج ۲' ص ۹۳' ۹۴' تفسیر روح المعانی پ ۹ ص ۱۰۸' معارج النبوۃ رکن اول ص ۵۳-۵۴' روضۃ الاصفیاء ص ۳ تا ۸' عوارف المعارف ص ۵۴' ۵۴' التفہیمات الالٰہیہ ص ۲۰۶' ۲۰۷)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ' کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ' کے ساتھ آپ کی خلافت کے شروع میں حج کیا۔ آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود کے پاس جا کھڑے ہوئے اور فرمایا تو ایک پتھر ہے جو نفع ونقصان پہنچانے پر قادر نہیں' اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتا ہوا نہ دیکھتا تو میں تجھے نہ چومتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ اے امیرالمومنین! یہ نہ فرمایئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفع و نقصان پہنچاتا ہے' اگر آپ قرآن مجید پڑھتے اور اس کے تمام مسائل آپ کو معلوم ہوتے تو آپ اس کا انکار نہ کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ابوالحسن اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس کی تفسیر کیا ہے آپ نے آیت: "واذا اخذ ربك من بنی آدم" الخ (۷:۱۷۲) پڑھ کر سنائی۔ یعنی وہ وقت یاد کرو' جب آپ کے پروردگار نے اولاد ان کی پشتوں سے پیدا کی اور انہیں ان کے نفسوں پر گواہ کر کے ان سے پوچھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' پھر جب سب نے اپنی غلامی کا اقرار کر لیا تو ایک پرچہ پر حق تعالیٰ نے ان کا اقرار نامہ لکھا' پھر حجر اسود طلب فرما کر اس کے اندر یہ پرچہ محفوظ فرما دیا پس حجر اسود اس جگہ اللہ کی امانت کا امین ہے تاکہ قیامت کے دن ان کی گواہی دے جنہوں نے وہ عہد پورا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر جو علم ودیعت فرمایا ہے وہ تھوڑا نہیں یعنی آپ علم کے معدن ہیں۔

احادیث مذکورہ سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں

۱- حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں ایک یاقوت ہے جو نہایت ہی سفید اور منور تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ وہ آسمان سے یا جنت سے اتار گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی روشنی ماند کر دی اس کے سیاہ ہونے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ انسانوں کے مس کرنے سے ان کے شرک و کفر اور خطاؤں کی بدولت وہ سیاہی مائل ہو گیا۔

۲- اسے یمین اللہ کہا گیا ہے۔ اس سے مصافحہ یا بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے ہی مصافحہ و بیعت ہے یعنی وہ دنیا میں یمین اللہ ہے۔ اس طرح یہ انسانوں کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔

۳- قیامت کے دن وہ استلام کرنے والوں کی گواہی دے گا۔ اس کی آنکھیں، زبان اور ہونٹ ہوں گے یعنی وہ دیکھے گا اور کلام کرے گا۔ وہ کوہ ابو قبیس جتنا بڑا ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ روز جزا کا شاہد ہے۔

۴- وہ اللہ تعالیٰ کے اقرار نامے کا امین ہے۔ روز میثاق کی شہادت کا حامل ہے اور انسانی فطرتوں کا ترجمان ہے۔ اس میں ہماری فطری یادیں پوشیدہ و مستور ہیں۔ ایام حج میں لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ الخ کا ذکر اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (۷:۱۷۲) کے وعدہ و عہد کو دوبارہ احیاء بخشتا ہے اور حجر اسود میں پوشیدہ عہد نامہ سے ظاہری اقرار کی تطابقت ہوتی ہے۔ خدائے قدوس کی وحدانیت کا اقرار اس کے اقرار نامے کے سامنے بالتکرار کیا جاتا ہے۔ فطری وعدوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ حجر اسود میں فطرت انسانیہ کا سمندر بند ہے جیسے بیج میں درخت ہوتا ہے۔ یہ راز روز محشر میں ہی منکشف ہو گا۔ یہ پتھر ہماری فطرتوں کا امین ہے اور ہماری لطافتوں کی حسین یادگار ہے اور یہ معرفتوں کا عظیم شاہکار اور یہ سر الاسرار اور امین الاقرار ہے اس لئے اسے بوسہ دیا جاتا ہے کہ وہ ہماری حقیقی قدیمی فطری یادگار ہے نہ کہ بت پرستی و نا آشنائی کی بدولت۔ اسے بوسے میں تسلیم و رضا و محبت و خلوص و فرمانبرداری و اطاعت "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کی کیفیت ٹپکتی ہے۔ یہ بوسہ عبادت غیر اللہ کا

نہیں۔ یہ بتوں کی پوجا پاٹ کا مسئلہ نہیں۔ یہ پتھر کوئی بت نہیں نہ ہی حیوانی و انسانی صورت میں متشکل ہے نہ ہی ہم اس سے مرادیں مانگتے ہیں۔ نہ ہی اس کے آگے جھولی پھیلاتے ہیں بلکہ جو بھی وہاں طلب کرتے ہیں فقط خدائے وحدہٗ لاشریک اور خدائے لم یزل ولایزال سے۔ یہ پتھر ان مبارک ساعات کا شاہد و حامل ہے' جس میں ہم نے اقرار توحید کیا اور خدا تعالیٰ کی محبت کے گہرے سمندروں میں غوطے لگائے۔ لیکن عام شہادت میں ہم اس وعدے کو بھول گئے۔ حج اس وعدے اور عہد کی یاد دلاتا ہے حج کا مطلب ہی قصد ہے یعنی اس وعدے کی طرف قصد جو ہم بھول چکے ہیں۔ حجر اسود کو اس عہد کے اعادہ میں گواہ کی حیثیت حاصل ہے۔ (وباللہ التوفیق)

حجر اسود کے متعلق علامہ ازرقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ پتھر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی زمین پر نازل کیا گیا تا کہ آدم علیہ السلام اس کے ساتھ مانوس رہیں۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق آدم علیہ السلام نے اسے جبل ابوقبیس پر رکھ دیا۔ اس کی روشنی سے رات کو بھی دن کا گمان ہوتا تھا۔ بعد ازاں آدم علیہ السلام نے اسے عمارت کعبہ میں نصب کر دیا جب طوفان نوح علیہ السلام واقع ہوا تو اس وقت اسے جبل ابوقبیس میں محفوظ کر لیا گیا۔ اس لئے اس پہاڑ کو ''الامین'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ فرمائی۔ انہیں طواف کے آغاز کے لئے کسی نشانی کی ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے اسماعیل علیہ السلام کو نشانی لگانے کے لئے کسی اچھے سے پتھر کو لانے کے لئے بھیجا۔ لیکن ان کے واپس آنے تک جبرائیل علیہ السلام جبل بوقبیس سے حجر اسود لا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے گئے۔ حضرت اسماعیل نے حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا۔ اس طرح عمارت کعبہ میں یہ اہم و متبرک و مقدس پتھر ہی لگایا گیا۔

دوسری روایت کے مطابق خود جبل بوقبیس نے آواز دی کہ آپ کی امانت (حجر

اسود) میرے پاس ہے۔ اسے لے لو۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اٹھا کر لے آئے کہتے ہیں فاسق و فاجر اور حیض والی عورتوں کے مس کرنے اور بوسہ دینے سے پتھر سیاہی مائل ہو گیا۔

بعد ازاں مختلف تعمیرات میں حجر اسود کو اس کے مناسب مقام پر نصب کیا جاتا رہا' مگر زمانہ جاہلیت میں قریش کے زمانہ میں ایک عورت کے ہاتھ سے کعبہ کے غلاف میں خوشبو جلاتے وقت آگ لگ گئی جس کی بدولت کعبہ مقدسہ اور حجر اسود دونوں جل گئے اور حجر اسود سیاہ ہو گیا۔ جب قریش نے کعبہ کی از سر نو تعمیر کی تو حجر اسود رکھنے کے بارے قریش کے تمام قبائل آپس میں الجھ پڑے ہر ایک کہتا تھا کہ اس متبرک پتھر کو اس کے مقام پر رکھنے کا شرف اسے ملنا چاہئے۔ یہ بات طول پکڑ گئی خطرہ تھا کہ کہیں تعمیر کعبہ ادھوری ہی نہ رہ جائے۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ کے سمجھانے پر یہ بات طے ہوئی کہ اس دروازے سے جو شخص سب سے پہلے صبح داخل ہو گا۔ اس کے فیصلے کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ صبح مقررہ دروازے سے جو شخص سب سے پہلے نمودار ہوئے۔ وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو دیکھ کر وہ سب پکار اٹھے۔ لو وہ امین آ گئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک پتھر کے لئے اس طرح عمل فرمایا کہ ایک چادر بچھائی اور قریش کے چاروں قبائل کے سرداروں کو ان کے کونے پکڑنے کو کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود اس چادر میں اٹھا کر رکھا۔ پھر فرمایا کہ اس چادر کو اس طرح اٹھا کر حجر اسود کے نصب کرنے کی جگہ تک لے جاؤ۔ چنانچہ اس کے مطابق عمل کیا گیا۔ آخر کار آپ نے خود ہی اس کو اس کی متعینہ جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح یہ مقدس عمل اس ہستی کے ہاتھوں انجام پایا جن کا یہ حق تھا۔

الازرقی ان لوگوں سے نقل کرتے ہیں جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہٗ کی تعمیر کعبہ میں بذات خود شریک تھے کہ یزیدی لشکر کی سنگ باری سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا اور ساتھ ہی کعبے کو آگ بھی لگ گئی۔ جس کی بدولت حجر اسود کے تین ٹکڑے ہو گئے۔

ایک چھوٹا سا ٹکڑا اڑ کر کسی طرح بنوشیبہ کے ایک آدمی کے ہاتھ لگ گیا اور کافی عرصہ اسی خاندان میں محفوظ رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے ٹکڑوں کو چاندی کے تار سے کس کر باندھ دیا اور اسے اس کی مناسب جگہ پر نصب کر دیا (اس کی تفصیل گزشتہ صفحات پر ملاحظہ کریں) جب مرورِ زمانہ سے یہ تار ڈھیلا ہو گیا اور حجر اسود کے ٹکڑے ہلنے لگے تو خلیفہ ہارون رشید عباسی نے اپنے عہد حکومت میں حجر اسود کے آر پار سوراخ کر کے اس میں چاندی بھروا دی۔

۸ ذوالحجہ ۳۱۹ھ کو ابو طاہر قرمطی حجر اسود کو اکھاڑ کر ''بلادِ ہجر'' لے گیا۔ تقریباً بیس سال کعبہ مقدسہ حجر اسود سے خالی رہا۔ لوگ تبرکاً اس کی خالی جگہ چومتے رہے۔ آخر سبز بن حسن قرمطی نے منگل ۳۳۹ھ کو حجر اسود کو اس جگہ نصب کیا۔ لوگوں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ لیکن ایک سال بعد ۳۴۰ھ میں کعبہ کے دربانوں نے ڈر کے مارے سبز قرمطی کے نصب کردہ حجر اسود کو اکھاڑ کر کعبے میں رکھ دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ حجر اسود کے گرد چاندی کا ایک مضبوط حلقہ بنا دیا جائے تا کہ کوئی شخص اسے دوبارہ اکھاڑ نہ سکے۔ چنانچہ دو ماہر کاریگروں کو اس کام پر مامور کیا گیا جنہوں نے چاندی کا یہ حلقہ تیار کیا۔ (مذکورہ واقعہ کی تفصیل گزشتہ صفحات پر موجود ہے)

تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ قرامطہ کے حجر اسود واپس کر دینے کے بعد بھی کسی نے آج تک حجر اسود کو اس کی جگہ اسے اکھاڑا ہے۔ الفاسی کہتے ہیں کہ ایک مصری فقیہہ نے بتایا کہ ۸۱۷ھ میں امیر سودون پاشا نے حجر اسود کو اکھڑوا کر اس کوئی زیب و زینت سے مزین کیا تھا مگر مکہ مکرمہ کے بعض لوگ مصری فقیہہ کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ مصری فقیہہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ میں نے حجر اسود کو اکھڑا ہوا بذات خود مشاہدہ کیا تھا۔ الفاسی کہتے ہیں کہ مجھ سے پہلے مکے کے بہت سے فقہا یہ بات مصری فقیہہ سے سن کر مجھے بتا چکے تھے۔ چنانچہ وہ مصری فقیہہ جن کا نام نورالدین المنوفی ہے جب ۸۱۴ھ میں مصری کاروان کے قافلہ سالار بن کر مکے آئے تو میں نے خود ان سے

پوچھا۔ انہوں نے اس کی تائید کی۔ جب خانہ کعبہ کو قیامت کے قریب حبشی منہدم کر دیں گے اور اس کا ایک ایک پتھر سمندر میں گرا دیں گے اس وقت حجر اسود کو فرشتے اٹھا کر جبل بوقبیس میں محفوظ کر دیں گے اور وہ قیامت تک اسی پہاڑ میں پڑا رہے گا اور قیامت کے دن حجر اسود جبل بوقبیس سے بھی بڑا ہو گا۔

اس کی ایک زبان، دو ہونٹ اور دو آنکھیں ہوں گی، جس کے ذریعے وہ استلام کرنے والوں کی گواہی دے گا۔ بعد ازاں وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔

(ماخذ: تفسیر کشاف بذیل آیت (۲:۱۲۷)، تفسیر روحی مجددی ج۱ ص ۱۰۸، ۱۲۴ ص ۱۲۱، ۲۱۲، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر صاوی، ج۱ ص ۵۳ تا ۵۵، تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۷، تفسیر روح البیان ج۱ ص ۱۵۶، تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما ج۱ ص ۵۲، تفسیر روح المعانی پ ۹ ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۲۰۵، خطبات الاحمدیہ ص ۳۱۱ تا ۳۱۳، الازرقی: اخبار مکہ بمواضع کثیر، شفاء الغرام بمواضع کثیرہ، تاریخ طبری ج۱ ص ۶۵، تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۹۶، ۲۹۷، رحمۃ للعالمین برحاشیہ ج۱ ص ۳۱، مشارق الانوار ص ۲۳، ۲۴، مسند اہل بیت ج۱ ص ۲۷۴، جواہر البحار ص ۲۷۲، سیرت ابن ہشام بمواضع کثیرہ، الروض الانف ج۱ ص ۱۳۰، دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو ج۱ ص ۳۳۳، ۳۳۴، الرحلۃ الحجازیہ مطبوعہ قاہرہ، مروج الذہب بمواضع کثیرہ۔

''حجر اسود میں اللہ تعالیٰ کی چند آیات بینات پائی جاتی ہیں:

۱- زمین پر آنے کے بعد حجر اسود عظیم حوادث مثلاً طوفان نوح علیہ السلام وغیرہ سے دوچار ہونے کے باوجود بھی جوں کا توں محفوظ رہا۔

۲- محدث ابن جماعہ کے مطابق حجر اسود کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ حجر اسود کو کئی مرتبہ اس کی جگہ سے اکھاڑا گیا مگر وہ اپنی جگہ واپس آ گیا۔ مثلاً قبیلہ جرہم بنو ایاد اور قرامطہ نے حجر اسود کو اکھاڑا مگر اسے پھر واپس لایا گیا۔

۳- جب حجر اسود کو قرامطہ اکھاڑ کر لے گئے تو اس کو باری باری چالیس اونٹوں پر لادا گیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ جب قرامطہ نے اسے واپس کیا تو ایک نحیف اونٹ پر لادا گیا اور وہ پہلے سے موٹا ہو گیا اس کا محدث الذہبی نے بھی ذکر کیا ہے۔

۴-اسی طرح جب حجر اسود کو "بلاد ھجر" کی جانب لایا گیا تو یکے بعد دیگرے اس کو لادنے سے پانچ سو اونٹ ہلاک ہو گئے۔

۵-حجر اسود پانی پر تیرتا ہے اور ڈوبتا نہیں۔

ابن ابی الدم نے الفرق الاسلامیہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جیسا کہ مؤرخ ابن شاکر الکلبتی نے اس سے نقل کیا ہے۔ بعض محدثین سے مرفوعاً بھی نقل کیا گیا ہے۔

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو ج ۷ اص ۲۳۴ شفاء الغرام ج اص ۱۹۰)

محمد بن جبیر اسود کے بارے میں لکھتے ہیں: "سمت شرقی کے کونے پر حجر اسود نصب ہے کہتے ہیں دو ہاتھ کے قریب دیوار میں دبا ہوا ہے۔ دو ثلث بالشت کی قدر چوڑا اور ایک بالشت اور ایک بند انگشت کے برابر لمبا ہے۔ چاروں ٹکڑوں جن کو قرمطی نے توڑا تھا۔ چاندی کے پتروں میں باہم جڑے ہوئے ہیں۔ چاندی کی سفیدی سیاہی کی چمک میں ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ نگاہ کو نظارہ سے سیری نہیں ہوتی۔ بوسہ دیتے وقت کچھ اس لطف کی ملائمت اور رطوبت لبوں کو محسوس ہوتی ہے۔ اس سے منہ علیحدہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کی خصوصیت سے ایک خاصیت ہے۔ بے شک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے:

"انه يمين الله في ارضه يصافح بها عباده كما يصافح احد كم اخاه"

بے شک اللہ کا داہنا ہاتھ زمین پر ہے، اس سے وہ اپنے بندوں سے اس طرح مصافحہ کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس سعادت سے مشرف فرمائے۔

حجر اسود کے سالم ٹکڑے میں جو مقابل کھڑے ہونے والے کے داہنی طرف ہوتا ہے ایک سفید چمکتا ہوا نقطہ ہوتا ہے۔ گویا کہ اس صفحہ کا خال ہے۔ اس نقطہ کے نظارے سے نگاہ روشن ہوتی ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اس

نقطے کو چومنے کی کوشش کرے۔ (سفر نامہ ابن جبیر اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی ص ۷۶)

ابن بطوطہ حجر اسود کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

''حجر اسود زمین کی سطح سے چھ بالشت کی بلندی پر واقع ہے۔ لمبا آدمی اگر اسے بوسہ دینا چاہے تو اسے جھکنا پڑتا ہے اور پست قد شخص کو بوسہ دینے کے لئے کسی قدر طویل ہونا پڑتا ہے۔ اس کی چوڑائی تین بالشت اور لمبائی ایک بالشت اور ایک انگل ہے۔ اس کے ایک ساتھ ملے ہوئے چار ٹکڑے ہیں کہتے ہیں کہ قرمطی نے اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو: اسے توڑا تھا۔ بعض کہتے ہیں اس پر کسی نے دھوس مارا تھا۔ جس سے اس کے چار ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے اسے توڑنے والے کے قتل کے لئے سبقت بھی کی تھی اور اسی جرم کے باعث مغاربہ گروہ قتل کر دیا گیا''۔

حجر اسود کو چاندی کے ایک پترے سے خوب کس دیا ہے۔ اس پر یہ چاندی کی سفید تحریر بڑا لطف دیتی ہے۔ اس کے بوسہ دینے سے ایسی عجیب لذت ہوتی ہے اسے منہ سے جدا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

حجر اسود کو جس مقام پر بوسہ دیتے ہیں' اس کی داہنی جانب سے قریب ایک صحیح ٹکڑے میں ایک نہایت چھوٹا دمکتا ہوا سفید نقطہ ہے جو اس صحیفۂ نورانی کا خال ہے۔ بوسہ دینے کے شوق میں ہر ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا ہے۔

حجر اسود سے کعبہ کے طواف کا آغاز کرتے ہیں۔ یہی وہ پہلا رکن ہے جسے طواف کرنے والا سب سے پہلے عمل میں لاتا ہے۔

(سفر نامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ' ص ۱۶۳' ۱۶۴)

علامہ احمد بن المبارک السجلماسی رحمۃ اللہ علیہ نے غوث زماں سیدی عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے الحجر الاسود یمین اللہ (حجر اسود حق تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے) کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ تشبیہ کے طور پر استعمال ہوا ہے کہ جو شخص

شاہی دربار اور سلطانی بارگاہ میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ جلدی کرتا ہے اور سب سے پہلے بادشاہ کا داہنا ہاتھ چومتا ہے۔ اس طرح جو شخص رحمت الٰہیہ اور حفاظت وظل خداوندی میں داخل ہونا چاہے اس کو لازم ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے کیونکہ اس کا درجہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو بادشاہ کے نزدیک اس کے داہنے ہاتھ کا درجہ ہے۔

(امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حرفاً حرفاً یہی لکھا ہے جس کا دل چاہے کتاب ''التفرقہ'' میں دیکھ لے) (الابریز اردو ترجمہ ج ا ص ۱۸۳)

حضرت مولانا محمد فاضل بن محمد عارف سیف الدین دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز شارح دلائل الخیرات حجر اسود کے بارے یوں بیان کرتے ہیں:

روایت کرد مسلم از جابر بن سمرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کہ گفت پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وسلم بدرستیکہ من می شناسم سنگیرا کہ در مکہ بود کہ سلام میکرد بمن پیش از آنکہ مبعوث شدم بدرستیکہ می شناسم آں سنگ را اکنون بعضی گویند کہ مراد حجر اسود است۔

(مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات ص ۱۰۰)

مسلم جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بعثت سے پہلے مکہ معظمہ میں' میں اس پتھر کو جو مجھے سلام کیا کرتا تھا بخوبی پہچانتا ہوں اور اب بھی میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں''۔ بعض کی رائے کے مطابق وہ پتھر حجر اسود ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجر اسود کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

الحجر احسن مواضع البیت لانہ' نازل من الجنہ ۔

(حجۃ اللہ البالغہ عربی اردو ص ۱۹۴)

حجر اسود بیت اللہ کے تمام موضع میں سب سے بہتر ہے کیونکہ یہ جنت سے

نازل ہوا ہے۔

دوسرے مقام پر حجرِ اسود کے بارے میں ذکر کرتے ہیں:

**قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نزل الحجر الاسود من الجنۃ وھو اشد بیاضاً من اللبن فسددتہ خطایا بنی آدم وقال فیہ واللہ لیبعثنہ اللہ یوم القیامۃ لہ عینان یبصر بھما ولسان ینطق بہ یشھد علی من استلمہ بحق وقال ان الرکن والمقام یاقوتتان .**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حجرِ اسود جنت سے اتارا گیا ہے اور وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ پس بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا: ''اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور جس نے اسے اللہ تعالیٰ کے لئے بوسہ دیا ہے۔ اس کی شہادت بیان کرے گا'' اور فرمایا: ''رکن اسود اور مقام دو یاقوت ہیں۔''

**اقول: یحتمل ان یکونا من الجنۃ فی الاصل فلما جعلا فی الارض اقتضی الحکمۃ ان یراعی فیھما حکم نشاۃ الارض فطمس نور ھما و یحتمل ان یراد انہ خالطھما قوۃ ومثالیہ بسبب توجہ الملائکۃ الی تنویہ امرھما و تعلق ھمم الملاء الاعلی والصالحین من بنی آدم حتی صارت فیھما قوت ملکیۃ .** (حجۃ اللہ البالغۃ عربی اردو ج ۲ ص ۲۰۷، ۲۰۸)

میں کہتا ہوں اس بات کا احتمال ہے وہ دونوں جنت سے لائے گئے ہوں، پس جب وہ زمین پر نصب کیے گئے تو حکمت کا یہ مقتضیٰ ہوا کہ زمین کے

مزاج کی رعایت کی جائے اور اس واسطے ان کا نور سلب کر دیا گیا اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ان دونوں کی عظمت کی طرف ملائکہ کی توجہ اور ملاء اعلیٰ اور بنی آدم میں صالحین کی ہمتوں کے تعلق کے سبب ان دونوں کے ساتھ ایک قوت مثالیہ کا اختلاط ہوا کہ حتیٰ کہ ان میں قوت ملکیہ پیدا ہوگئی۔"

مزید بیان کرتے ہیں:

**قد شاهدنا عيانا ان البيت كاالمحشو بقوة ملكية و لذلك وجب ان يعطى فى المثال ماهو خاصية الاحياء من العينين واللسان و لما كان معرفا لايمان المؤمنين و تعظيم المعظمين لله وجب ان يظهر فى اللسان بصورة الشهادة له .**

(حجۃ اللہ البالغہ عربی اردو ج ۲ ص ۲۰۸)

ہم نے آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ خانہ کعبہ قوت ملکیہ سے گویا پر ہے۔ اس واسطے ضروری ہوا کہ عالم مثال میں حجر اسود کو آنکھیں اور زبان دی جائے جو جاندار چیزوں کی خاصیت ہے اور چونکہ خانہ کعبہ مومنین کے ایمان اور خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنے والوں کو بتلانے والا تھا اس واسطے ضروری ہوا کہ زبان میں شہادت کی صورت کا ظہور ہو۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابی عبداللہ محمد بن علی المعروف بابن عربی الحاتمی الطائی رحمۃ اللہ علیہ حجر اسود کے سیاہ ہونے کی حکمت یوں بیان کرتے ہیں۔

**آدم عليه السلام لو لا خطيئة ماظهرت سيادته فى الدنيا فهى التى سودت و اورثة الاجتباء فما خرج من الجنة بخطيئة الا لتظهر سيادته و كذلك الحجر الاسود لما خرج و هو ابيض فلا بد من اثر يظهر عليه اذا رجع الى الجنة يتمين به على امثاله فيظهر عليه خلعة التقريب الالهى فانزله الله منزلة**

**الیمین الالهیة التی خمر الله بها طینة آدم حین خلقه فسودته خطایا بنی آدم أمی صیرته سیدا بتقبلهم ایاء فلم یکن من الالوان مابدل علی السیادة الا اللون الاسود فکساه الله لون السواد لیعلم انه قدسوده بهذا الخروج الی الدنیا کما سود آدم** ۔ (فتوحات المکیة الجزء الاول ص ۹۴۵)

اگر آدم علیہ السلام سے لغزش (ظاہری) سرزد نہ ہوتی تو آپ کی سیادت ظاہر نہ ہوتی اس کی بدولت آپ تسوید (ظاہری) سے دوچار ہوئے اور اسی کے سبب آپ برگزیدگی کے وارث بنے۔ پس صرف آپ کی سیادت کے ظہور کی خاطر ہی آپ کو بسبب خطائے ظاہری جنت سے نکالا گیا۔ اس طرح حجر اسود کا رنگ بھی بوقت خروج سفید تھا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی وہی کیفیت جنت میں دوبارہ رجوع کے وقت بالضرور ظاہر کرے گا' اور اپنی امثال پر اس کے ذریعے امتیاز فرمائے گا اور خلعت تقریب الٰہیہ اس پر ظاہر کی جائیں گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے (زمین پر) بمنزلہ یمین الٰہیہ نازل فرمایا اور اس نے حجر اسود سے طینت آدم کو اس کی تخلیق کے وقت خمیر فرمایا ۔ پس اس کو بنی آدم کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا اس طرح ان کے چومنے کے عمل کی بدولت وہ سید (سردار بن گیا) نیز سیاہ رنگ کے سوا کوئی رنگ بھی سیادت پر دلالت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سیاہ رنگ میں اس لئے ملبوس فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس دنیا کی طرف خروج کرنے کی بدولت آدم علیہ السلام کی طرح اس کا رنگ بھی سیاہ ہو گیا ہے۔

# خصوصیات کعبہ مشرفہ

## ۱-معبد اول

کعبہ مکرمہ معبد اول' مسجد اول' خانہ قدیم' بیت عتیق اور ارض قدیم ہے۔ یہ مقدس جگہ پانی کے اوپر زبدۂ بیضاء (سفید جھاگ) کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ پھر وہ جھاگ خشک ہو گیا اور اس سے زمین کا قطعہ نمودار ہوا اور یہ قطعۂ مقدس زمین وسماوات کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے موجود تھا۔ بعدازاں اس مذکورہ قطعۂ پاک کو بسیط کیا گیا۔ اس طرح ہماری زمین وجود میں آئی۔ اس سے آپ کعبۂ مکرمہ کی تقویم کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے یہ فرشتوں کا معبد بھی رہ چکا تھا اور جنات بھی اسی بیت قدیم کو مرکزی مسجد کی حیثیت سے اپنا قبلہ بنا چکے تھے۔

آدم علیہ السلام نے بھی ہبوط کے بعد اس گھر کی تعمیر وتطہیر میں سعی فرمائی اور "ہند" سے پیدل یہاں حج کرنے کے لئے تشریف لاتے رہے اور اس طرح انہوں نے چالیس حج کئے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد نے بھی اس خانہ خدا کو نہایت اہمیت دی اور وہ اس کے طواف وحج سے اپنے قلوب کو طمانیت بخشتے رہے۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بھی سب سے پہلے تعمیر ہونے والی مسجد یہی تھی۔ جسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر فرمایا۔ اس وقت کوئی معبد ومسجد دنیا میں موجود نہ تھی۔ اسی لئے قرآن مجید میں آتا ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى

لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ (۳:۹۶)۔

بے شک سب سے پہلا گھر جو عبادت کے لئے مقرر ہوا' وہ ہے جو ''بکہ'' میں ہے۔ برکت والا اور سارے جہان کا راہنما ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر کعبہ مکرمہ ہی بنایا گیا۔ نیز فرمایا سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے جو کہ بکہ میں واقع ہے۔ (ابن جریر ج۴ ص۶)

سر سید احمد خاں ''بیت عتیق کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

''سب سے پہلا گھر جو آدمیوں کے لئے خدا کی عبادت کرنے کو بنایا گیا جس قاعدے پر حال کے زمانے کے مؤرخ پرانے زمانے کا حساب لگاتے ہیں۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیوی سنہ کی بیالیسویں صدی میں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انیسویں صدی ماقبل میں کعبہ بنا تھا۔ پس اگر اسی حساب کو صحیح مانا جائے تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں جہاں تک اس کا حال معلوم ہوا ہے کعبہ سے پہلے کوئی گھر خدا کی عبادت کے لئے نہیں بنایا گیا۔

ملکی اور مذہبی روایتوں کے سوا غیر مذہب مؤرخوں کی تحقیقات سے بھی کعبہ کا نہایت قدیم زمانہ سے موجود ہونا ثابت ہے۔ مسٹر گبن جیسا کہ وہ نہایت مشہور مؤرخ ہے ویسا ہی نہایت بڑا عالم اور فلسفی ہے۔ اس نے اپنی تاریخ میں کعبہ کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ کعبہ کی صحیح قدامت سن عیسوی سے پہلے کی ہے۔ ساحل بحر احمر کے ذکر میں ڈیوڈورس یونانی مؤرخ نے تھیمودیلش اور سبیین کے بیان میں ایک مشہور معبد (یعنی کعبہ) کا ذکر کیا ہے۔ جس کے اعلیٰ درجہ کی تقدس کی تمام اہل عرب تعظیم کرتے تھے اور ڈیوڈورس کے زمانہ میں کعبہ ایک مشہور و معروف معبد تھا۔ جس کے اعلیٰ درجہ کے تقدس کی تمام

عرب تعظیم کرتے تھے۔'' (خطبات الاحمدیہ ص ۳۰۷، ۳۱۳)

معبد اول کے بارے میں حوالہ جات مندرجہ ذیل کتب سے دیکھئے

تفسیر جلالین ص ۱۴۹۔۱۵۰، تفسیر روح المعانی پ ۱۷، ص ۶۵۳، تفسیر مدارک ج ۱ ص ۱۹۲، ۱۹۳، تفسیر ابن عباس ص ۱۱۹، ۲۸۲، تفسیر حسینی ج ۱ ص ۸۱۔۸۲، غنیۃ الطالبین ص ۳۸۹، مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۶۰۸، جمع الفوائد ج ۱ ص ۳۴۲، ۳۴۶، نزہۃ المجالس ص ۲۲۸، ۲۵۶، شرح دلائل الخیرات ص ۱۹۰، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۹۷۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی تقدیم کعبہ کے متعلق بحث ملاحظہ کیجئے:

''میں یقین کرتا ہوں کہ کعبہ کے تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کرتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی اس لئے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً ۹۲۱ سال اور حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار نو سو اکیس سال پیشتر کی ہے۔ مسٹر آر سی دت نے اپنی تاریخ ''سویلنیریشن آف انشینٹ انڈیا'' میں متعدد عالموں کی شہادت جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور ویدکا ابتدائی زمانہ ہے۔ مسیح سے چودہ سو سے دو ہزار سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا (ترجمہ اے وی احمد صاحب جے پوری ص ۸۷) اس سے ثابت ہوا کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا۔''

(رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۲۳۳، ۲۳۴)

خانہ کعبہ سب سے قدیم ترین معبد اور مسجد ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب کے گزشتہ صفحات کی طرف رجوع کیجئے۔

## ۲- مرکز کائنات

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہماری زمین ساری کائنات کے مرکز میں ہے۔ سات آسمانوں کے دائرے اسے گھیرے ہوئے ہیں اور اسی طرح کرسی و عرش نے زمین و

آسماں دونوں کا احاطہ کیا ہوا ہے اور زمین کعبہ ہماری زمین کے وسط میں واقع ہے۔اسی طرح ہمارا قبلہ ساری کائنات کا مرکز ہے۔اسے قطب الکون بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں یوں رطب اللسان ہیں:

"ذکر المحدث الگازرونی فی مناسکه ان هذا البیت خامس خمسة عشر سبعة منها لی العرش وسبعة منها الی تخوم الارض السفلی لکل بیت منها حرم کحرم هذا البیت لوسقط منها بیت لسقط بعضها علی بعض الی تخرم الارض السابقه ولکل بیت من اهل السماء والارض من یعمره کما یعمر هذا البیت وافضل الکل الکعبة المکرمه .

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۸۴)

محدث گازرونی نے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے یہ گھر پندرہ بیوت میں سے پانچواں ہے ان میں سات تو آسمان سے عرش کی طرف ہیں اور سات نچلی زمین کی آخری حد تک واقع ہیں۔ان میں ہر ایک اس گھر کی طرح حرم رکھتا ہے اگر ان میں کوئی گھر نیچے گر جائے تو البتہ بعض بعض کے اوپر ساتوں زمین کے آخر تک گرتے جائیں گے اہل زمین و آسمان ان میں سے ہر گھر کو اسی طرح آباد کرتے ہیں جس طرح اس گھر (خانہ کعبہ) کو اور ان میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت کعبہ مکرمہ ہی ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "عوارف المعارف" ص ۵۴ پر اس کا اشارہ فرمایا ہے۔ نیز کتاب "مفتاح اللطائف" ص ۲۶ تا ۵۴ میں اس کے اشارات موجود ہیں۔

سماء مشتری
سماء زحل
سماء مریخ
سماء شمس
سماء زہرہ
سماء عطارد
سطح زمین
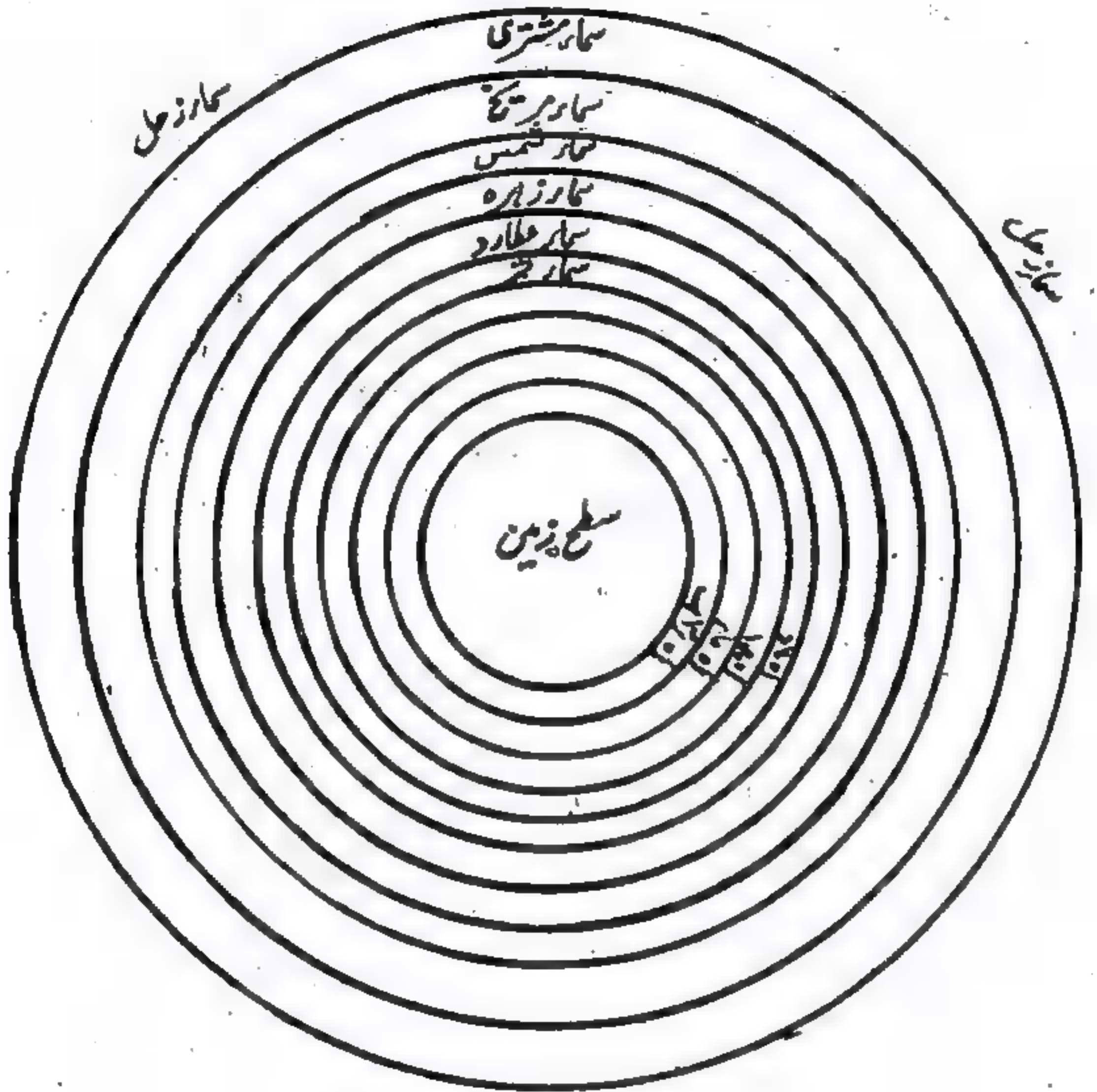
## ۳-ناف زمین

خانہ کعبہ چونکہ ساری زمین کے وسط میں واقع ہے۔اس لئے اس ''سرۃ الارض'' ''ام القریٰ'' اور ''ناف زمین'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ کعبہ مکرمہ زمین کے بالکل وسط میں نہیں ہے بلکہ جس

طرح انسانی جسم میں ناف واقع ہے اس طرح کعبہ مکرمہ زمین کے تقریباً وسط میں ہے۔ بعض اصحاب کی رائے یہ بھی ہے کہ کعبہ معظمہ پرانی دنیا کے وسط میں ہے۔ یعنی براعظم ایشیا اور افریقہ کے وسط میں واقع ہے۔ چنانچہ اب ہم ان روایات کو پیش نظر قارئین کرتے ہیں

۱۔ تفسیر کبیر ج ۳، ص ۹، معجم البلدان ج ۲، ص ۲۵۶ اور تفسیر مدارک ج ۱، ص ۲۸۷ پر زمین کعبہ کو ''سرۃ الارض'' یعنی ناف زمین لکھا ہے اور حاشیہ تفسیر مدارک پر ناف زمین اور وسط زمین بھی مندرج ہے۔ علامہ طاہر کردی فرماتے ہیں۔ مکہ مکرمہ دنیا کا دل اور زمین کے وسط میں واقع ہے اور کعبہ شریف اس نقطہ کی مانند ہے جو کسی دائرہ کے وسط میں ہوتا ہے۔ (تاریخ القویم)

۲۔ تفسیر صاوی ج ۲، ص ۲۶ پر ''ام القریٰ'' سے ''وسط الدنیا'' مراد لیا ہے۔ یعنی المکۃ المکرمہ دنیا کے وسط میں واقع ہے۔

۳۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷، ص ۳۳۲ پر یوں درج ہے:

''ام القریٰ'' کے معنی ہیں بستیوں کی اصل اور جڑ مکہ معظمہ تمام عرب کا دینی اور دنیوی مرجع تھا اور جغرافیائی حیثیت سے بھی قدیم دنیا کے وسط میں مرکز کی طرح واقع ہے اس لئے مکے کو ام القریٰ فرمایا''۔

۴۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین حصہ اول ص ۱۵، ۱۶ پر یوں بحث کی ہے:

''اگر ہم عرب کو پرانی دنیا کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے جزیرہ نما عرب کو ایشیا، یورپ، افریقہ اور اوقیانوس کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی اور تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے اور یہ مرکز ایشیا میں ہوتے ہوئے بھی افریقہ اور یورپ سے بہت قریب ہے۔

نیز اسی کے تحت ص ۱۵ کے حاشیہ پر نہایت اہم بحث درج ہے' ملاحظہ کیجئے:

''کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ درجے اور نصف ۶۰ درجے ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمال سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں اور جب ۶۰ میں ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کردیں تب بھی ۲۰ (درجہ شمالی) رہ جاتے ہیں اور مکہ معظمہ ۲/۱-۲۱ درجے پر آباد ہے۔ اس لئے کل کرہ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے ۲/۱-۱ درجہ کا جو تفاوت ہے اس سے مکہ مکرمہ کا ناف زمین ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ یہ بات بھی اس کتاب میں مذکور ہے کہ ساری زمین' زمین کعبہ سے ہی پھیلائی گئی۔

(دیکھئے گزشتہ صفحات) تصوف کی مشہور کتاب ''الابریز'' کے ج ا ص ۳۸ پر یوں درج ہے:

''یہی قطعۂ ناف ارض اور وہ پہلی بستی ہے کہ ساری زمین بایں طول وعرض اپنے وجود میں اس کی مرہون احسان ہے۔''

# ۴- مثال عرش مجید

کعبہ مقدسہ زمین پر عرش معلیٰ کی مثال ہے۔ وہ قدسیوں کا قبلہ ہے اور یہ اہل زمین کا۔ نیز کعبہ شریف کی زمین میں ازل سے ہی تقرب عرش مجید کے اسرار موجود ہیں۔ علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۷۰ھ اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

۱- قد جعلها الله تعالیٰ مثالا لعرشه وجعل الطائفین بها من

البشر كالملئكة الحاملين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم ۔ (تفسیر روح المعانی پ ۷ اص ۱۵۹)

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو عرش معلّٰی کی مثال بنایا اور اس نے انسانوں میں سے بعض کو اس طواف کا کرنے والے بنایا جیسا ملائکہ حاملین عرش کے گرد اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

۲-ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ میرے عرش کے بالمقابل (روئے زمین پر) ایک حرم ہے۔ جاوہاں میرے لئے تو ایک گھر بنا کے اس میں عبادت کر جس طرح تو دیکھ چکا ہے کہ میرے فرشتے میرے عرش سے لگے رہتے ہیں۔'' (طبقات ابن سعد اردو ترجمہ حصہ اول ص ۶۱)

۳-وهو مطاف اهل الغراء كما ان العرش مطاف اهل السماء (تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۷)

اور وہ (بیت اللہ) اہل غراء کا مطاف ہے جیسا کہ عرش اہل السماء کا مطاف ہے۔

اس بارے میں فتوحات مکیہ ج ا ص ۸۳۶ نادر المعراج ص ۲۳۸ اور مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حصہ ہفتم دفتر دوم ص ۶۸ پر بحث موجود ہے۔

## ۵-تمثیل بیت معمور

آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کے لئے یہاں بیت معمور نازل کیا گیا تھا۔ جس کے گرد ملائکۃ الارض طواف کیا کرتے تھے۔ بعض روایات کی رو سے یہ آسمانی کعبہ (بیت معمور) طوفان نوح علیہ السلام تک زمین کعبہ پر موجود رہا لیکن دوسری روایت کی رو سے آدم علیہ السلام کے انتقال کے وقت اسے اٹھالیا گیا تھا۔ بہر صورت یہ

بالکل واضح ہے کہ بیت معمور زمین کعبہ پر اتارا گیا تھا اور پھر اسے چوتھے یا ساتویں آسمان پر اٹھالیا گیا اور بالکل اس کی جگہ پر ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر فرمایا اور کعبہ مکرمہ بالکل بیت المعمور کے نیچے زمین واقع ہے۔ اگر بیت المعمور سے کوئی چیز گرائی جائے تو وہ سیدھی خانہ کعبہ پر گرے گی۔

(تفسیر روح المعانی پ ۲۷، ص ۲۶، تفسیر روح البیان ج ۲، ص ۴۰۰، ۴۰۱، تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۴۳۸، تفسیر مدارک ص ۲۶، ص ۲۷۰، ج ۲، مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۹۹، جواہر البحار ص ۴۲۱، نادر المعراج ص ۱۶۵، ۱۷۲، تفسیر ابن عربی ج ۲ ص ۵۲، تفسیر کشف الاسرار پ ۲۷ ص ۵۲، تفسیر حسینی ج ۲، ص ۳۵۲)

## ۶- حاملِ اقرار نامہ میثاق

جس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی ذریت کو میثاق کی خاطر ظاہر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں) سب نے جواب دیا کیوں نہیں یعنی سب نے تہ دل سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وحدانیت کا اقرار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس اقرار نامہ کو حجر اسود میں منقش ومحرر کیا یا حجر اسود میں بطور امانت محفوظ کر دیا۔ اس طرح حجر اسود ہماری فطری صورتوں کے اقرار نامے کا محافظ وحامل ہے اور مزید برآں یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ خانہ کعبہ اور حجر اسود لازم وملزوم ہیں۔ ان دونوں کا آپس میں گہرا رابطہ ہے۔ اس مقدس مکان میں یہ جنتی پتھر۔ کسی خاص راز کی وجہ سے ہی نصب کیا گیا ہے کیونکہ اس کو نصب کرنے والے جلیل القدر انبیائے کرام علیہم السلام ہیں کوئی عام انسان نہیں۔ نیز یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ کعبہ مکرمہ حجر اسود کے لئے ہے یا حجر اسود خانہ کعبہ کے لئے۔ بہر صورت ان کا رشتہ نہایت ہی گہرا معلوم ہوتا ہے جن کی گہرائیوں کے اسرار صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

چنانچہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حجر اسود حامل اقرار نامہ میثاق "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" اور خانہ کعبہ حامل حجر اسود ہے۔ چنانچہ خانہ کعبہ کے در و دیوار اور ماحول تو حدو یگانگت کے

آئینہ دار و شاہد ہیں اسی لئے حاجی "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ الخ" کہتا ہے تو وہ ہمارے قدیم میثاق کا احیاء کرتا ہے جس کو وہ دنیا کی غفلتوں کی وجہ سے فراموش کر چکا ہے۔ اس طرح اس میں مندرج شہادت عالم شہادت کی شہادت سے تطابقت کرتی ہے۔ اس طرح یاد قدیم کے نقوش ابھرتے ہیں اور قلوب میں رقت طاری ہوتی ہے۔ دنیا کے مصائب و آلام و کشمکش میں گرفتار انسان، جو رفعتوں سے پستیوں میں گھر گیا ہے۔ اسے کیا علم ہے کہ وہ کون تھا۔ کہاں سے کہاں کا مسافر ہے کیا وہ کچھ بھول گیا ہے اور اب کیا کچھ کر رہا ہے۔ ان سب باتوں کو خانہ کعبہ کے آئینہ میں ملاحظہ کرنا چاہئے۔

(حجر اسود کا حامل اقرار نامہ میثاق "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" ہونے سے متعلق حوالہ جات مندرجہ کتاب ہذا پر دیکھئے)

## ۷-شاہد یوم القیامۃ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجر اسود کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور سچائی کے ساتھ اس شخص کی گواہی دے گا، جس نے اس کو بوسہ دیا۔

(جامع الترمذی ج ا ص ۱۹۰، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مشکوٰۃ شریف، جمع الفوائد مزید حوالہ جات کے لئے کتاب ہذا کے گزشتہ صفحات کا مطالعہ کریں)

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حجر اسود یعنی خانہ کعبہ کے رکن اسود کا یہ مرتبہ اور مقام ہوگا کہ وہ درحقیقت مومنوں کی شفاعت و شہادت کا سبب بنے گا۔ خصوصاً جنھوں نے اسے بوسہ دیا ہوگا اس بارے میں مندرجہ ذیل کتب بھی دیکھئے۔

(غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۳۰، فتوحات مکیۃ ج ا ص ۷۰۲، تفسیر روح المعانی پ ۹ ص ۱۰۸، مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۰، ج ۶، بہار شریعت ج ۲ ص ۴۵)

## ۸- دارالامان

کعبہ مشرفہ کی زمین اور اس کا گردونواح دارالامن، دارالقرار، مقام سکون، مقام محبت وانس حقیقی اور جمعیت ویکتائی کا آئینہ دار ہے۔ یہاں پراگندہ و پریشان حال انسان روحانی سکون کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور وہ طمانیت و یگانگت جیسی نعمتوں سے مالا مال ہوتا ہے۔ وہ بلامبالغہ امن وسکون کی فضا کو محسوس کرتا ہے جس کا اقرار ہر وہ شخص کرتا ہے جس کو اس گھر کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ یہاں تو حیوانوں کو بھی امن کا سانس میسر آتا ہے۔ ورنہ ساری دنیا میں تو مشقت، تشدد، سختی، جور اور مصائب کا دور دورہ ہے۔ یہ علاقہ پرسکون کیوں ہے اس کی کئی وجہیں ہیں لیکن سب سے بڑی وجہ خدا تعالیٰ کے پیارے خلیل علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے۔ جنہوں نے عرض کیا:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (۲:۱۲۶)

اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب اس شہر کو امان والا کردے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے۔

نیز حج کرنے والے صرف ظاہری امان سے ہی مستفید نہیں ہوتے بلکہ انہیں عذاب الآخرۃ سے بھی امان حاصل ہو جاتا ہے اور ان کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(دیکھئے تفسیر بیضاوی ج ا ص ۱۰۵، تفسیر کشف الاسرار ص ۵۳، ۶۴، تفسیر روح البیان ج ا ص ۱۵۲، تفسیر حسینی ج ا ص ۸۱، تفسیر روحانی مجددی ج ا ص ۲۶۱)

## ۹- دارالتجلی

حضرت مولانا شاہ عبدالروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تحقیق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کی ہے، جو کوئی

اس مقام میں داخل ہوا۔ تمام فتنوں سے نجات پائی اور ایمن ہوا اور سب سے بڑا فتنہ فراق یار ہے سو اس سے وہ بے غم ہوا۔ اس طرح سے کہ پہلے اسے سالک پر انوار اور استتار دونوں بہم تھے۔ گاہے تجلی برق ہوتی تھی گاہے نہ ہوتی تھی اب واسطے تسلی کے تجلی دائمی نصیب ہوئی۔"

(تفسیر روفی ص۲۶۲)

خانہ کعبہ کے دار التجلی ہونے کے بارے میں علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی الجزان ا اللہ ینظر الی الکعبہ کل سنۃ فی نصف شعبان فعندذلک نحن الیھا القلوب فلا یحن عند التجلی الا القلب المسارع .(تفسیر روح البیان ۲/۲۸۵)

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سال نصف ماہ شعبان کو کعبہ مقدسہ کی طرف نظر خصوصی فرماتا ہے اور اس وقت قلوب مائل ومشتاق دیدار تجلی الٰہیہ ہوتے ہیں پس وقت تجلی صرف قلب مصارع ہی مشتاق لقائے تجلی الٰہیہ ہوتا ہے۔

کعبہ مکرمہ تجلیات الٰہیہ کا مرکز اور رحمت خاصہ کا منبع ہے۔ کرۂ ارض پر سب سے اہم عبادت گاہ ہے اور یہ مراقبۃ اللہ اور توجہ خصوصی رحمانی کا نشان ہے۔ ان تجلیات کی بدولت انسانی قلوب واذہان وافکار روشن ومنور ہوتے ہیں اور انسانی فکر یکسر بدل جاتی ہے وہ فکر معاش کی بجائے فکر معاد کی طرف رجوع کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کی خوابیدہ ومردہ صلاحیتیں فطرت اصلیہ کے مشاہدہ سے ہم کنار ہو کر بیدار ہو جاتی ہیں۔

## ۱۰- دارالقبولیت

کعبہ مکرمہ کی مقدس زمین دارالقبولیت' دارالثواب' دارالدعا اور خدائے تعالیٰ کے حضور الحاح وزاری کی جگہ ہے۔ یہاں گنہگاروں' خطاکاروں' اور سیہ کاروں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور مومنوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے سلاطین وامراء بھی یہاں انتہائی تذلل' عاجزی انکساری اور خشوع وخضوع سے اپنے گناہوں کی معافی کے لئے گڑگڑاتے اور آنسو بہاتے نظر آتے ہیں۔ اولیاء کرام بھی یہاں اپنی کسر نفسی کا اعتراف کرتے ہیں۔

یہاں مختلف مقامات اور ساعات ہیں جو قبولیت کے لئے قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے وقت جو دعا کی جائے وہ فوراً قبول ہوتی ہے۔ اکثر اہل اللہ نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے "ملتزم" کو بھی قبولیت دعا کے لئے خاص اہمیت حاصل ہے۔ (الحسن والحصین ص ۶' طبرانی الکبیر' مقابیس غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ)

چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ مکہ شریف میں پندرہ مواضع قبولیت دعا کے لئے خاص ہیں:

۱- دوران طواف۔

۲- ملتزم کے پاس۔

۳- زیر میزاب۔

۴- بیت اللہ شریف کے اندر۔

۵- زم زم کے پاس۔

۶- دوران سعی صفا ومروہ۔

۷- مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے۔

۸- عرفات میں۔

۹-مزدلفہ میں۔

۱۰-جمرات ثلاثہ کے وقت وغیرہ۔ (کتاب الحصن والحصین ص ۲)

تفسیر مدارک ج ۱ ص ۱۲۲ پر "مقام ابراہیم" کو قبولیت دعا کی جگہ بتایا گیا ہے۔ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۵۲ پر کعبہ کو مقام مغفرت و رحمت ذکر کیا گیا ہے اور صفا و مروہ کی سعی کرتے وقت دعا کے قبول ہونے کا ذکر تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۸ پر موجود ہے۔

میرے شیخ سیدی حضرت سید محمد اقبال حیدر شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "عرفات میں جبل رحمت کے نزدیک (حقوق العباد کی کوتاہی کی معافی) بھی ہو جاتی ہے۔ بندہ نے سوال کیا کہ جناب! یہ کیسے ممکن ہے کہ جب تک وہ آدمی اسے معاف نہ کرے جس پر ظلم کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا جبل رحمت انتہائی اجابت کا مقام ہے یہاں ہمارے جد اعلیٰ آدم و حوا علیہما السلام بڑی مدت کی جدائی کے بعد ملاقی ہوئی تھے' لہٰذا اللہ تعالیٰ خود ہی مظلوم انسان کو راضی کرے گا' اور اسے بہترین اجر سے نواز دے گا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کے لئے یہ مشکل نہیں۔" (ملفوظات حیدریہ قلمی ص ۱۱)

## ۱۱-مہبط وحی

یہ وہ مقدس خطۂ زمین ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ تعالیٰ کا آخری کلام قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اور تیرہ سال تک یہاں جبرائیل علیہ السلام مقدس کلام کے ساتھ نازل ہوتے رہے اور انسانوں کو ہدایت و سرخروئی کا نظام و کلام پہنچاتے رہے کتنی خوش نصیب ہے یہ سرزمین جس کے مکینوں کی زمین پر خدا تعالیٰ کا آخری کلام نازل ہوا' اور ام الکتاب کو امیوں کی طرف نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ام القریٰ میں نازل کیا۔

## ۱۲- جائے رحمت و برکت

کعبہ مشرفہ جائے رحمت و برکت ہے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس خطے کے بارے میں دعا فرمائی:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (۲:۱۲۶)

اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب اس شہر کو امن والا کردے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے خلیل علیہ السلام کی درخواست کو قبول فرمایا اور اس بنجر وادی میں اپنی برکات نازل فرمائیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' کی روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ ملک شام یا فلسطین یا اردن کے علاقہ حوران سے ایک باغات وثمرات والی بستی کو اٹھا کر مکہ معظمہ کے راستے میں تین منازل کے فاصلے پر رکھ دے چنانچہ اس خطہ کو جبرائیل علیہ السلام نے بامر الٰہی اٹھایا اور اس قطعۂ زمین نے سات دفعہ طواف کعبہ فرمایا۔ طواف کرنے کی وجہ سے اس کا نام ''طائف'' پڑ گیا چنانچہ ''طائف'' حقیقۃً علاقہ شام کی ہی بستی ہے اور شام میں ''الحرۃ اقفر'' جو حوران کے علاقے میں واقع ہے اور ویران وبنجر ہے یہ طائف کی پہلی جگہ ہے۔ چنانچہ عرب میں طائف کا علاقہ پیداوار' اثمار واجناس میں باقی علاقوں سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ مذکورہ روایت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ اس روایت کے لئے دیکھئے: (تفسیر روح المعانی پ ۱ ص ۳۸۲' تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۵۴' ج ۲ ص ۲۵۳' تفسیر جلالین ج ۱ ص ۵۴' تفسیر صاوی ج ۲ ص ۲۴۳' تفسیر حسینی ج ۱ ص ۲۱ تا ۲۲' تفسیر روفی مجددی ج ۱ ص ۱۲۲ تا ۱۲۳)

اس بارے میں احادیث وآثار میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمت سے

اہل حرم کو نوازتا ہے اور اس علاقے میں رحمت الٰہیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے۔

(طبرانی والحاکم فی الکنی وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما بحوالہ جامع الصغیر ج ا ص ۷۷ غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۳۰ قوت القلوب ج ۲ ص ۲۴۶)

نیز سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا:

سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے جو کہ بکہ میں واقع ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا اگر اس سے پہلے مکانات نہیں تھے تو پھر قوم نوح علیہ السلام اور قوم ہود علیہ السلام کہاں رہتی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ برکت او ہدایت کے لئے سب سے پہلا گھر بیت اللہ بنا ہے۔ (تفسیر ابن جریر ج ۴ ص ۶)

ابن بطوطہ کے تاثرات اس گھر کی برکت کے بارے میں کتاب ہذا کے گزشتہ صفحات پر ملاحظہ کریں اور محمد ابن جبیر نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

اطراف عالم سے دور دور تک کے لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں طرح طرح کے میوے اور غلے آتے ہیں۔ اس لئے یہاں تمام شہروں سے زیادہ نعمتیں، غلے اور میوے میسر ہوتے ہیں۔ سامان تجارت مثل یاقوت، جواہر، مشک، عنبر عود اور کافور ہند، یمن، خراسان، عراق اور مغرب وغیرہ سے بے شمار آتا ہے۔ کسی ملک کی کوئی چیز نہیں ہے جو یہاں نہ مل سکے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے اور اس آبادی کی برکت کا نتیجہ ہے۔ میوے اور غلے کی وہ افراط ہے کہ کسی اور جگہ نہ ہوگی۔

اکثر میوے یہاں طائف سے آتے ہیں۔ طائف یہاں سے تین منزل پر ہے یہاں کے نادر میووں میں خرما تر ہے۔ اس کے ذائقہ کی تعریف سے زبان کو لطف آتا ہے۔ حقیقۃً ایسی لذیز چیز ہم نے عمر بھر نہیں کھائی۔ یہاں بھیڑ اور دنبے کا گوشت تمام دنیا سے بہتر اور عمدہ ہوتا ہے اور ملکوں میں اگر

اس قدر چکنا گوشت ہو تو منہ میں چمٹنے کی وجہ سے اگلنے کو جی چاہے اور دوبارہ ہرگز نہ کھایا جائے مگر یہاں کے گوشت میں باوجود اس چکنائی کے یہ خوبی ہے کہ منہ میں رکھتے ہی بغیر چبائے گھل جاتا ہے اور معدے میں پہنچتے ہی ہضم ہو جاتا ہے۔ (سفرنامہ ابن جبیر ص ۹۶ تا ۹۸)

## ۱۳- دارالعظمت

کعبہ مکرمہ دارالعظمت ' دارالحرمت اور بیت شرف و عزت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ازل سے ہی عظمت و حرمت سے مشرف فرمایا۔ اس کو وہ مرتبہ عنایت ہوا جو اور کسی معبد کو میسر نہ آیا۔ یعنی سب عبادت گاہوں میں سے یہ سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل دلائل سے ہوتی ہے

۱- خانہ کعبہ کے بارے میں تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۰۵ پر یوں درج ہے:

"الكعبة غلب عليها كالنجم على الثريا"۔

(کعبہ زمین پر اس طرح غالب آیا' جیسے مقام ثریا پر ستارہ)

۲- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات خانہ کعبہ کے متصل حجر یعنی حطیم میں آرام فرما رہے تھے۔ یعنی معراج شریف کا آغاز اسی مقدس جگہ سے ہوا۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۴۸)

۳- حضرت شاہ عبدالروف مجددی کعبہ کی عظمت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جو قصد کرے اسے خراب کرنے کا وہ مخذول ہوتا ہے اور کوئی پرندہ چھت کعبہ پر نہیں بیٹھتا اور ہرگز کعبہ بے طواف کنندہ نہیں رہتا اور جو کوئی اس پر نظر کرتا ہے البتہ اشکبار ہوتا ہے اور اولیاء شب جمعہ کو اس کے گرد حاضر ہوتے ہیں اور جنیاں بھی طواف کرتے ہیں۔" (تفسیر روفی مجددی ص ۲۶۲)

۴- یہ جابروں کے تسلط سے محفوظ رہا اور ہر قسم کے فتنوں سے مامون رہا۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۹۸۷' تفسیر روح المعانی ۱۳/۲۳۶)

۵- اسلام میں کعبے کو جو مقام اور مرتبہ حاصل ہے۔ اس میں مسلمانوں کے تمام فرقے متحد ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مکہ مکرمہ اسلامی شان وشوکت اور سطوت کا مظہر ہے اور کعبہ اس کے جاہ وجلال اور فضل وکرم کا مرکز ہے۔ چار دانگ عالم میں یہی وہ جگہ ہے جہاں دس' بارہ لاکھ آدمی حج کے لئے جمع ہوتے ہیں' جو سب کے سب خدا کو یک دل ویک زبان ہوکر پکارتے ہیں اور اگرچہ یہ زائرین نسل اور زبان میں مختلف ہوتے ہیں۔ تاہم وہ سب ایک قبلے کی طرف منہ کرتے ہیں اور نماز میں پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں اور تمام ارکان نماز ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔ وہ خدائے واحد کے سوا کسی اور سے اپنی امیدیں وابستہ نہیں کرتے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷ اص ۳۳۱)

۶- یہاں کی نماز دوسری مساجد کی نماز سے ایک لاکھ گنا نمازوں کا ثواب رکھتی ہے نیز ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابی تراب نخشی سے عبادان میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا مسجد حرام میں سونا عبادان کی نماز سے بہتر ہے۔

(قوت القلوب ج ۲ ص ۲۴۶)

۷- ''فرمایا سبحان اللہ کعبۃ اللہ کی شان کتنی عظیم ہے کہ خواص اولیاء بھی وہاں عام لوگوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے انوار بباعث غلبۂ انوار وجلال کعبہ گم ہوجاتے ہیں۔ وہاں ولی غیرولی سے پہچانا نہیں جاتا۔ وہاں ہزارہا اولیاء اللہ کی قبور ہیں جنہیں کوئی نہیں پہچانتا۔ الا ماشاء اللہ اور یہ امر بباعث کمال استیلا اور غلبۂ جلال کعبہ کے ہے۔''

(ملفوظات مہریہ ص ۶۵)

اس کے علاوہ بھی بے شمار کتب میں کعبہ مکرمہ کی عظمت و بزرگی کا ذکر موجود ہے جس میں سے امیر الشعراء احمد شوقی بک المتوفی ۱۳۵۱ھ کی کتاب ''اسواق الذہب'' کی مندرجہ ذیل عبارت کا ذکر کرنا ضروری ہے:

''عظیم القدر صحن' منزل مسافرین وغرباء وامراء' حرم الٰہی' بیت عتیق' قبلہ عالم وکعبہ مومنین جس کی طرف تمام مساجد عالم دیکھ رہی ہے اور دور دور سے

لوگ یہاں حج کرنے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس گھر کی بنیاد مکہ شریف میں رکھی' جو ایک وادی غیر ذی زرع تھی اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ شرور وفتن سے محفوظ رکھا''۔

اگر اللہ چاہتا تو اپنا گھر مصر میں دریائے نیل کے کنارے بنا دیتا۔ جہاں کا ہر قطعہ ایک باغ ہے اور اگر چاہتا تو بیت اللہ شام میں بنا دیتا جہاں جاری نہریں دراز سائے' سر سبز ٹیلے' شاداب شاخیں اور پھلوں کے گچھے ہیں اور اگر وہ چاہتا تو خانہ کعبہ کی بنیاد ایسے شہروں میں رکھتا' جہاں بڑے بڑے بادشاہ ہو گزرے ہیں اور جہاں بڑے بڑے قلعے اور محلات ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ام القریٰ کی طرف دیکھا تو اس میں خشوع وخضوع پایا جو ایمان کے شایان شان ہے اور سکون وخلوت کے لئے موزوں ہے۔ لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس وادی میں مرکز وحدانیت کی تعمیر کریں۔

یہ وہ بنیاد ہے جو طاقت اور ضعف' بڑھاپے اور جوانی اور ابوت ونبوت کی جامع ہے کہ ابراہیم واسماعیل (علیہما السلام) دونوں مل کر جدوجہد کر رہے تھے۔ دیکھو باطل کی کیسی کیسی مضبوط بنیادیں ٹوٹ گئیں' مگر توحید کی اینٹوں نے زمانے کو فنا کر دیا اور وہ اسی طرح باقی ہیں۔

اس گھر کے پردے جلال خداوندی سے بنائے گئے تھے اس کی دیواریں حقانیت سے تعمیر ہوئی تھیں اس کے معمار انبیاء کرام علیہم السلام تھے اور اس گھر کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس گھر کی روشنی تمام مکہ میں پھیل گئی اور مکہ ایک ایسی روشنی سے جگمگا اٹھا جو نور شمس و قمر سے بھی زیادہ تیز اور روشن تھی جہاں وہ جہالت ونظافت ہے جو آج تک کسی گھر کو میسر نہیں آسکی۔

بے عقل کہتے ہیں: ''کاش خانہ کعبہ سونے یا چاندی کا ہوتا' یا ایسا عظیم الشان ہوتا جیسے یورپ کے گرجے'' میں کہتا ہوں ''ارے بے وقوفو! اگر کعبہ اس کی ابتدائی شان پر تحویل کر دیا جائے کہ نہ اس میں جھاڑ' فانوس ہوں' نہ کہیں سونا' چاندی لگا ہو تو وہ اس کی

سادگی کے ساتھ اور زیادہ معظم و مشرف اور روحانیت سے بھرپور معلوم ہوگا۔

(خانہ کعبہ اردو ترجمہ "مقام ابراہیم" از محمد طاہر الکردی ص ۷۹-۸۰ اردو ترجمہ از عبدالصمد صارم)

## ۱۴- دار الکرامت

یہ وادی بکہ دار الکرامت اور دار البقاء ہے۔ سینکڑوں بستیاں آباد ہوئیں اور اجڑیں، ہزاروں شہر صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئے۔ لیکن اس مقدس وادی کو شہرت دوام اور شاہد جہاں کا مرتبہ ملا۔ اس کے سامنے ہزاروں قومیں تہذیب و تمدن کی رفعتوں سے ہم کنار ہوئیں اور پھر پستیوں کے گہرے گڑھوں میں دفن ہو گئیں۔

اس کے مقابلے میں معبد بنائے گئے۔ زائرین کے لئے بے شمار سہولتوں اور آسائشوں کے سامان پیدا کئے گئے مگر انسانوں کا رجحان اسی گھر کی طرف ہی رہا۔ فتنہ پرداز اور حاسدین کے بنائے ہوئے معبد تباہ و برباد ہو گئے۔ لیکن یہ بیت مکرم اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ تابندہ پائندہ رہا۔ یہ گھر اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے۔ برس ہا برس سے باقی ہے اور قیامت تک اسی طرح باقی رہے گا یہاں بے شمار کرامات ظہور میں آئیں۔ اس طرح یہ اپنی بقائے دوامی کے ساتھ منصۂ شہود پر موجود رہا۔ اب ہم ان کا مجملاً و مختصراً ذکر کرتے ہیں، تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ اس گھر کی حفاظت کسی انسان کی مرہون احسان نہیں بلکہ اس کا محافظ خدائے قدوس ہے۔

۱- طوفان نوح علیہ السلام کے وقت یہ جگہ غرقاب سے محفوظ و مامون رہی اور کشتی نوح علیہ السلام نے اس کا طواف کیا۔ کتب تفسیر میں بیت عتیق کی تفسیر کے تحت اکثر مفسرین نے یہی ذکر کیا ہے۔

۲- اس گھر کے لئے اللہ تعالیٰ نے چشمۂ زم زم نمودار فرمایا، جو صرف بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

۳- اس گھر اور اس کے رہنے والوں کے لئے فلسطین کے علاقے سے طائف کی

بستی کو حجاز کے علاقے میں منتقل فرمایا کیونکہ طائف پُر ثمرات اور پُر باغات وادی ہے' یہاں صبح ہی مکہ مکرمہ میں پھل اور سبزیاں پہنچ جاتی ہیں۔ یہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کا نتیجہ ہے۔

۴- دور جاہلیت میں بھی لوگ جوق در جوق اس گھر کے طواف کے لئے آتے رہے یہاں تبع ابوکرب اسعد حمیری نے اس گھر کی عظمت کے تحت اسے پہلا غلاف پہنایا اور سکندر اعظم نے بھی اس گھر پر غلاف چڑھایا۔

۵- بنو جرہم میں سے نائلہ اور اساف نے اس گھر میں زنا کیا تو دونوں پتھر کی صورت میں مسخ ہو گئے جو سینکڑوں سال عبرت کے لئے چاہ زم زم اور صفا و مروہ پر پڑے رہے۔

۶- کنز کعبہ سے ایک شخص چوری چھپے کچھ سامان باندھ کر لے جانا چاہتا تھا' لیکن وہ غار میں پھنس گیا۔ انتہائی کوشش کے باوجود اس میں سے نہ نکل سکا۔ لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اور سامان وہیں دوبارہ رکھ دیا گیا۔ اس دن سے اس غار کو اخسف کہنے لگے کیونکہ وہ شخص اس غار میں پھنس گیا تھا۔ اس کے بعد کسی کو یہاں چوری کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

۷- کنز کعبہ میں مدتوں ایک سانپ اس کی حفاظت کے لئے موجود رہا جب کوئی اس طرف جانے کی کوشش کرتا تو وہ سانپ اس پر حملہ کر دیتا اور بسا اوقات یہ سانپ دیوار کعبہ پر آ بیٹھتا۔

۸- جب ابرہہ نے حسد کی بناء پر بیت اللہ شریف پر حملہ کیا تو اس کی فوج وادی محسر بھی عبور نہ کر سکی کہ پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نمودار ہوئے۔ یہ خدائے تعالیٰ کا لشکر تھا ان کے پاس تین تین کنکریاں تھیں وہ جس پر گراتے وہ کھائے ہوئے بھس کی مانند ہو جاتا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے ہاتھی بھی تھے۔ وہ بھی صفحہ ہستی سے مٹ گئے لیکن عجیب بات ہے کہ ابرہہ کا مخصوص ہاتھی حملہ کے وقت اس گھر کی عظمت کے پیش نظر سجدہ ریز ہو گیا

تھا۔ نیز صرف وہی زندہ وسلامت واپس یمن پہنچا۔

۹- الازرقی نے اخبار مکہ حصہ اول میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص غلاف کعبہ پکڑے اس گھر کی پناہ میں تھا۔ اس کے دشمن نے اسے کھینچنا چاہا لیکن وہ لنجا ہوگیا۔ حویطب بن عبدالعزیٰ کہتے ہیں ''زمانۂ اسلام میں بھی میں نے اسے لنجا دیکھا ہے۔''

۱۰- الجامع اللطیف میں ابن ظہیرۃ القرشی نے لکھا ہے: ''عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں قریشیوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔ سائے زائل ہو چکے تھے۔ اچانک بنو شیبہ کے گھر سے ایک چمکدار سانپ نکلا۔ وہ رکن یمانی پر آیا اسے بوسہ دیا اور خانہ کعبہ کے سات چکر لگائے۔ پھر مقام ابراہیم میں گیا اور وہاں دو رکعت پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جاؤ اس سے کہہ دو کہ کہیں تمہیں کوئی مار نہ ڈالے''۔ چنانچہ ایک شخص گیا اور اس سے کہا۔ اس نے سر جھکا لیا اور پھر وہ آسمان کی طرف اڑتا چلا گیا اور نظروں سے غائب ہوگیا۔

۱۱- مذکورہ کتاب میں ہی ہے ایک دفعہ دو پرند' جو شتر مرغ کے برابر تھے۔ کعبہ میں داخل ہوئے۔ قریش انہیں کھلاتے پلاتے رہے جب لوگ طواف کر چکتے تو وہ طواف کرتے۔ جب لوگ آ جاتے تو وہ دیوار کعبہ پر بیٹھ جاتے۔ ایک ماہ تک وہ اسی طرح کرتے رہے۔ پھر وہ یہاں سے چلے گئے۔

۱۲- الجامع اللطیف میں ہی ہے کہ ایک پرند ''جیاد الصیغر'' کی طرف سے آیا۔ اس کے کچھ پر سیاہ اور کچھ سرخ تھے اس کی پنڈلیاں پتلی اور گردن دراز تھی۔ چونچ ایسی لمبی تھی جیسی کہ سمندر کے پرندوں کی ہوتی ہے۔ یہ واقعہ سینچر کے دن ۲۷ ذی قعدہ ۲۲۶ھ میں طلوع آفتاب کے وقت ہوا۔ لوگ طواف کر رہے تھے یہ پرند زم زم کے چراغ کے قریب آیا۔ پھر رکن اسود کے پاس چلا گیا۔ بعد ازاں کعبہ مقدسہ کی طرف اڑ گیا اور ایک خراسانی حاجی کے کندھے پر بیٹھ گیا وہ حاجی کئی ہفتے خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہا اور روتا رہا لوگ اس کو اس حالت میں دیکھ کر تعجب کرتے وہ پرند لوگوں سے ذرا بھی نہ ڈرتا۔ وہ ایک

دن مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس جا پڑا۔ ایک نوجوان نے اسے پکڑ لیا وہ اس طرح چیخا کہ لوگ ڈر گئے۔ نوجوان نے اسے چھوڑ دیا تو وہ دارالندوہ کی طرف سے نکل کر بھاگ گیا۔

۱۳- یہ گھر کبھی طواف سے خالی نہیں رہا۔ ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ سخت گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ چلو دیکھتے ہیں کہ اس وقت اتنی گرمی میں کون طواف کرتا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ ایک سانپ طواف کعبہ میں مصروف ہے۔

۱۴- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے وقت کعبہ مقدسہ اور المسجد الحرام آدمیوں سے بالکل خالی ہوگئی۔ لیکن دیکھا گیا کہ ایک اونٹ کعبہ مقدسہ کا طواف کر رہا ہے۔

۱۵- کتاب ''افادۃ الانام بذکر بلد اللہ الحرام'' جلد اول میں مذکور ہے کہ ایک اونٹ مالک سے بھاگ کر حدود خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ لوگ اسے پکڑنے لگے مگر وہ طواف کعبہ میں مصروف ہو گیا۔ اس نے سات دفعہ طواف کیا۔ پھر وہ حجر اسود کے پاس آیا۔ پھر وہ میزاب کے نیچے چلا گیا۔ اس کی آنکھیں پرنم تھیں یہاں وہ زمین پر گر کر مر گیا۔ لوگوں نے اسے اٹھا کر صفا و مروہ کے درمیان دفن کر دیا۔

۱۶- اخبار مکہ میں ہے زمانہ جاہلیت میں اہل عرب ننگے طواف کیا کرتے تھے' ایک دفعہ ایک خوبصورت عورت ننگی ہی طواف میں مصروف تھی ایک شخص اسے دیکھ کر مفتون ہو گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہی طواف کرنے لگا۔ اس نے جان بوجھ کر اس عورت کے ساتھ اپنا بازو لڑایا جو معاً اس کے ساتھ جڑ گیا جو کسی طرح علیحدہ نہ ہوتا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگے۔ ایک دانا بوڑھے قریشی نے انہیں سمجھایا کہ جہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے وہیں جا کر خلوص کے ساتھ دعا کرو چنانچہ وہ گئے اور اسی طرح کیا۔ اس طرح ان کے بازو علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے اپنی اپنی راہ لی۔

۱۷- ۷ ذی الحجہ ۳۱۷ھ کو ابوطاہر القرمطی نے مکہ معظمہ میں قتل وغارت کا بازار گرم کیا۔ ان کا ایک آدمی' میزاب کعبہ جو سونے کا تھا اسے اتارنے کے لئے کعبہ کی چھت پر چڑھا۔ معاً اس کے سر میں ایک تیر لگا وہ سر کے بل گر کر مر گیا۔

۱۸- ''افادۃ الانام'' میں مذکور ہے کہ ۱۰۸۳ھ میں اسحاق آفندی نے جو امرائے روم سے تھا۔ حج کرنے کا ارادہ کیا' وہ چاہتا تھا کہ رات کے وقت کعبہ میں داخل ہو۔ چنانچہ عبدالواحد مجاور نے دروازہ کھولنا چاہا مگر تالا نہ کھلا۔ لوہار کو بلایا گیا لیکن کسی صورت میں دروازہ نہ کھل سکا۔ لوہار سے پوچھا گیا کہ دروازہ کیوں نہیں کھلتا۔ اس نے کہا بے شک دیکھو اندر سے کوئی زور لگا رہا ہے۔ جب دیکھا گیا تو واقعی بڑی سختی سے رکاوٹ ہو رہی تھی تو اسحاق آفندی نے کہا: لوگو! واپس جاؤ کیونکہ اس دروازے کا کھلنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

۱۹- آج تک کسی شخص یا بادشاہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ کعبہ مشرفہ اس کی ملکیت ہے یا اس کے آباء واجداد اس کے وارث رہے تھے۔ بلکہ جاہلیت کے دور کے لوگ بھی اسے بیت اللہ کہہ کر پکارتے تھے۔

۲۰- ''افادۃ الانام'' میں ہے کہ ابرہہ کے علاوہ خالد بن برمک کے اجداد نے بھی کعبہ کے مقابلہ میں ایک معبد بنایا تھا جو صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ نیز ظالم بن اسعد نے بھی خانہ کعبہ کے مقابلے میں ایک عبادت گاہ بنائی لیکن زہیر بن خباب کلبی نے اسے گرا دیا اور ظالم کو قتل کر دیا۔

۲۱- تفسیر روح المعانی پ ۱۷ ص ۱۴۷ پر درج ہے کہ کعبہ مکرمہ ہر دور کے جابروں سے محفوظ رہا اور نہ ہی کوئی شخص اس کی ملکیت کا مدعی ہوا ہے۔ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں مزید تفصیل بھی دی ہے (دیکھیئے تفسیر روح المعانی پ ۱۷ ص ۱۴۷)۔

نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض ملحدین کا یہ عقیدہ ہے کہ کعبہ مقدسہ کی عمارت مرور

زمانہ میں جبارین اور سرکشوں کے ہاتھوں سے اس لئے محفوظ رہی کہ اس عمارت کی بنیاد شرف زحل میں رکھی گئی اور اس وقت طالع ''دلو'' تھا' مگر علامہ مذکور سختی سے اس امر کی تردید کرتے ہیں۔

لیکن ملحدوں کے اس عقیدہ سے ایک بات ضرور اخذ کی جا سکتی ہے کہ وہ بہر صورت اس بیت مکرم کی دائمی شان و شوکت اور پائیداری کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

۲۲- یہ بات قابل توجہ ہے کہ حرم شریف کی ہر چیز باقی دنیا سے انوکھی ہے۔ وہاں کے باشندے اور پرندے اپنے عادات میں دوسری دنیا سے مختلف ہیں۔ حرم شریف کے کبوتروں کو ہی لیجئے وہ دوسرے کبوتروں کی مانند عادات کے حامل نہیں علامہ فاسی اور علامہ محمد طاہر الکردی نے ان کی عادات کا ذکر کیا ہے اور بہت سے واقعات ہیں' جو کتب معتبرہ میں موجود ہیں۔ جن سے کعبہ مقدسہ دار الکرامت اور دار البقاء ثابت ہوتا ہے۔

(ماخذ: تفسیر مدارک ج ۱ ص ۱۳۲ ج ۱ ص ۲۲۴' تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۲۸۲' تفسیر روح المعانی پ ۲ ص ۲۵' پ ۱۳ ص ۲۳۶' پ ۱۷' ص ۱۴۷' تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۸' ۱۷۹' ج ۱ ص ۶۸۷/۵۹۷' تفسیر یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۰' ۱۷۱' تفسیر روفی ج ۱ ص ۱۳۴' ج ۱ ص ۲۶۱' ۲۶۲' تفسیر کشف الاسرار ۴ ص ۱۵۰' تفسیر ابن کثیر بذیل آیت مبارکہ متعلق بہ بیت عتیق' تفسیر ابن جریر بذیل آیت متعلق بہ بیت عتیق' الصحیح المسلم شرح نووی ج ۱ ص ۴۱۴' فوائد الفواد (ملفوظات) اردو ترجمہ ص ۲۲۲' الطائف الاسرار از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۱' ۲۵' ۹۳' تاریخ طبری ج ۲ ص ۶۵' تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۱۴۷' ۱۵۴' خطبات الاحمدیہ ص ۱۲۹' سفرنامہ ابن بطوطہ ج ۱ ص ۱۶۲' ۱۶۳' سفرنامہ ابن جبیر ص ۸۳' نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۲۲۵' اخبار مکہ بمواضع کثیرہ' شفاء الغرام بمواضع کثیرہ' تاریخ کعبہ بمواضع کثیرہ' کتاب خانہ کعبہ' افادۃ الانام بذکر بلدۃ الحرام وغیرہ)

## ۱۵- دار الحج

کعبہ مقدسہ دار الحج' دار العبادت' دار الذکر' بیت اللہ شریف' بیت الحرام اور دار الطہارت ہے یہ مثابۃ للناس' مطاف' مسجد اور مرکع ہے۔ یہاں لوگ آہ و زاری اور تضرع سے خدا کے حضور دعا گو ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ دار الدعا ہے۔

ہر ملک اور ہر خطہ سے لاکھوں فرزندان توحید ہر سال اس گھر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تمام ارکان حج بجالاتے ہیں اور جی بھر کر اس گھر کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور اس گھر کے گرد طواف کرتے ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں۔ غرضکہ ہر قسم کی عبادت کی ادائیگی کا شرف یہاں میسر آتا ہے۔ ہر شخص احرام باندھے ہوئے مشاقانہ انداز میں اس گھر کی طرف پرنم آنکھوں سے محو تماشۂ قدرت ہے۔ گوناگوں ممالک اور نسل کے لوگ گرد آلود بالوں والے قرون اولیٰ کے نفوس قدسیہ کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔

یہ کثیر انبوہ صرف خدائے واحد کی خاطر اور اس کی رضا و خوشنودی کے لئے دور دراز سے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کے گھر کے پاس جمع ہوا ہے۔ یہ مسلمانوں کا عظیم اجتماع ہے اور عید کبریٰ ہے جسے ایک کالی کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر کئی صدیوں پہلے قائم فرمایا۔ اس جگہ کافر و مشرک کا داخلہ بند ہے۔ یہ دارالمومنین، دارالمسلمین اور دارالاسلام ہے۔ یہ اسلام کا پہلا اور آخری قلعہ ہے۔ دنیا کے اکثر و بیشتر فتنوں سے محفوظ و مامون ہی رہا اور نہ ہی دجال یہاں داخل ہو سکے گا۔

چنانچہ حج کے منظر کا تذکرہ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱۷ ص ۱۳۳۱ پر یوں درج ہے:

"کعبے کے نظارے سے زائرین کے جذبہ عقیدت میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کے بارے میں متعلقہ کتب میں وافر شہادتیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر البتونی (ص ۲۶) نے کعبے میں نماز کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں: "سارا مجمع اس ذات ذوالجلال کے حضور میں جو دلوں پر ہیبت طاری کرنے والا ہے، قادر و قیوم ہے، جس کے آگے (بڑی سے بڑی ہستی حقیر و بے مایہ ہو کر "لاشیء" محض بن جاتی ہے) انتہائی خشوع و خضوع سے کھڑا تھا اور اگر ہم نے نماز کے دوران میں جسم کو جھکتے اور

سیدھا ہوتے ہاتھوں کو دعا میں اٹھتے اور عجز و انکسار کے اعتراف میں ہونٹوں کو ہلتے نہ دیکھا ہوتا اور اگر ہم نے اس بے پایاں عظمت کے سامنے دلوں کی دھڑکنیں نہ سنی ہوتیں تو ہم یہ سمجھتے کہ ہم کسی دوسرے عالم میں پہنچ گئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس ساعت میں ہم کسی اور ہی عالم میں تھے ہم خدا کے گھر میں تھے اور اس کے قریب حضوری میں کھڑے تھے اور ہمارے پاس فقط جھکا ہوا سر تھا اور گڑگڑاتی ہوئی زبان تھی اور دعا کے لئے بلند ہوتی ہوئی آوازیں تھیں۔ آنسو بہاتی ہوئی آنکھیں تھیں اور خشیت الٰہی سے معمور دل تھے اور شفاعت کے پاکیزہ خیالات تھے۔" (نیز دیکھئے The Religious Attitude and life in Islam: mago agdonald شکاگو ۱۹۰۹ء ص ۲۱۶ بعد' Aux villes saintes del,Islam:Bencherif ص ۳ بعد ۶۸)

اس اجتماع حج سے مسلمانوں کی اجتماعی و سماجی و معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی ہوتی ہے اور اس میں رضائے الٰہی اور روحانی ترقی کے علاوہ سیاسی' اقتصادی اور تمدنی فوائد مضمر ہیں۔

کعبہ مشرفہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اور بعد ہزار ہا مخلوق کا مرجع اور مرکز رہا ہے۔ اتنے وسیع عرصے میں کروڑوں کی تعداد میں مخلوق خدا اس گھر کی طرف حج و زیارت کی خاطر آتی رہی اور ابھی تک اسی طریق کو سینے سے لگائے ہوئے دنیا کے ہر کونے سے لوگ کفن باندھے ہوئے آ رہے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک اسی طرح مخلوق خدا کا تانتا بندھا رہے گا۔

یہاں انسان کو مصائب و مشکلات پر صبر و برداشت نیز حوصلہ' شرافت' تعاون' ہم آہنگی' توکل اور سادگی کا سبق ملتا ہے۔ ایسا روحانی منظر' والہانہ ذوق' جذبہ و سرور اور نفسیاتی گداز پیدا کر دیتا ہے۔

Lady Evelyne اپنی کتاب "Pilgrimage to mecca" میں رقم

طراز ہے:

''حج کے اثرات اور نتائج میں مبالغے کی گنجائش نہیں چار دانگ عالم سے آنے والے لوگوں کے اس زبردست اجتماع میں اس مبارک موقع اور مقدس مقام پر (جسے دنیا کے تین زبردست مذاہب یہودیت' مسیحیت اور اسلام کے جدامجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی یاد نے مقدس بنا دیا ہے) منعقد ہوتا ہے۔ شامل ہونے والوں کا خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی تکبیر و تمجید کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان کے دل و دماغ پر اسلامی اصول و مقاصد و غایات کا مفہوم پورے طور پر نقش ہو جائے اور اسے اس سب سے زیادہ روح پرور عمل میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہو جو انسان کو شاذونادر ہی نصیب ہوتا ہے۔ مولد اسلام کی یاد اس زمین پر چلنا ہے جسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل دور ابتلاء اور مصائب کی یاد نے متبرک بنا دیا ہے۔ قربانی' بذل نفس' اور ایثار کے ان شاندار برسوں میں دوبارہ زندگی بسر کرنا اور اپنی روح کو اسی آسمانی نور سے منور کرنا ہے جس نے تمام کرہ ارض پر اجالا کر دیا تھا۔

حج اسلامی وحدت کا ذریعہ ہے اس سے اسلام کی تنظیم و وحدت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے یہ گھر اس اہم اسلامی رکن کا مرکز ہے۔ یہ وحدت و یگانگت دوسرے مذاہب میں مفقود ہے۔ اس سے تمام اسلامی دنیا ایک دوسرے کے قریب ہو کر باہمی تفریق کو ختم کر دیتی ہے اور ہر سال تنظیم نو کا اعادہ ہوتا ہے۔ مزید برآں سربراہان مملکت بھی اس سے آپس میں مزید اتحاد پیدا کر سکتے ہیں۔

حج سے قیام امن میں مدد ملتی ہے اور جذبہ ایمانی فروغ پاتا ہے۔ روحانی اقدار بلند ہوتی ہیں' استقلال و استقامت کے قواعد سے روشناسی ہوتی ہے۔

حج سے ہم اسلامی اخوت اور یکجہتی کو پہنچنے کا موقع فراہم کر سکتے ہیں اور اسلامی' اخلاقی' اصلاحی' افکار کو فروغ دے سکتے ہیں اور اس کے ذریعے ہم اپنی دینی' ملی' معاشی اور معاشرتی نیز سیاسی معاملات کے اشکال کا کوئی نہ کوئی حل نکال سکتے ہیں۔ ہم اہل توحید

اس توحید کے مرکز میں اکٹھے بیٹھ کر ایک مشترکہ موقف اور لائحہ عمل تیار کر سکتے ہیں اور دنیا کے اس بگڑے ہوئے ماحول میں ہم مسلمانوں کی پستی کے پیش نظر نئے اسباب نیا انداز فکر اپنا سکتے ہیں۔ سائنس' فنی اور جدید علوم کی زبوں حالی سے نجات حاصل کر کے ہم اس میدان عمل میں قابل تعریف ترقی سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔ نیز مشترکہ تجارت سے ہم اپنے وسائل کو خود بروئے کار لا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم دنیا میں ایک صلح و آشتی پر مبنی انقلاب لا سکتے ہیں الغرض حج بیت اللہ فلاح و سعادت دارین کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"یہ بھی تطہیر نفس کا ایک ذریعہ ہے کہ آدمی کسی ایسے مقام کی زیارت کے لئے جائے اور کچھ دنوں کے لئے اس جگہ اقامت پذیر ہو جسے صالحین قابل تعظیم و تکریم سمجھتے ہوں۔ وہاں اکثر قیام رکھتے ہوں اور خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت میں مشغول رہتے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو اعمال خیر وہ بجا لاتے ہیں۔ ان کا رنگ اس پر چڑھنے لگتا ہے' اور ان کے انوار اس پر بھی نور افگن ہوتے ہیں۔ اسے میں نے خود بطور مکاشفہ عیاناً مشاہدہ کیا۔" (حجۃ اللہ البالغہ)

اس گھر میں ہر سال اکٹھے ہونے سے باہمی مساوات کا سبق ملتا ہے اور اسلام کی حقیقی روح بیدار ہوتی ہے اور ہر سال کفر و شرک کے خلاف محاذ آرائی ہوتی ہے بدعات اور مشرکانہ رسوم سے نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے اور سنت مطہرہ سے وابستگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

کعبہ مقدسہ توحید باری تعالیٰ کے حقائق کا عظیم شاہکار ہے۔ یہ امر الٰہی اور رضائے الٰہی کی تکمیل و تعمیل کا سبب ہے یہاں روحانی و جسمانی فوائد سے انسان مستفید ہوتا ہے یہ مسلمانوں کی سماجی' معاشرتی' سیاسی اور اقتصادی زندگی کا ترجمان ہے اور اسلام کی مرکزی اور اجتماعی زندگی کی لاعلاج بیماریوں کا طبیب اور مساوات و یگانگت کی تصویر ہے

۔یہ فراموش اور یادرفتہ داستانوں کا امین ہے یہ محبوب المؤمنین اور قبلۃ المسلمین ہے یہ فنا وبقا کا آئینہ اور قلب الآفاق ہے۔اس لئے یہ دنیائے اسلام کا مرجع اور قبلہ ہے۔اسی لئے ہر مؤمن کا قلب اور ذہن ہر وقت اسی کی طرف مائل اور راجع رہتا ہے اس کے شوق زیارت سے ہی مومن کا ایقان فروزاں ہوتا ہے اور اس گھر کی زیارت سے ایمان میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔

اس گھر کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی منتخب فرما کر اپنی عبادت کے لئے مخصوص فرمایا اور اسے امت وسطیٰ کا قبلہ اور دارالحج بنایا۔

## ۱۶-قبلۃ المسلمین

کعبہ مسلمانوں کا قبلہ اور مرجع ہے۔مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔

تبدیلیٔ قبلہ غزوۂ بدر سے دو ماہ قبل عمل میں آئی۔یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رجب ۲ھ تک بیت المقدس کی طرف رخ انور فرما کر نماز پڑھتے رہے۔لیکن آپ کی قلبی خواہش تھی کہ بیت اللہ یعنی کعبہ مقدسہ مسلمانوں کا قبلہ ہو اسی لیے اسے مسلمانوں کا قبلہ متعین کردیا گیا۔اس طرح یہ قبلۃ المسلمین بن گیا اور سب مسلمان اہل قبلہ کہلائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنی مدت بیت المقدس کی طرف رخ انور فرما کر نماز پڑھتے رہے اس میں اختلاف روایت بھی پایا جاتا ہے:

(اس کے لئے دیکھئے الطبری: جامع البیان فی تفسیر القرآن بذیل آیت سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ ......طبری اردو ترجمہ حصہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۷ ص ۱۵۸)

نیز بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی وجہ صرف اور صرف حکم خدا کی تعمیل تھی۔باقی سب توجیہات اس کے آگے کمزور اور بودی ہیں۔متعصب اور حاسد لوگ

طرح طرح کے اعتراضات اور مفروضے پیدا کر کے اسلام یعنی دین فطرت کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔

جہت قبلہ کے تعین اور دیگر مسائل متعلقہ کے لئے دیکھئے:

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ از الجزیری ج ا ص ۱۴۴' مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کتاب الصلوٰۃ' رشید احمد' احسن الفتاویٰ ص ۲۲۴ تا ۲۲۸' الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلوٰۃ' الحصکفی: الدر المختار کتاب الصلوٰۃ' مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ: بہار شریعت حصہ ۳ قبلہ کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت کرنا ممنوع۔ یہ احترام کعبہ مقدسہ کا نہایت اہم پہلو ہے۔ (اس کے لئے دیکھئے: البخاری: کتاب الوضو باب ۱۱' مسلم' کتاب الطہارت حدیث ۶۱' النسائی کتاب الطہارت باب ۱۸ تا ۲۰)

کعبہ مقدسہ کی فضیلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کا قبلۂ نماز ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں انہیں اسلام کے اہم رکن اور فریضہ نماز کے لئے اس مقدس جگہ کی طرف اپنا رخ کرنا پڑتا ہے اور خانہ کعبہ میں ادا کی جانے والی نماز کا منظر تو نہایت ہی قابل دید ہے۔

المختصر یہ کہ

ارض بها البيت المحرم قبلة<br>
العالمين له المساجد تعدل

مکہ ایسی سرزمین ہے جس میں بیت محرم ہے جو سارے جہاں کا قبلہ اور تمام مساجد کا مرجع ہے۔ (اعلام الاعلام ص ۱۹)

# ۱۷-مطاف ملائکہ وجنات

کعبہ مکرمہ صرف بنی آدم کے لئے ہی محترم نہیں بلکہ یہ تو دنیا کی ہر چیز کی نظر میں قابل صد احترام ہے۔ یہ آدم علیہ السلام سے پہلے زمین سے متعلق فرشتوں اور جنات کا قبلہ اور مطاف رہ چکا ہے۔ اس کی تصدیق کے لئے گزشتہ صفحات پر مندرج حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

۱- علاوہ ازیں حضرت ابو طالب المکی الحارثی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۸۶ھ بیان کرتے ہیں:

**فی الجزءً ان اللہ تعالیٰ وعد ھذا البیت ان یحجہ فی کل سنة ستمائة الف فان نقصوا کملھم اللہ تعالیٰ بالملئکة .**

(قوت القلوب ج۲ص۲۴۲)

حدیث شریف میں ہے "بے شک اللہ تعالیٰ نے اس گھر سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ نفوس اس کا حج کریں گے پس اگر اس تعداد میں کوئی کمی واقع ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے اسے پورا کر دیتا ہے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقررہ تعداد سے کمی کی صورت میں فرشتے اس گھر کا حج کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات کمی کا وقوع بھی ناگزیر ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں کعبہ مقدسہ مطاف ودار الحج ملائکہ ٹھہرا۔

۲- حضرت ملا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**روحانیاں و جنیاں بطواف آں مائل باشند .**

(تفسیر حسینی ج۱ص۸۱ فارسی)

روحانی یعنی فرشتے اور جنات اس گھر کے طواف کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

۳- حضرت شاہ عبد الروف مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر حسینی کی مذکورہ عبارت کا

اردو ترجمہ تفسیر مجددی روئی ج ۱ ص ۲۶۲ پر بعینہٖ رقم فرمایا ہے۔

۴- حضرت ابی القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری المتوفی ۴۶۵ھ جنات کے حج کا واقعہ پیش کرتے ہوئے راقمطراز ہیں:

قال ابراهيم الخواص كنت في طريق مكته فرأيت شخصا وحشيا فقلت جنى اوانسى فقال جنى فقلت الى أين فقال الى مكة ۔(الرسالہ القشیر یہ ص ۸۴)

حضرت ابراہیم الخواص رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے دوران سفر مکہ مکرمہ ایک وحشی شخص کو دیکھا میں نے استفسار کیا کہ آیا تم جن ہو یا انسان اس نے جواب دیا کہ میں جن ہوں۔ میں نے دوبارہ پوچھا کدھر کا قصد ہے۔ اس نے کہا مکہ مکرمہ کا۔''

اس واقعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جنات بھی اس گھر کا قصد کرتے ہیں اور کعبہ مقدسہ کو محترم ومکرم گردانتے ہیں۔

۵- حضرت عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرشتوں کے طواف کعبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ''بعض مشائخ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں ایک صلحا کی جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ میں بیٹھا تھا۔ ہم میں ایک شخص ہاشمی بھی تھے۔ ان پر غشی طاری ہوگئی جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے ہم سے کہا۔ کیا تم لوگوں نے وہ نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا ہم نے کہا ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ اس نے کہا میں نے ملائکہ کو احرام باندھے ہوئے کعبہ کے گرد طواف کرتے دیکھا۔ میں نے پوچھا تم کون ہوں؟ کہا ملائکہ۔ میں نے کہا تم اللہ تعالیٰ سے کیسی محبت رکھتے ہو؟ فرمایا ہماری محبت اندرونی ہے اور تمہاری محبت بیرونی ہے۔'' (روض الریاحین اردو ترجمہ ص ۴۳۳)

# ۱۸- مرجع انبیاء کرام وصحابۂ کبار

کعبہ معظمہ تمام انبیاء کے رجوع کی جگہ ہے۔ جب بھی کسی نبی کو ظاہری مصائب و آلام کی وجہ سے خلوت وقرار کی ضرورت پیش آئی۔ تو وہ اسی وادی یعنی حرم شریف کی طرف راجع ہوئے۔ چنانچہ اسی مقدس وادی میں بہت سے انبیاء کرام کی آخری آرام گاہوں اور آثار کی موجودگی کا تذکرہ بہت سی کتابوں میں ملتا ہے۔ چنانچہ یہ وادیٔ مقدس آثار انبیاء کرام کی امین ہے۔ اب ہم اجمالاً ان آثار کا ذکر کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

۱- صفا و مروہ' عرفات اور مزدلفہ یہ سب مواضع آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ آدم وحوا علیہما السلام نے یہاں ایک دوسرے کو پہچانا۔ اس جگہ کا نام عرفات پڑ گیا اور اس دن کو ''عرفہ'' کہتے ہیں۔

ابن جبیر نے اپنے سفرنامہ کے ص ۱۳۹ پر آدم علیہ السلام کی طرف منسوب مکان کی جبل رحمت پر موجودگی کا ذکر کیا ہے اور انہوں نے اس کی زیارت کی تھی۔

مزدلفہ یہاں آدم وحوا علیہما السلام ایک دوسرے کے قریب ہوئے تھے۔ یعنی انہوں نے آپس میں ازدلاف فرمایا تھا۔ صفا پہاڑی آدم صفی اللہ کے بیٹھنے کی وجہ سے صفا کہلائی اور مروہ ''امرأۃ آدم علیہ السلام'' کے بیٹھنے کی وجہ سے مروہ کہلائی۔ (دیکھئے کتاب ہذا صفحات گزشتہ)

۲- حجر اسود بھی آدم علیہ السلام کی یادگاروں میں سے ہے جسے وہ جنت سے اپنے ساتھ لائے اور آج تک کعبہ معظمہ میں موجود ہے اور وہ زمانہ قدیم کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

۳- جبل بوقبیس میں حجر اسود بطور امانت رکھا گیا اور اسی پہاڑ میں حضرت آدم علیہ السلام کو دفن کیا گیا تھا۔ طوفان نوح علیہ السلام کے وقت آپ کے تابوت کو نوح علیہ السلام نے نکال کر کشتی میں رکھ لیا تھا۔ بعد ازاں کسی دوسری جگہ دفن کیا گیا۔

(سفرنامہ ابن جبیر ص ۶۰' معارج النبوۃ ج ۱ ص ۶۲)

۴-علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبریٰ اردو ترجمہ ص ۴۴۴ پر درج کیا ہے کہ استاذ سیدی علی بن سید محمد وفا قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا: ”حضرت آدم علیہ السلام خانہ کعبہ کی چوکھٹ کے نیچے دفن ہیں۔ جیسا کہ مجھے کشف ہوا تھا۔“ واللہ اعلم بالصواب۔

۵-آدم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ فرمائی اور چالیس حج ”ہند“ سے پیدل چل کر ادا فرمائے۔ اس طرح آپ کی اولاد طوفان نوح علیہ السلام تک اس کے طواف و حج میں مصروف رہی۔ (دیکھئے کتاب ہذا کے گزشتہ صفحات)

۶-نوح علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا حج کیا (دیکھئے کتاب ہذا کے گزشتہ صفحات) اور کشتی نوح علیہ السلام نے بھی اس جگہ کا طواف کیا۔ (دیکھئے کتاب ہذا کے گزشتہ صفحات)

۷-معارج النبوۃ ج ۱ ص ۸۵ پر حضرت ہود و صالح علیہما السلام کی قبور مبارکہ کعبہ مقدسہ کے قریب واقع ہونے کا ذکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب نیز دیکھئے۔

(جامع السانید ج ۱ ص ۱۰۵ نسب نامہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا غلام دستگیر نامی)

۸-حضرت ہود و صالح علیہما السلام کے حج و طواف کعبہ کے بارے میں کتاب ہذا کے گزشتہ صفحات دیکھئے۔

۹-حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آثار اس وادی میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ مقام ابراہیم علیہ السلام ان میں سب سے اہم یادگار ہے۔ (اس کے لئے کتاب ہذا کے صفحات گزشتہ دیکھئے۔)

۱۰-چاہ زم زم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے ظہور پکڑنے کی یاد تازہ کرتا ہے اور یہ بہت ہی بڑا معجزہ ہے۔

۱۱-حجر اسماعیل علیہ السلام یعنی حطیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام مدفون ہیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۱ص ۳' سیرت ابن ہشام' سفرنامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ ج ۱ص ۱۶۳' دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷ ص ۳۲۴' جامع الصغیر ج ۱ص ۹۲)

۱۲- لما ورد ان قبر اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب وان فی الحطیم بین الحجر الاسود و زم زم قبر سبعین نبیا ۔(لمعات شرح مشکوٰۃ از علامہ توز پشتی حنفی)

جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ بے شک اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک حجر میں خانہ کعبہ کے میزاب کے نیچے موجود ہے گویا کہ وہ حطیم میں واقع ہے۔ نیز حجر اسود اور زم زم کے درمیان ستر انبیاء کرام کی قبور موجود ہیں۔

۱۳- اکثر مفسرین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قبلہ کعبہ ہی تھا۔ (دیکھیے ۱۰:۸۷ کی تفسیر) موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں کبھی داخل نہیں ہوئے۔ (دیکھیے عہد نامہ قدیم کتاب الاستثناء باب ۳۴)

۱۴- موسیٰ علیہ السلام نے کعبہ مقدسہ کا حج سرخ بیل پر بیٹھ کر ادا فرمایا:
(کنوز الحقائق ج ۱ص ۱۱۶ بحوالہ طبرانی' دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۹۲۰)

۱۵- فتح مکہ کے بعد دورانِ طوافِ کعبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی مشاہدہ کیا۔ (شواہد النبوۃ فارسی ص ۹۰)

۱۶- عیسیٰ علیہ السلام کعبہ مقدسہ کا حج کریں گے۔ (جمع الفوائد ج ۱ص ۳۲۷)

۱۷- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کے حج کی کیفیت دکھائی ہے۔ آپ ایک اونٹ پر سوار ہیں اور موٹی اون کا ایک کمبل لپیٹ رکھا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

۱۸- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیت اللہ کا حج ستر انبیاء نے کیا۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷ ص ۹۲۰' تعرف ص ۳۹)

۱۹- حضرت شعیب علیہ السلام کا مدفن بھی اس گھر کے قریب ہے۔ واللہ اعلم

بالصواب۔(معارج النبوۃ ج اص ۶۳' جامع المسانید ج اص ۵۰۱)

۲۰-حضرت داؤد علیہ السلام کے طواف کعبہ کا تذکرہ۔(زبور ۲۶:۶) پر درج ہے۔

۲۱-حضرت اسحاق علیہ السلام ہر سال مکہ مکرمہ حج کے لئے آیا کرتے تھے اور حضرت سارہ علیہا السلام نے کعبہ مقدسہ کا حج کیا۔(معارج النبوۃ ج اص ۱۲۸)

۲۲-حضرت خضر و الیاس علیہما السلام طواف کعبہ میں مصروف دیکھے گئے۔

(روض الریاحین ص ۴۳۲)

۲۳-تفسیر روح المعانی پارہ ۴ ص ۱۴ پر موجود ہے کہ سب انبیاء کرام نے اس گھر کا حج کیا اور جمع الفوائد ج اص ۳۴۲ پر درج ہے کہ انبیاء کرام اس گھر کا طواف کرتے رہے۔

۲۴-صفا و مروہ کے درمیان ستر ہزار انبیاء دفن ہیں۔واللہ اعلم بالصواب

(تفسیر روح البیان ج اص ۱۷۸)

۲۵-جو نبی بھی (امن کی خاطر) بھاگ کر آیا۔وہ کعبہ کی طرف آیا۔اس لئے کعبہ کے گرد و نواح تین سو انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور مبارکہ ہیں۔(جامع المسانید)

۲۶-مسجد خیف میں ستر انبیاء نے نماز پڑھی۔(دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷ ص ۹۲۰ اور اسی مسجد میں ستر انبیاء کرام علیہم الرضوان مدفون ہیں۔(کنوز الحقائق ج اص ۹۹' بحوالہ مسند فردوس للدیلمی' جمع الفوائد ص ۳۴۴' بحوالہ مسند ابی بکر البزاز' سفر نامہ ابن جبیر ص ۱۲۸)

۲۷-حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آثار کی تو یہاں کوئی حد ہی نہیں۔ہر طرف اور ہر جگہ ان کی یادگاریں موجود ہیں جو مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو منور کرتی ہیں۔

دیکھیئے انبیاء کرام میں سے کئی نبی ایسے گزرے ہیں کہ جب ان کی دعوت پر قوم نے لبیک نہ کہی اور انہیں جھٹلایا' تو وہ بے بس ہو کر مکہ مکرمہ میں ہجرت کر کے آ گئے۔

یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف و مشغول رہے حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اسی وجہ سے کعبہ شریف کے اردگرد تین سو انبیاء کرام کی قبور مبارکہ ہیں۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں اور حطیم کے اندر میزاب کعبہ کے نیچے سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ہاجرہ کی قبریں ہیں۔ اسی طرح چاہ زم زم اور مقام ابراہیم کے درمیان سیدنا ہود' شعیب اور صالح علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ۹۹ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ (تاریخ القویم ج ۳ ص ۴۷)

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اتنی کثیر تعداد میں انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ دنیا بھر میں کسی اور جگہ موجود نہیں۔

## ۱۹- مشہد اولیاء کرام

کعبہ مقدسہ مشہد اولیاء کرام ہے۔ اولیاء کرام ہر وقت اس کے طواف میں مصروف اور عبادت الٰہیہ میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں اور وہ خدا کے حضور عجز و انکساری و دعائیں کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہاں کی زندگی قربت اور یہاں کی موت شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔ طرہ یہ کہ یہاں نماز قصر نہیں ہوتی نیز حرم شریف کے ادب کی وجہ سے بہت سے اولیاء کرام نے حرم شریف کے علاقہ میں قضائے حاجت نہیں کی اور اس مقدس وادی کے احترام میں کوشاں رہے۔ اکثر اولیاء اللہ کو دوران طواف خضر علیہ السلام سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا ہے' مشہور کتب تصوف ''عوارف المعارف'' اور ''فتوحات مکیہ'' مکہ معظمہ میں ہی لکھی گئیں۔ نیز حاجی امداد اللہ مکی مرحوم امداد المشتاق ص ۶۶' ۱۲۱ پر لکھتے ہیں کہ تین سو ساٹھ اولیاء کرام مکہ معظمہ میں ہر وقت رہتے ہیں۔

انیس الارواح ص ۳۴ پر درج ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خانہ کعبہ سے بخشش کی آواز آئی۔

بعض اولیاء کرام مثالی صورت میں حج کرتے ہیں اور آپس میں ملاقاتیں کرتے ہیں اوران کی مجالس بھی ہوتی ہیں۔ کبھی بیت مکرم میں اور کبھی جبل رحمت پر' صاحب ابریز نے غار حرا میں غوث اور اقطاب کی مجالس کا تذکرہ کیا ہے' صاحب الطبقات الکبریٰ فرماتے ہیں کہ غوث اسکن مکہ معظمہ ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ص۲۲۲)

حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ قوت القلوب کے ج ۲ ص ۲۴۸ پر لکھتے ہیں کہ غروب آفتاب کے وقت ایک ابدال اور طلوع فجر کے وقت ایک اوتاد کعبہ مقدسہ کے طواف میں مصروف رہتا ہے۔

اگر کوئی ولی اللہ جسمانی طور پر بیت اللہ شریف حاضر نہیں ہوسکتا تو وہ روحانی اور مثالی طور پر حج وطواف ضرور بجالاتا ہے۔ اس بات کی تصدیق اکثر اہل دل حضرات نے کی ہے۔ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کی شادی کا واقعہ اور حضرت لعل حسین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تجدد امثال کے واقعات اس امر کا بین ثبوت ہیں۔

(ماخذ: تفسیر حسینی ج ۱ ص ۸۱' تفسیر روحی ج ۱ ص ۱۵۴' تفسیر کشف الاسرار ج ۴ ص ۱۵۰' التعرف ص ۲۴۱' خلاصۃ العارفین ص ۳۱' نفحات الانس ص ۲۷۲' امداد المشتاق ص ۶۱: ۱۲۱' رسالہ ابدالیہ ص ۲۹' انیس الارواح ص ۳۴' روض الریاحین اردو ترجمہ ج ۱ ص ۲۱۱' ۴۳۵' ۴۳۵' اسرار الطریقت ص ۲۵' فوائد السالکین ص ۲۱' الطبقات الکبریٰ ص ۲۲۲' قلائد الجواہر ص ۱۹۵' ۱۹۶' قوت القلوب ج ۲ ص ۲۴۸)

# حقیقت کعبہ

حرم جز قبلۂ قلب و نظر نیست
طواف او طواف بام و در نیست
میان ما و بیت اللہ رمزیست
کہ جبریل امیں راہم خبر نیست

(اقبال)

کعبہ معظمہ کے حالات کے بارے میں کافی کتب رقم ہو چکی ہیں۔ ان میں زیادہ تر تاریخ و تذکار اور فضائل کعبہ کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ بعض مصنفین نے کعبہ معظمہ سے متعلق چند اسرار و حکم کا بھی ذکر کیا ہے کسی نے حج و طواف کے مسائل پر ہی اکتفا کیا ہے۔ بعض نے عمارت کعبہ کے بارے میں اپنے مشاہدات و تاثرات کا ذکر کیا ہے۔ بندہ نے بھی ابواب سابقہ میں اسی نہج کو اپنایا ہے مگر زیر بحث باب کتاب ہذا کا اہم بنیادی باب ہے جس پر بندہ پہلی دفعہ کچھ لکھنے کی جسارت کر رہا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے آج تک اس موضوع پر تفصیلاً قلم نہیں اٹھایا۔

اس باب میں حقیقت کعبہ پر سیر حاصل بحث کی جائے گی تاکہ ان اوہام و شبہات کا ازالہ ہو سکے' جو مادہ پرست ملاؤں اور الحاد و زندقہ سے متاثر سکالروں نے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا کر دیئے ہیں۔ مادہ پرستی کا یہ دور کہنے کو تو نئی روشنی اور ماڈرن لائٹ ہے لیکن ذوق حقیقی اور انسانی اقدار کی حرمت و عزت کو ظلمت و تاریکی کے بادلوں نے چھپا لیا ہے اور ظاہر میں آنکھیں تو دور حاضر کی رعنائیوں کو گلشن پُر بہار تصور کرتی ہیں لیکن اہل

بصیرت کی نظر میں یہ راہ پُر خطر اور وادی پُر خار کے سوا کچھ بھی نہیں اور خود پرستی وخود بینی میں مبتلا آج کا انسان ضرور کچھ فراموش کر چکا ہے۔ کیونکہ موجودہ دور کی بے شمار آسائشوں کے باوجود وہ طمانیت قلبی اور جمعیت حقیقی سے محروم ہے۔ نیز سکون قلبی کے فقدان کا ہر طرف واویلا ہے۔ اس طرح جمعیت خاطر سے محرومی نے اُلٹی گنگا بہا دی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ کور نظر صاحب نظر کو راستہ دکھانے کے در پے ہے اور جاہل عالم کو تلقین کرتا نظر آ رہا ہے۔ عجیب افراتفری اور انتشار کا دور دورہ ہے۔ کیا اسی کا نام آزادیٔ افکار ہے؟ کیا اسی کا نام ہی ایمان وایقان ہے؟ نہیں، یہ سب زہر سے بھرے ہوئے نشتر ہیں اس پر طرہ یہ ہے کہ روح اسلام سے ناآشنا ملا اور مغربیت سے متاثر سکالر بھی اس روش کے شیدائی ہیں انہوں نے اسلام سے دوری وبیگانگی کا نام تحقیق جدید اور معجزات وکرامات وروحانی اقدار سے انکار کا نام ماڈرن ریسرچ رکھ لیا ہے۔ آج کا مادہ پرست مسلمان ایسے ہی افکار کا پجاری اور روحانیت سے عاری ہے۔ یہ آزادیٔ طبع حقیقۃً گستاخیٔ فطرت ہے اور یہ تحقیق وریسرچ صرف اور صرف توہم پرستی وخود پرستی ہے۔

اے انسان! ابھی تو اتنا ہوشیار نہیں ہوا جتنا تو اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہے۔ ابھی تو قادر مطلق کی صناعیوں کے بحر بیکراں میں سے ایک قطرے کے برابر بھی ریسرچ نہیں ہوئی۔ کیا یہ سائنسی وفنی ترقی ذات باری تعالیٰ کی مرہون منت نہیں؟ کیا اتنی سی بات سے تو کور باطنی اور حجابات کا شکار ہو گیا تو اپنی عادات غفلت ونسیان وتکبر کے ہاتھوں مجبور تو نہیں ہو گیا؟ یہ بات مسلمہ ہے کہ تو شہنشاہ نسیان وسہو ہے تو جدول وظلوم وجہول ہے۔ تیری فراموشیوں کی داستان الہامی وانسان کتب میں مذکور ہے۔

ہماری آنکھیں تو صرف اجسام اور نقوش مرئی سے متاثر ہوتی ہیں اور غیر مرئی صور سے نابلد ہیں جیسے ملائکہ وجنات کا وجود لیکن قرآن وحدیث میں حقائق الاشیاء اور روحانی وملکوتی دنیا کے اشارات موجود ہیں۔ پس پہلے تو اپنی حقیقت کو سمجھ اور اپنے گرد وپیش کو جاننے کی کوشش کر۔ صحابۂ کبار رضوان اللہ اجمعین کا یہی طریقہ وشعار تھا اور اسی طریقہ

میں روح سنت مطہرہ کے انوار و لمعات تاباں ہیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر ظاہر اپنا باطن بھی رکھتا ہے اور جسم و روح سے مل کر ایک وجود منصۂ شہود پر ابھرتا ہے اور وہ اس دار فناء میں اپنے نقوش ثبت کرتا ہے۔ انسان بلا روح ممُوت اور بلا جسد مفقود ہے۔ اسی لئے جسم و روح لازم و ملزوم ہیں۔ نیز ہر شے کو کسی خاص حکمت کے تحت پیدا کیا گیا ہے اور ہر شے کسی نہ کسی حقیقت کی مظہر ہے اور انسان ، کامل ان حقائق کا مظہر اتم ہے۔ بایں وجہ اسے خلیفۃ اللہ کہا گیا ہے۔ انسان نسخۂ موجودات اور خلاصۂ کائنات ہے۔ وہ آفاق کی اجمالی تصویر اور انفس کا لباس ہے۔ وہ عالم امر کا ترجمان اور عالم خلق کا رہبر و رہنما ہے۔ وہ حقائق کی دنیا کا عالم و عارف ہے مگر وہ کعبہ مقدسہ کا طواف کرتا اور حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے اور اس کی زیارت کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

کعبہ مقدسہ کا بھی عجیب مرتبہ ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیائے عظام علیہم السلام، صحابہ کبار علیہم الرضوان اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کا حج و طواف فرمایا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے اسلام کا ایک اہم رکن قرار دیا ہے معلوم ہوتا ہے یہ مقدس گھر ضرور کسی حقیقت عظمیٰ کا حامل ہے جو اکثر لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ بعض لوگ تو اس کو سمجھنے کی ذرا بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ بعض ظاہر پرست علماء بھی ''حقیقت کعبہ'' کے نام سے ہی گریزاں و نالاں ہیں اور بعض اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ صرف صوفیاء کرام کا ہی مسئلہ ہے۔ ایسے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ''باطن'' نام کی کوئی شے سرے سے موجود ہی نہیں وہ حقائق کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں۔ یہ ان کی کوتاہ فہمی ہے۔ حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ عبادت سے مراد ہی معرفت الٰہیہ ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ○ (۵۶:۵۱) کی رو سے معرفت الٰہیہ کا حصول ہر انسان پر فرض ہے۔ چونکہ عبادت ظاہری سے خشوع و خضوع اور

اخلاص پیدا ہوتا ہے اور اخلاص سے بصیرت' بصیرت سے معرفت' معرفت سے حقیقت اور حقیقت سے توحید پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کسی چیز کی حقیقت کا جاننا توحید کے حصول کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ حقیقت کعبہ کا علم تو انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ فریضۂ حج کا مرکزی ستون اور قبلۃ المسلمین ہے۔ اب ہم کعبہ معظمہ کی حقیقت اور اس کے باطنی پہلوؤں کی وضاحت کریں گے۔

## لفظ ''حقیقت'' پر بحث

لفظ ''حقیقت'' کے لغوی معنی یا مراد ''کسی عبارت یا لفظ کا بنیادی مفہوم ہے'' اس کا متضاد ''مجاز'' ہے اور اس کی جمع ''حقائق'' ہے۔

۱- بطور اصطلاح اس سے کسی شے کی اصلیت' کنہ' داخلی مطلب' جوہر اور باطنی پہلو مراد ہے۔ پس اہل حقیقت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اشیاء کے باطنی پہلوؤں کو جانتے ہیں اور وہ اس کا تجزیہ بھی کر سکتے ہیں خدا تعالیٰ کو اس اعتبار سے حقیقت الحقائق کہا جاتا ہے یہ توحید کا بلند ترین مرتبہ ہے' جسے ''حضرت الجمع'' کہتے ہیں۔

(تھانوی: کشاف الاصطلاحات ص ۳۳۳' الراغب: المفردات ص ۱۲۵)

۲- حقیقت ایک ٹھوس واقعیت ہے' جس تک رسائی وصال باللہ سے ہو سکتی ہے۔

(انصاری: کتاب المنازل)

۳- ابن سینا کے نقطہ نظر سے ''حقیقت وجود کی وہ خاصیت ہے جو ہر شے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ (الشفا ص ۳۱)

۴- الجرجانی نے حقیقت سے ذات الشئ مراد لی (دیکھئے التعریفات ص ۹۵)

۵- حقائق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس ذات کے موجودات عالم کے ساتھ علائق کا تعین و تشخص ہے (ابن عربی فصوص الحکم مع شرح عبدالرزاق کاشانی رحمۃ اللہ علیہا ص ۲۲۸)

۶- حقیقت غایت اصلیت ہے۔ اشیاء کی اصلی طبیعت وہ مغز ہے جو قشر کے اندر

ہے۔(المنقذ ص ۸)

# شریعت وحقیقت

شریعت وحقیقت کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔اقوال بزرگانِ دین (رحمۃ اللہ علیہم) ملاحظہ کیجئے:

۱ – الشریعة امر بالالتزام العبودية والحقيقة مشاهدة الولوبية (الرسالہ القشیریہ ص ۴۶)

شریعت نام ہے التزام حکم عبودیت کا اور حقیقت نام ہے مشاہدہ ربوبیت کا۔

۲ – الشريعة ظاهر الحقيقة والحقيقة باطن الشريعة متلازمان لايتم احد هما الا بالآخر .

(منتخاب من شرح شیخ الاسلام ابی یحییٰ زکریا الانصاری الشافعی ص ۴۶)

شریعت حقیقت کا ظاہر اور حقیقت شریعت کا باطن ہے دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں دونوں ایک دوسری کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں۔

۳–سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض علوم ایسے ہیں جو بندھے ہوئے راز کی صورت میں ہیں جنہیں اہل معرفت کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جب بھی اہل معرفت (ان علوم کے متعلق) گفتگو کرتے ہیں تو صرف وہی لوگ اس کے منکر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے غافل ہوں (التعرف المذہب اہل تصوف اردو ترجمہ ص ۱۳۱)

۴–الحقيقة عين الشريعة فان الشريعة جسم و روح فجسمها علم الا حكام وروحها الحقيقة .

(ابن عربی کتاب تراجم ص ۲۸)

حقیقت عین شریعت ہے پس بے شک شریعت جسم وروح سے تعبیر ہے پس اس کا جسم علم الاحکام اور اس کی روح حقیقت ہے۔

**۵- الشریعة امر بالتزام العبودية دائما والحقيقة مشاهدة الربوبية .** (کتاب جامع الاصول فی الاولیاء ص ۱۸۴)

شریعت نام ہے دائماً التزام حکم عبودیت کا اور حقیقت نام ہے مشاہدۂ ربوبیت کا۔

**۶- الشريعة ان تعبده والحقيقة ان تشهده قال نجم الدين الكبرى الشريعة كالسفينة والطريقة كالبحر والحقيقة كالدر الشريعةأقوال والطريقة افعال والحقيقة احوال .** (الکمشخانوی: کتاب جامع الاصول فی الاولیاء ص ۴۲'۴۳)

شریعت یہ ہے کہ تو اس کی عبادت کرے اور حقیقت یہ ہے کہ تو اس کی شہادت دے نجم الدین کبریٰ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: شریعت کشتی' طریقت سمندر اور حقیقت موتی کی مانند ہے۔ نیز شریعت اقوال' طریقت افعال اور حقیقت احوال سے تعبیر ہے۔

**۷-الشريعة ظاهر ة باطنه الحقيقة والحقيقة معنى لفظ الشريعة .** (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' الروض الجود ص ۳۳)

شریعت ظاہر ہے اور اس کا باطن حقیقت ہے اور حقیقت معنی ہے جس کا لفظ شریعت ہے۔

۸- شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تمام شریعتیں سر بسر حقائق ہیں' لہٰذا جو کچھ حق ہے وہ بالکل حقیقت ہے۔''

(صد میدان اردو ترجمہ از صوفی محمد افضل ص ۱۶۱)

۹- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

دین محمدی را ظهرے است وبطن اما ظهرش پس منوط ساختن مصالح است باشباح و مظان و تعیین اوقات واما بطنش پس تحصیل انوار و آثار طاعات است۔

(ہمعات ص۱۱)

دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے لیکن ظاہر تعیین اوقات جائے گمان اور اجسام کے ساتھ مصلحتوں کے قائم کرنے سے متعلق ہے اور اس کا باطن طاعات کے آثار وانوار کے حاصل کرنے کا نام ہے۔

۱۰-حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الحقیقة الربانیه مرئیة واسطة مرأة نبویة فیتعکس شعا عها علی قلب الولی ۔(لطائف الاسرار ص ۵۲)

حقیقت ربانی آئینہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے دیکھی جاتی ہے اور اس کی شعائیں قلب ولی پر منعکس ہوتی ہیں۔

۱۱-حضرت شیخ ابی عبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۱۲ھ فرماتے ہیں:

عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ان من العلم کهیئة المکنون لا یعرفه الا العلماء بالله عزوجل فاذ انطقوا له لا ینکر الااصل الغرة بالله تعالٰی ۔(کتاب الاربعین فی التصوف، ص ۱۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک فرمایا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یقیناً بعض علم بیش قیمت مستور موتی کی مانند میں انہیں علمائے ربانی کے سوا کوئی نہیں پہچانتا پس جب وہ اس علم کے بارے میں گویا ہوتے ہیں تو اہل تکبر ہی اس کا انکار کرتے ہیں۔

۱۲-وہی فرماتے ہیں:

**العالم یعمل بعلمه و عارف ینطق عن حقیقته سألته ابا بکر بن طاهر عن الحقیقة فقال الحقیقة کلها علم فسألته عن العلم فقال العلم کله حقیقة** ۔(طبقات الصوفیه' ص ۱۲۹'ص ۳۹۴)

عالم اپنے علم کے ساتھ عمل کرتا اور عارف اپنی حقیقت سے گویا ہوتا ہے' میں نے ابوبکر بن طاہر سے حقیقت کے بارے میں سوال کیا انہوں نے فرمایا کلیۃً علم ہے پس جب میں نے علم کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ علم سب حقیقت ہے۔

۱۳-حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے نہ یہ کہ شریعت حقیقت سے جدا ہے۔''

(معارف لدنیہ اردو ترجمہ)

۱۴-حضرت عبد القدوس گنگوہی قدس اللہ سرہ یوں فرماتے ہیں:

اهل حقیقت جز حق نه بینند و جز حق ندانند وهماں یك وجود خوانند و همان وجود حق دانند اهل شریعت خود را دانند وخدائے را آفریدگار خود دانند ۔(مکتوبات قدسیہ ص ۱۳۶)

اہل حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا نہ دیکھتے اور نہ جانتے ہیں۔ وہ ایک ہی وجود کا مطالعہ کرتے ہیں اور وجود حق کو ہی جانتے ہیں اہل شریعت صرف اپنے آپ کو جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق سمجھتے ہیں۔

۱۵-حقیقت کے مرتبہ میں خدا کی ذات میں صرف فنا ہونا مقصود ہے۔

(شاہ محمد غوث گیلانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ: اسرار الطریقت ص ۲۳)

**۱۶ - کل الناس قعدوا علی رسوم الشریعة وقعد الصوفیه علی قواعد ها التی لا تتزلزل** ۔(کتاب الرعایة)

تمام آدمی شریعت کی رسوم پر متمکن ہیں اور صوفیاء کرام اس کے مرکزوں پر بیٹھے ہیں جن میں تزلزل نہیں ہوتا۔

۱۷- حضرت شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**المستنبطات ما استنبط اهل الفهم من المحققين بالموافقة لكتاب الله عزوجل ظاهرًا و باطنًا والمتابعة الرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والعمل بها بظواهر هم وبواطنهم فلما اعملوا بما علموا من ذالك ورثهم . الله تعالىٰ علم مالم يعلموا وهو علم الاشارة وعلم مواريث الاعمال التى يكشف الله تعالىٰ القلوب اصفيائه من المعانى المذخوره واللطائف والاسرار المخزونة وغرايب العلوم وطرائف الحكم فى معانى القرآن و معانى اخبار رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من حيث احوالهم واوقاتهم وصفاء اذكار هم .** (كتاب اللمع ص ۱۰۵)

استنباط کا حق ان محققین وارباب فہم کو پہنچتا ہے جو ظاہر و باطن ہر طرح کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جب عرصہ تک اپنے علم و معلومات کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں وہ علم دے دیتا ہے جو پیشتر انہیں نہ تھا اور وہ علم الاشارہ ہے اور وہ ان کے نفوس میں تزکیہ اور قلوب میں جلا پیدا کرتا ہے اس کی بدولت وہ معانی الفاظ دقیقہ ولطائف واسرار مخزونہ وعلوم عجیبہ وحِکم غریبہ کو قرآن وحدیث کے معانی میں سے اپنے حال واوقات اور تزکیہ اذکار کے مطابق حاصل کرتے ہیں۔

۱۸- حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خداوند گفت والذین " جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا"
مجاهدت شریعت آمد و هدایت حقیقت آں یکے حفظ بنده
باشد مر احکام ظاهر رابر خود و آں دیگر حفظ حق بود مرا
احوال باطن رابر بنده پس شریعت مکاسب بود و حقیقت از
مواهب ۔ (کشف المحجوب فارسی ص۳۰۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے۔ اس مجاہدہ کا نام شریعت ہے جو ہدایت (راہ یابی) اس پر مرتب ہوتی ہے اس کا نام حقیقت ہے۔ شریعت کا ماحصل احکام ظاہری کی تعمیل ہے اور حقیقت خلاصہ احوال باطن کا اپنے اوپر طاری کرنا۔ شریعت بندہ کے اختیار کی چیز ہے اور حقیقت عطیہ الٰہی۔

## حقائق کعبہ

جب حقیقت سے بیگانہ شخص کعبہ مقدسہ کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور حج کے ارکان کو پورا کرتا ہے اس طرح اس کے حج کی تکمیل تو ہو جاتی ہے۔ لیکن حج باطنی سے وہ بہرہ ور نہیں ہوتا' وہ صرف کعبہ معظمہ کے درودیوار کی آرائش وزیبائش کے دیکھنے پر ہی اکتفا کرتا ہے لیکن اس کی حقیقت کو مدنظر نہیں رکھتا۔ وہ صورت کعبہ میں تو دلچسپی رکھتا ہے لیکن حقیقت کعبہ سے ناآشنا رہتا ہے۔ دیکھنے میں تو وہ حاجی بن جاتا ہے لیکن روح حج سے ناواقف ہی رہتا ہے۔ ایسا حج جس سے قلب متاثر نہ ہو اور روح اجاگر نہ ہو بے فائدہ و بے سود ہے۔ حقیقی حج کے لئے حقیقت کعبہ کے اس باب کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔ اب ہم حقیقت کعبہ کے بارے میں مختلف اقوال مبارکہ پیش کرتے ہیں

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور طواف کعبہ:

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' طواف (کعبہ) کررہے تھے کہ کسی نے انہیں سلام کیا

مگر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ بعد میں اس شخص نے ان کا گلہ کیا تو آپ نے جواب دیا: ''ہم اس مقام پر اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے تھے اس لئے تمہارے سلام کا مجھے علم ہی نہیں''۔ (التعرف ص ۱۶۹، ۱۹۲، ۱۹۵، شرح تعرف، حکیم ترمذی، الصلوٰۃ ومقاصدھا ص ۵۷، ۵۸، مطبوعہ مصر تحقیق حسن نصر زیدان، عوارف المعارف اردو ترجمہ ص ۵۱۹، مکتوبات قدوسیہ ص ۶۹-۱۰۰)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ مقدسہ کے درو دیوار کا ہی طواف نہیں فرمایا، بلکہ وہ مشاہدۂ حق میں مستغرق ہو گئے اور انہیں اس محویت میں اس سلام کرنے والے شخص کی بھی خبر نہ ہوئی۔ یہی کعبہ معظمہ کی حقیقت ہے۔ یعنی گھر کی بجائے صاحب گھر کا مشاہدہ کرنا۔

## ۲- اشارات حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ:

یکے بنزدیك جنید رحمۃ اللہ علیہ آمد او راگفت از کجا ہی آئی۔ گفتا بحج بودم، جنید رحمۃ اللہ علیہ، گفت حج کردی۔ گفت بلے، گفت از ابتد کہ از خانہ برفتی و اندر ہر منزلے کہ بشب مقام کردی مقامے از طریق حق اندراں مقام قطع کردی۔ گفتانہ۔ گفت پس منازل نکردی گفت پس محرم نشدی، گفت چوں بہ عرفات واقف شدی اندر کشف مجاهدت وقفت پدیدار آمد یا نہ گفتانہ، گفت پس بعرفات نہ ایستادی، گفت چوں بمزدلفہ شدی و مرادت حاصل شد، ہمہ مراد ہائے نفسانی ترك کردی گفتانہ، گفت پس بمزدلفہ نشدی۔ گفت چوں خانہ راطواف کردی بدیدہ سراندر محل تنزیہ لطائف حضرت جمال حق را دیدی۔ گفتانہ، گفت پس طواف نہ کردی۔ گفت چوں سعی کردی میان صفا و مروہ را۔ ادراك کردی گفتانہ ' گفت ہنوز سعی نہ کردی۔ گفت

چوں بمنا آمدی، هستیهائے تو از توساقط شد گفتانه، گفت پس قربانی نکر دی چون سنگ انداختی "هرچه باتو صحبت کرداز معانی نفسانی همه بیندا ختی، گفتانه گفت پس هنوز سنگ بیندا ختی و حج نکر دی۔ باز گرددبدیں صفت حج کن تا مقام ابراهیم برسی۔

(کشف المحجوب فارسی ص۲۵٦، الصوفیا فی الاسلام ص۸۹)

ایک شخص حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اس نے کہا حضور حج کر کے آیا ہوں۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم حج کر کے آئے ہو اس نے عرض کی جی ہاں آپ نے کہا جب تو بہ نیت حج گھر سے نکلا اور اپنے وطن سے کوچ کیا تو اس وقت سب گناہوں سے کوچ کیا تھا یا نہیں۔ اس شخص نے جواب دیا حضور یہ تو نہیں کیا تو آپ نے فرمایا گویا تو گھر سے چلا ہی نہیں اچھا جب تو گھر سے چلا اور منزل پر قیام کیا تو راہ حق یعنی طریقت کا مقام بھی طے کیا یا نہیں۔ اس نے کہا اس کی تو مجھے خبر ہی نہیں تھی۔ تو آپ نے فرمایا تو پھر تو نے منزلیں بھی طے نہیں کیں۔ اچھا جب تو نے احرام باندھا تو میقات میں صفات بشری سے علیحدگی کی جس طرح کپڑے اور عادات سے علیحدگی کرتے ہیں اس نے کہا حضور یہ بھی نہیں ہوا۔ تو آپ نے فرمایا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ گویا تو نے احرام بھی نہیں باندھا۔ اچھا جب تو عرفات میں کھڑا ہوا تو تجھے کشف و مشاہدہ کا فرق واضح ہوا۔ اس نے کہا حضور یہ بھی نہیں ہوا تو آپ نے فرمایا تو گویا تو عرفات میں بھی کھڑا نہیں ہوا۔ اچھا تو مزدلفہ پہنچا تو تو نے تمام نفسانی مرادیں ترک کیں اس نے کہا حضور نہیں آپ نے فرمایا تو گویا تو مزدلفہ بھی نہیں گیا۔ اچھا تو نے جب

طواف بیت کیا تو بچشم سر تنزیہ کے مقام میں لطائف جمال حق دیکھے اس نے کہا حضور نہیں دیکھے۔ آپ نے فرمایا تو گویا تو نے طواف بھی نہیں کیا۔ اچھا یہ تو بتا جب تو نے صفا و مروہ کی سعی کی تو تجھے صفا کا مقام اور راہ حق میں مروت کا درجہ معلوم ہوا۔ اس نے کہا حضور مجھے اس کی تمیز ہی نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا تو اچھا تو نے سعی صفا و مروہ بھی نہیں کی اچھا یہ بتا جب تو منیٰ پہنچا۔ تو تیری ہستی تجھ سے ساقط ہوئی اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا تو گویا تو منیٰ میں بھی نہیں گیا۔ اچھا جب تو قربان گاہ میں پہنچا اور قربانی کی تو تو نے خواہشات نفسانیہ کو قربان کیا اس نے کہا حضور ایسا نہیں ہوا۔ تو آپ نے فرمایا گویا تو نے قربانی بھی نہ کی اچھا جب تو رمی جمار کر رہا تھا تو اس وقت تو نے اپنی خواہشات جو تجھ میں تھیں وہ بھی پھینکیں اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو گویا تو نے رمی بھی نہیں کی اور تو نے حج ہی نہیں کیا واپس جا ایسا حج کر جو ہم نے تجھے بتایا ہے تو اس کے بعد تو مقام ابراہیم علیہ السلام پر پہنچے گا۔

## ۳۔قول حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ:

ابو یزید رحمة الله علیه گوید که نخستیس حج من بجز خانه هیچ چیز ندیدم و دوم بارهم خانه دیدم وهم خداوند خانه وسه دیگر خداوند خانه دیدم وخانه هیچ ندیدم۔

(تذکرۃ الاولیاء از خواجہ فرید الدین عطار ص ۱۱۲، کشف المحجوب فارسی ص ۲۵۶، الصوفیاء فی الاسلام ص ۶۱)

حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے حج میں سوائے گھر کے اور کچھ نہ دیکھا دوسری مرتبہ میں نے بیت اور صاحب البیت کو دیکھا اور تیسری دفعہ میں نے صرف صاحب البیت کو دیکھا۔

## ۴۔حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ:

''طالب کی مراد تو صرف مطلوب ہوتا ہے مگر اس کی جلوہ گری نہ معلوم کس سمت سے ہو اسی وجہ سے جنگل اور صحرا میں صحرا نوردی مجاہدوں کی ہوتی ہے تا کہ کسی طرح ان کی مراد پوری ہو۔ صرف حرم کا دیکھنا مقصود نہیں بلکہ دوست کا گھر دیکھنا بھی تو حرام ہوتا ہے یہ تو درحقیقت ایک قسم کا مجاہدہ ہے' جو شوق دیدار یار بے قرار ہو کر کراتا ہے اور گداز محبت ہے' جو دائمی ظہور پر بے چین کرتا ہے۔'' (کشف المحجوب اردو ترجمہ ص ۵۲۶)

## ۵۔حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے منیٰ میں ایک جوان دیکھا کہ آرام سے بیٹھا ہے اور لوگ قربانیوں میں مشغول ہیں میں اسے دیکھتا رہا کہ کیا کرتا ہے اور یہ کون ہے اتنے میں وہ پکارا خدایا سب خلقت قربانیوں میں مشغول ہے میں بھی تیرے حضور اپنے نفس کو قربان کرنا چاہتا ہوں مجھے قبول فرما' یہ کہا اور انگشت سبابہ سے حلق کے درمیان اشارہ کیا اور گر پڑا تو جب میں نے دیکھا تو اسے مرا ہوا پایا''۔ (کشف المحجوب اردو ترجمہ ص ۵۲۸)

## ۶۔حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ موقف میں خاموش کھڑا تھا اور سر جھکا ہوا تھا۔ سب لوگ دعا کر رہے تھے اور وہ سر جھکائے ہوئے شرمندہ ہو رہا تھا میں نے کہا کہ اے جوان تو بھی دعا کر تو اس نے کہا مجھے اس امر کا ڈر لگ رہا ہے کہ جو وقت مجھے حاصل ہوا وہ جاتا رہا۔ اب کس منہ سے دعا کروں۔ میں نے کہا دعا کرتا کہ اللہ تجھے اس جماعت کی برکت سے کامیاب کرے۔ فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا چاہے کہ ایک نعرہ اس

کے منہ سے نکلا اور جان نکل گئی۔ (کشف المحجوب اردو ترجمہ ص ۵۲۸)

## ۷۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جو بیت اللہ شریف میں اشعار گاتی تھی میں نے اس سے کہا: اے لڑکی! تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی کہ بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار گاتی ہے۔ وہ میری طرف ملتفت ہوئی اور بولی جنید! اگر خوف الٰہی نہ ہوتا تو میں کیوں خواب شیریں چھوڑتی ارے خوف الٰہی نے ہی تو مجھے میرے وطن سے بے وطن کردیا۔ اسی کے عشق میں تو میں بھاگی پھرتی ہوں اسی کی محبت نے مجھے حیران بنا رکھا ہے۔ پھر پوچھا: جنید! بتاؤ تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو یا رب بیت اللہ کا۔ میں نے کہا میں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں۔ یہ سن کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور بولی سبحان اللہ آپ کی بھی کیا شان ہے۔ مخلوق جو خود مثل پتھروں کے ہیں وہ پتھروں ہی کا طواف کرتے ہیں۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو پھر اس لڑکی کو نہ دیکھا۔

(اردو ترجمہ روض الریاحین ص ۸۹)

## ۸۔مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ:

مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے بیت اللہ جاتا تھا کہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ جب لوگوں نے احرام باندھ کر لبیک کہی۔ میں نے اس سے کہا تم لبیک نہیں کہتے اس نے کہا: اے شخص میں ڈرتا ہوں کہ میں تو لبیک کہوں اور جواب میں وہاں سے لا لبیک و لا لبیک و لا سعدیک ہو۔ (میں تیری بات نہیں سنتا اور نہ تیری طرف دیکھتا ہوں) یہ کہہ کر چل دیا۔ (اردو ترجمہ روض الریاحین ص ۱۰۱، ۱۰۲)

## ۹۔حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ:

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو

خانہ کعبہ کے پاس دیکھا کہ کثرت سے نماز پڑھتا اور سجدے رکوع بہت زیادہ کر رہا تھا۔
میں اس کے پاس گیا اور کہا تو نماز بہت پڑھتا ہے۔ اس نے کہا میں پھر جانے کی اجازت
کا منتظر ہوں کہتے ہیں پھر میں نے ایک پرچہ کاغذ کا دیکھا جس میں لکھا تھا:

''یہ خط خدائے عزیز بخشنے والے کی طرف سے اس کے سچے شکر گزار بندے
کی طرف ہے واپس جا تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں''۔

(کتاب مذکور ص ۱۱۰)

## ۱۰۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ:

سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں: ولی اللہ کا لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا اس
کی ذلت کا باعث ہے اسے خدا تعالیٰ کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ اولیاء اللہ خلق سے متنفر تنہا
رہتے ہیں۔ عبداللہ بن صالح کو خدائے عالم کے ساتھ سابقہ تھا اور خدا کی مہربانی شامل
حال تھی۔ ایک شہر چھوڑ کر لوگوں سے بھاگ کر دوسرے شہر جایا کرتے تھے' یہاں تک کہ
مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں مدت تک قیام کیا۔ میں نے کہا تم یہاں بہت دنوں
تک ٹھہرے جواب دیا یہاں کیوں نہ ٹھہروں' میں نے تو کوئی ایسا شہر نہیں دیکھا جس میں
یہاں سے زیادہ برکت و رحمت نازل ہوتی ہو۔ فرشتے یہاں صبح و شام آیا جایا کرتے
ہیں۔ میں اس شہر میں بکثرت عجائب دیکھتا ہوں اگر بیان کروں تو جو لوگ ایمان دار نہیں
ان کی عقل سمجھنے سے قاصر رہے۔ میں نے کہا خدا کے واسطے میں تم سے چاہتا ہوں کہ کچھ
مجھے بھی ان چیزوں کی خبر دیجئے۔ کہا کہ کوئی ولی کامل جس کی ولایت صحیح و درست ہو چکی
ہو ایسا نہیں جو اس شہر میں ہر شب جمعہ نہ آتا ہو۔ میرا قیام یہاں اسی واسطے ہے۔ ان کی
عجیب و غریب باتیں دیکھتا ہوں اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ان کا نام مالک بن قاسم
جبلی ہے وہ آئے اور ان کے ہاتھ پر کھانے کا اثر تھا۔ میں نے ان سے کہا کیا تم ابھی کھانا
کھا کر آئے ہو۔ کہا استغفر اللہ میں نے چند ہفتوں سے اپنے ہاتھوں سے نہیں کھایا مگر
میری ماں جلدی کر کے اپنے ہاتھوں سے کھلا دیتی ہے تا کہ جلدی سے فجر کی نماز میں آ کر

شریک ہوں۔ مکہ معظمہ میں اور اس مقام میں جہاں سے میں آیا ہوں تو سو فرسخ کا فاصلہ ہے کیا تم اس بات کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں' کہا الحمدللہ کہ مجھ کو مرد مومن دکھلایا۔ راوی کہتا ہے کہ تو سو فرسخ کے ایک سو سترہ منزل ہوئے اور یہ تین مہینے ستائیس دن کی چال ہے فقط دن کی یہ فقط رات کی۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خانہ کعبہ کے گرد ملائکہ اور انبیاء اور اولیائے کرام کو دیکھا ہے اور اکثر یہ بزرگ جمعہ کی شب میں تشریف لاتے ہیں اور اسی طرح دوشنبہ اور جمعرات کی رات کو بھی دیکھا گیا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ مجھ سے انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی تعداد بیان کی گئی جو جگہ معین میں کعبہ کے گرد اپنے اہل قرابت اور دوستوں کے ساتھ تھے اور ذکر کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت کے پاس اولیاء کرام کی ایک جماعت کثیر تھی ان کا شمار خدا ہی کو معلوم ہے کہ کتنے لوگ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے ہاں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اس قدر جماعت کسی نبی کی نہ تھی اور یہ بھی کہا کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد مقابل مقام ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کے دروازے کے پاس جمع ہوتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا گروہ رکن یمانی اور رکن شامی کے درمیان ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک گروہ ان کے تابعین کا حجر اسود کی جانب بیٹھتے ہیں اور حجر اسود کے قریب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے اور اسی مقام پر فرشتوں کا گروہ حجر اسود کے پاس دیکھا اور سرور انبیاء رحمۃ للعالمین خاتم رسل سیدنا رسول خدا' محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کے پاس مع اہل بیت واصحاب کبار و اولیاء امت کے بیٹھے ہوئے تھے اور ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ سب انبیاء سے زیادہ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور سب کے سب اولیائے امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ملنے سے از بس خوش ہیں اور بعض انبیاء کرام اولیاء امت محمدی (صلی اللہ

علیہ وسلم ) کی فضیلت پر غیرت کرتے ہیں اور بہت سے اسرار عجیبہ جن کا ذکر طویل ہے اور بعض باتیں عقل سے بعید ہیں۔

(کتاب مذکور ص ۱۱۱' ۱۱۲)

## ۱۱۔ حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ:

ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک عورت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے کہہ رہی ہے: اے سب دلوں کے محبوب! تیرے سوا میرا کون ہے؟ تیری زیارت کو جو آج آیا ہے' اس پر رحم فرما۔ اب صبر کی تاب نہیں رہی اور تیرے اشتیاق کی زیادتی ہے۔

(کتاب مذکور ص ۱۱۹)

## ۱۲۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ:

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حبشی کو کعبہ کے گرد طواف کرتے دیکھا۔ وہ انت انت یعنی تو تو کے سوائے کچھ نہیں کہتے تھے۔ میں نے کہا: اے عبداللہ! اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

> ''دوستوں کے درمیان ایک راز ہے جسے فاش نہیں کر سکتا۔ کوئی خط اور نہ قلم اس کی حکایت کر سکتا ہے۔ آتش عشق کے ساتھ محبت ہے جس سے نور ملا ہوا ہے' جو محبوب کی بعض باتوں کی خبر دیتا ہے۔ میرا شوق اسی کی جانب ہے میں اس کے عوض میں کچھ نہیں چاہتا' یہ چھپانے کے قابل راز ہیں جن کو تم چپکے چپکے سن رہے ہو''۔ (کتاب مذکورہ ص ۲۲۳' معالی الہمم ص ۷)

## ۱۳۔ حضرت ضیاء الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ:

ضیاؤ الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اے معرفت کے حرم کے واقف کار! بعض لوگ کعبہ کے لئے احرام باندھتے ہیں اور بعض کعبے کے پروردگار کے لئے۔''

(سلک سلوک' سلک ۱۲۱)

## ۱۴- حضرت غوث اعظم قدس اللہ سرہٗ:

یاجولیهل! حج الی اولا ۔ ثم حج الی البیت ثانیا ۔ انا باب الکعبه ۔ تعال حتی اعلمك کیف تحج ۔ اعلمك خطابا تخاطب به رب الکعبه ۔ سوف ترون اذا انجلی الغبار

(الفتح الربانی ص ۱۴۰)

اے بے وقوف اول میری طرف قصد کر۔ اس کے بعد حج بیت اللہ کا ارادہ کیجیو (کہ اصلاح قلب کے بغیر حج بھی بیکار ہے) میں کعبہ کا دروازہ ہوں ادھر آ تا کہ میں تجھ کو بتاؤں کہ حج کس طرح ہوتا ہے' میں تجھ کو وہ گفتگو سکھاؤں گا جس سے تو خدائے کعبہ سے خطاب کرے۔ جب غبار ہٹے گا تو عنقریب تم کو نظر آ جائے گا کہ حقیقت کیا تھی اور ہم کیا سمجھتے تھے۔

## ۱۵- آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

فکعبة الظاهر تطهیر ها للطائفین من المخلوقات و کعبة الباطن تطهیر ها لنظر الخالق' فما الیق و اجدر هذا التطهیر مما سواه ۔(سرالاسرار ص ۱۷۸)

ظاہری کعبہ کا صاف ستھرا کرنا مخلوقات میں سے ان لوگوں کے لئے ہے جو طواف کرنے والے ہیں اور باطنی کعبہ کی صفائی خالق کے قرب کے لئے ہے۔ اس ذات پاک کا جلوہ دیکھنے کے لئے بہترین اور نہایت موزوں طریقہ تطہیر یہ ہے کہ کعبۂ باطن کو ماسوی اللہ سے پاک وصاف کیا جائے۔

نیز فرماتے ہیں۔

فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) ''اے غوث اعظم! اگر آپ ہمارے حرم میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو یہ آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ التفات نہ کریں ملک وملکوت وجبروت کی طرف کیونکہ ملک شیطان ہے عالم کے لئے ملکوت شیطان ہے عارف کے لئے اور

جبروت شیطان ہے واقف کے لئے۔ (رسالہ غوث اعظم اردو ترجمہ ص ۲۲۳'۲۲۵)

### ۱۶۔حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ:

ا۔ القبلة فی الحقیقت وجهه المحبوب ۔

(شرح فصوص الحکم از کاشانی ص ۲۸۰)

قبلہ فی الحقیقت رخ محبوب ہے۔

ب۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے سرّ کی خاطر اپنے گھر کے چار ارکان بنائے۔ فی الحقیقت اس کے تین ہی ارکان ہیں۔ باوجودیکہ اس کی شکل مکعب ہے۔ ایک رکن جو پتھر کو مکعب شکل کے پتھر کی صورت میں متشکل کرتا ہے اور اسی تشبیہ کعب کی بدولت ہی اسے کعبہ کہتے ہیں پس ارکان ثلاثہ کی رو سے دل میں پہلے رکن کا محل خاطر الٰہی اور دوسرے رکن کا محل خاطر ملکی اور تیسرے رکن کا محل خاطر نفسی ہے۔ (فتوحات مکیہ ج ا ص ۸۲۷)

### ۱۷۔حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ:

آنکه چون پسته دیدمش همه مغز

پوست برپوست بودهمچون پیاز

ترجمہ: وہ شخص جس کو میں نے پستہ کی طرح سراپا مغز سمجھا تھا۔ وہ پیاز کی طرح چھلکے پر چھلکا نکلا۔

پارسایان رومی در مخلوق

پشت بر قبله می کنند نماز

ترجمہ: وہ پارسا جن کی توجہ باطنی مخلوق کی طرف ہے۔ وہ گویا قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ (گلستان سعدی فارسی و اردو ص ۶۲)

### ۱۸۔حسین ابن منصور حلاج رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں: ”منکر شخص دائرۂ برائی میں رہ جاتا ہے۔ وہ میری حالت نہیں سمجھتا اور

مجھے زندیق کا لقب دیتا ہے۔ وہ برائی کے تیر میرے طرف پھینکتا ہے اور میرا مرتبہ نہیں دیکھ پاتا۔ وہ حرم کی حدود سے ماوراء ہے اور شور مچا رہا ہے۔

(کتاب الطواسین باب طاسین نقطہ)

۲۔ چاہیئے کہ صاحب خانہ سے وصل کا شوق ہمارے افکار کو اس طرح آغوش میں لے لے اور اس انداز سے ہمارے ذہن پر حاکم بن جائے کہ تصویر خانہ درمیان سے غائب ہو جائے تا کہ اس ذات کا ادراک ہو جائے جس نے اس کعبہ کی بنیاد رکھی۔

(قوس زندگی ص ۳۲)

۳۔ لوگ حج کرتے ہیں۔ میں آرام جاں کا حج کرتا ہوں۔ وہ گوسفند کی قربانی دیتے ہیں اور میں خون دل کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

(قوس زندگی حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۷)

## ۱۹۔ حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ:

عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیت اللہ شریف سے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو مکتوب تحریر کیا کہ آپ لوگ اہل عراق کے مرشدین میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص جمال کعبہ کا مشاہدہ کرنا چاہے اس کو بتا دو کہ نفس کو شق کرنے سے قبل تم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ (تذکرۃ الاولیاء از خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۰۴)

## ۲۰۔ حضرت ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ:

شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں آگ لئے پھر رہے تھے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آگ کیوں لے رکھی ہے۔ فرمایا میں اس سے کعبہ کو پھونک دینا چاہتا ہوں تا کہ مخلوق کعبہ والے کی طرف متوجہ ہو جائے۔ (کتاب مذکور ص ۲۷۴)

## ۲۱: حضرت ابوالقاسم نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

ابوالقاسم نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کعبہ کے اندر کچھ لوگوں کو مشغول گفتگو دیکھ کر

لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں آج کعبہ کو نذر آتش کئے دیتا ہوں کہ لوگ خود بخود اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولیت کر سکیں۔

(کتاب مذکور ص ۳۶۱'۳۶۲)

## ۲۲۔ حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حج سے اشارہ طلب الٰہی میں مدام کمر بستہ رہنے کی طرف ہے اور احرام سے اشارہ شہوت و مخلوق کا ترک کر دینا ہے اور سیئے ہوئے کپڑے کے ترک کر دینے سے اشارہ ریاست بشریہ کے ترک کرنے کی طرف ہے اور ناخن کٹوانے کے ترک کرنے سے اشارہ ان فعلوں میں جو اس سے صادر ہوں' خدا کے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے۔ پھر خوشبو کا ترک کرنا اسماء و صفات سے تجرد کی طرف اشارہ ہے تاکہ حقیقت ذات سے تحقق حاصل ہو اور نکاح کے ترک کرنے سے اشارہ وجود میں تصرف کرنے سے پاک دامن رہنا ہے اور سرمہ کو چھوڑ دینا ہویت احدیت میں پڑنے سے طلب کشف سے رکے رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر میقات قلب سے مراد ہے۔ مکہ مرتبہ الٰہیہ سے مراد ہے۔ کعبہ ذات سے مراد ہے۔ حجر اسود لطیفۂ انسانیہ سے مراد ہے اس کا سیاہ ہونا مقتضیات طبیعت سے اس کا رنگین ہونا ہے۔

چشمۂ زم زم علوم حقائق کی طرف اشارہ ہے کوہ صفا صفات خلقیہ سے صاف ہونے کی طرف اشارہ ہے اور مروہ اسماء وصفات الٰہیہ کے ساغروں سے شراب معرفت سے سیراب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اس وقت سر منڈانا اس مقام میں ریاست الٰہیہ سے متحقق ہونے کی طرق اشارہ ہے۔ پھر احرام سے باہر آنا خلق کے لئے وسعت' سماحت اور فیاضی سے مراد ہے۔ پھر عرفات مقام معرفت سے مراد ہے۔ پھر مزدلفہ مقام کے شائع ہونے اور اس کی بلندی و برتری سے مراد ہے اور وہ مشعر حرام امور شریعت پر وقوف کر کے الٰہی حرمتوں کی تعظیم سے مراد ہے اور منیٰ اہل مقام قربت کا ''منا' یعنی مقام امنیت الٰہیہ پر پہنچنے سے مراد ہے۔ پھر جمار ثلاثہ نفس طبع اور عادت سے مراد ہے۔ پھر

سات سنگریزوں میں سے ان میں سے ہر ایک کو مارنا اس کے معنی یہ ہیں کہ صفات الٰہیہ سبعہ کے آثار کی قوت سے ان کو فنا کرے اور ان کو باطل و ناچیز کر دے پھر طواف افاضہ دوام فیض الٰہی کے لئے دوام ترقی سے مراد ہے۔ پھر طواف وداع بطریق حال اللہ کی طرف ہدایت دینے کی طرف اشارہ ہے اور وہ سر الٰہی کا وہاں امانت رکھنا ہے جو اس کا مستحق ہے کیونکہ اسرار الٰہی ولی کے پاس اس شخص کی امانت ہوتی ہے جو ان کا مستحق ہے۔ (انسان کامل اردو ترجمہ ص ۳۲۷، ۳۲۹)

## ۲۳-حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ:

جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خلقت گویا چلنے والے بچے ہیں۔ قرآن سے ظاہر لذت پاتے اور دودھ پیتے ہیں۔ باقی رہے وہ جو کمال یافتہ ہیں انہیں قرآن کے معنی میں ایک دوسرا ہی لطف ہے اور یہ کچھ اور ہی سمجھتے ہیں۔ کعبہ کے نواح میں مقام و مصلائے ابراہیم علیہ السلام ایک جگہ ہے۔ اہل ظاہر کہتے ہیں وہاں دو رکعت نماز ادا کرنی چاہئے۔ یہ اچھا ہے لیکن محققوں کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی خاطر ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے آپ کو آگ میں ڈال دے اور جدوجہد اور کوشش سے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں اس مقام تک پہنچا دے یا اس مقام کے قریب جہاں اس نے اپنے آپ کو خدا پر فدا کیا یعنی اس کے سامنے نفس کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

(فیہ ما فیہ اردو ترجمہ ص ۲۵۵)

نیز فرماتے ہیں:

حج زیارت کردن خانہ بود

حج رب البیت مردانہ بود

(لب لباب ص ۴۰)

## ۲۴-حضرت عبدالرزاق کاشانی رحمۃ اللہ علیہ:

عبدالرزاق کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نهاية الحج الوصول الى المعرفة والتحقيق بالبقا بعد الفناء لان المناسك كلها وضعت بازاء منازل السالك الى النهاية ومقام احديت الجمع والفرق ۔(اصطلاحات الصوفيه ص ۴۹)

حج کا نہایت وصول الی المعرفت اور فناء کے بعد بقاء کے ساتھ متحقق ہونا ہے کیونکہ سارے مناسک میں سالک کی منازل کا مرتبہ نہایت اور مقام احدیت جمع وفرق تک غلبہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

## ۲۵۔ حضرت ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ:

محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس شخص سے تعجب آتا ہے جو جنگلوں کو کعبہ وحرم تک اس لئے پہنچنے کے لئے قطع کرتا ہے کہ وہاں انبیاء علیہم السلام کے آثار ہیں اور اپنے نفس اور اس کی خواہش کو اپنے دل تک اس واسطے پہنچنے کے لئے قطع نہیں کرتا کہ اس میں اس کے پروردگار کے آثار ہیں۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید
معشوق من اینجا است بیائید بیائید

(طبقات الکبریٰ ص ۱۸۰)

## ۲۶۔ حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ:

ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے جو حج کر کے آیا تھا' پوچھا کہ آپ کا حج کیسا رہا؟ اس نے کہا: بڑا ارزاں تھا' پانی کی بہتات تھی' فلاں فلاں چیزوں کا یہ نرخ تھا۔ شیخ نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہا میں تو ان سے ان کے حج کو پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کیا علم ومراد وکشائش عطا ہوئی اور یہ نرخ کی ارزانی اور پانی کی فراوانی بیان کرتے ہیں۔ (کتاب مذکور ص ۴۱۳)

۲-حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ جب تم مکہ جاؤ تو لازم ہے کہ تمہارا مقصود صاحب خانہ ہو نہ کہ خانہ اوران لوگوں میں سے نہ ہونا جو بتوں اور مورتوں کو پوجتے ہیں۔ (کتاب مذکورص ۴۴۰)

## ۲۷-حضرت سلطان العارفین باہو رحمۃ اللہ علیہ:

سلطان العارفین باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حاجی دو قسم کے ہیں ایک حاجی کرم اہل باطن دوم حاجی حرم اہل بطن۔ جب حاجی اہل کرم ولی اللہ با اخلاص و بالیقین حرم کعبہ میں داخل ہوتا ہے تو حرم کعبہ سے نور حضور کی تجلی نمودار ہوتی ہے اور حاجی داخل کعبۂ انوار ہو کر مشرف ہو جاتا ہے ایسا حاجی اہل باطن جب ایک دفعہ کعبہ حضور پروردگار ہو جاتا ہے' تمام عمر جملہ ماسویٰ اور دنیا جیفۂ مراد سے بیزار ہو جاتا ہے لیکن حاجی صاحب بطن حرص دنیا میں گرفتار ہو کر ہر وقت اور ہر آن روٹی کپڑے کا طلب گار رہتا ہے۔'' (نورالہدیٰ اردو ترجمہ ص ۲۲۲)

## ۲۸-حضرت مولانا عبدالعلی بحرالعلوم رحمۃ اللہ علیہ:

عبدالعلی بحرالعلوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر قبلہ کعبہ شریفہ است' خالی ازاں نور بودے قبلہ نہ بودی' بلکہ مثل صنم بودی و حاصل آنکہ قبلہ مظہر اللہ است کہ اللہ با جمیع اسماء فعالہ حق دراں مشہود میشود برائی ہمیں قبلۂ عبادت گروید و اگر ایں نہ چنیں بودی پس حق درہمہ جہالت ہست کہ عبادت سوئے ہمہ جہات شروع نیست بمگر سوی کعبہ شریفہ"

(شرح مثنوی مولانا روم از مولانا بحرالعلوم رحمۃ اللہ علیہا ص ۶۱)

ترجمہ: اگر قبلہ کعبہ شریف اس نور پاک سے خالی ہوتا تو وہ قبلہ ہرگز نہ ہوتا

بلکہ بصورت بت ہوتا اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قبلہ مظہر الہٰ ہے چونکہ لفظ ''الہٰ'' کے مفہوم کی رو سے حق تعالیٰ کے جمیع اسمائے افعالہ اس میں مشہود ہیں۔ بایں صورت وہ قبلۂ عبادت مسلم ہوا' بصورت دیگر تو حق تعالیٰ تو تمام جہات میں موجود ہے۔ جبکہ عبادت تمام اطراف میں منہ کر کے بجالانا شرع میں جائز نہیں مگر کعبہ شریف کی طرف۔

## ۲۹- حضرت احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قرآنی حقیقت اور کعبۂ ربانی کی حقیقت دونوں حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اوپر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآنی حقیقت' حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امام اور کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سجود ہے۔ باوجود اس بات کے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھ کر ہے وہاں سر بسر بے صفتی اور بے رنگی ہے اور شیون واعتبارات کی وہاں گنجائش نہیں۔ تنزیہ و تقدیس کی وہاں مجال نہیں آنجا آنست کہ برتر زبیان است۔ یہ ایسی معرفت ہے جس کے بارے میں کسی اہل اللہ نے لب کشائی نہیں کی اور زمرہ اشارے کے طور پر بھی اس کے متعلق بات نہیں کی مجھے اس معرفت عظمیٰ سے مشرف کیا ہے اور ابنائے جنس میں ممتاز فرمایا ہے۔ یہ سب کچھ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے نصیب ہوا ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح چیزوں کی صورتوں کا سجود کعبہ کی صورت ہے اس طرح ان اشیاء کے حقائق کا مسجود حقیقت کعبہ ہے۔ میں ایسی عجیب بات بیان کرتا ہوں جسے نہ کسی نے کہا نہ سنا مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی اس لئے میں لوگوں کو اس سے آگاہ کرتا ہوں یہ سب کچھ اس کے فضل وکرم سے ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے کچھ اوپر ہزار سال بعد ایسا زمانہ آرہا ہے کہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے مقام سے عروج فرمائے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے مل کر ایک ہو جائے۔ اس

وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو اور وہ ذات احد کا مظہر بنے اور دونوں مبارک نام مسمیٰ کو حاصل ہوں اور پہلا مقام حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خالی ہو جائے۔ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کریں اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خالی شدہ مقام میں قرار کرے گی۔"

(رسالہ مبدأ و معاد اردو ترجمہ ص ۴۷، ۴۸)

۲۔ حقیقت کعبہ ربانی مسجود حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) گشت چہ حقیقت کعبہ ربانی بعینہا حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم است کہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) فی الحقیقت ظل اوست پس ناچار مسجود حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) باشد۔

(مکتوبات شریف حصہ سوم دفتر اول)

کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجود ہو گئی کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہ حقیقت احمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) دراصل اس کا ظل ہے۔ پس ناچار حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجود ہو گی۔

کعبہ مقدسہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیائے امت کے طواف کے لئے آتا ہے اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے۔ مذکورہ عبارت کی روشنی میں اس کا جواب بایں طور تحریر فرماتے ہیں۔ "حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) تنزیہہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے اور کعبہ کی حقیقت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے اور حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطے مرتبہ تنزیہہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقت کعبہ ہے اور حقیقت محمدی (صلی

اللہ علیہ وسلم) کے عروج کی نہایت کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عروجات سے پورا پورا حصہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔

زمیں زادہ بر آسماں تافتہ

زمین و زماں راپس انداختہ

ترجمہ: خاک سے پیدا شدہ آسمان پر جا پہنچا اور زمین و زمان کو پیچھے چھوڑ گیا۔'' (مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حصہ سوم دفتر اول اردو ترجمہ ص ۴۶۴)۔

۳۔ ملا احمد برکی کے سوالات کے جواب میں مکتوب ملاحظہ کریں

''پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنی کہ کعبہ ربانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھ کر ہے کیا ہوں گے؟ جواب میں فرماتے ہیں:

''میرے مخدوم! احدیت ذات سے مراد احدیت مجردہ نہیں ہے کہ جس میں کوئی صفت و شان ملحوظ نہیں کیونکہ حقیقت قرآن کا منشاء حقیقت کلام ہے جو صفت ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے اور حقیقت کعبہ کا منشاء وہ مرتبہ ہے جو شیونات وصفات کی تلونیات سے برتر ہے اس لئے اس کی برتری کی گنجائش ہے۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سجدہ کعبہ کی طرف ہے نہ کہ کعبہ کو اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں سجدہ کے وقت لك سجدت (میں نے تیرے لئے سجدہ کیا) کہتے تھے۔ ضمیروں کا مدلول نفس ذات ہے پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنی کہ کعبے کی صورت جس طرح اشیاء کی صورتوں کی مسجود ہے۔ اس طرح حقیقت کعبہ بھی حقائق اشیاء کی مسجود ہے کیا ہوں گے؟

میرے مخدوم! یہ عبارتوں کی فروگزاشتوں سے ہے جس طرح کہتے ہیں کہ آدم

(علیہ السلام) مسجود ملائکہ ہے' حالانکہ سجدہ خالق کے لئے ہے نہ کہ اس کی مخلوق و مصنوع کے لئے خواہ کوئی مخلوق ہو۔'' (مکتوبات امام ربانی حصہ چہارم دفتر اول اردو ترجمہ ص ۵۸۶،۵۸۵)

۴۔ ''ظہور عرش اگرچہ تمام ظہورات سے بلند ہے' لیکن وہ معاملہ جو بیت اللہ مقدس سے وابستہ ہے۔ ظہورات و تجلیات سے بلند تر ہے۔ اس کے مقابلہ میں ظہور اور تجلی کا نام لینا تنگ ہے تجلیات و ظہورات محیط دائرہ کا حکم رکھتے ہیں اور یہ معاملہ اس دائرہ کے مرکز کا حکم رکھتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ محیط دائرہ اپنی فراخی کے باوجود دائرہ کے مرکز کا ظل ہے۔ اس لئے کہ اسی مرکز کے نقطہ نے اپنے سائے کو فراخ کیا ہے اور سینکڑوں نقطوں کی صورت میں ظاہر ہو کر محیط دائرہ ہوا ہے۔''

(مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حصہ ہفتم دفتر دوم اردو ترجمہ ص ۱۱۸۲)

## ۳۰۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص اخیر وقت پر خانہ کعبہ کا طواف کئے بغیر مکہ سے نہ جائے اور حائض کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کیا۔''

میں کہتا ہوں اس میں راز یہ ہے کہ اخیر وقت پر خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں اس کی تعظیم ہے اس طرح سے کہ ابتداء بھی اسی سے ہوئی اور انتہا بھی اسی پر ہوئی تا کہ ان کے اس سفر سے خانہ کعبہ کا مقصود بالذات ہونا ظاہر ہو جائے اور لوگوں کی اس عادت کے ساتھ موافقت بھی ہو جائے کہ قاصد لوگ رخصت ہوتے وقت اپنے بادشاہوں سے مل کر جاتے ہیں۔ واللہ اعلم (حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ ج ۲ ص ۱۹۶)

۲۔ میں نے دیکھا جس وقت میں طواف کر رہا تھا۔ کعبہ شریف کے ایک نور عظیم نے شہروں کو ڈھانپ لیا ہے اور ان کے رہنے والوں کو منور کر دیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ قطبیت یعنی ارشادیت اس نور سے صحیح ہوتی ہے جو سب پر غالب ہے اور وہ کسی

سے مغلوب نہیں ہے اور وہ نور سب کو روشن کرتا ہے اور خود روشن نہیں کیا جاتا اور ہر شے اس کے پاس آتی ہے اور یہ کہیں نہیں جاتا' پس غور کر (فیوض الحرمین اردو ترجمہ مشہد ۳۴)

۳-اس بیت عتیق یعنی کعبہ شریف اور اس کی بنائے بلند کو میں نے دیکھا کہ اس میں ملاء اعلیٰ اور ملاء سافل کی ہمتیں ملحق ہیں اور ان سے ایسی باتیں متعلق ہیں جیسے نفس کا تعلق بدن سے ہوتا ہے اور میں نے دیکھا وہ ان کی ہمتوں اور ارواح سے مملو ہے۔ جیسے گلاب کے پھول میں عرق گلاب اور دھاگہ روئی میں ہو۔ میں نے لوگوں کو وداع کے وقت برانگیختہ ہوتے دیکھا کیونکہ یہاں ملاء اعلیٰ و اسفل کی موجودگی کی بدولت بیت اللہ سے ان کی وابستگی ہو چکی تھی۔

## ۳۱-حضرت شیخ احمد کمشخانوی نقشبندی مجددی خالدی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ احمد کمشخانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یظهر فی حقیقة الکعبه المعظمه عظمة و کبریاء و مسجودیة للممکنات علی نحو لیعجزا العقل عن ادراك ذالك

(جامع الاصول فی الاولیاء ص ۵۰)

ممکنات کے لئے حقیقت کعبہ معظمہ میں عظمت' کبریائی اور مسجودیت بایں طور ظاہر ہوتی ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز آجاتی ہے۔

## ۳۲-مولانا محبوب عالم شاہ صاحب:

محبوب عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حقائق الٰہیہ چار ہیں:

۱-حقیقت کعبہ

۲-حقیقت قرآن

۳-حقیقت صلوٰۃ

۴-معبودیت صرفہ (تذکرہ ص ۹۲)

۲-حقیقت کعبہ معظمہ کے ظہور میں عظمت اور کبریائی کا ظہور ہوتا ہے اور مسجودیت ہر ممکنات کی اس قدر ظہور میں آتی ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز ہے اس کا حال یہ ہے کہ حصول اس مرتبہ متعالیہ کا بدون توجہ مرشد کے متعذر ہے (خیر الخیر ص ۹۱)

## ۴۳-حاجی امداد اللہ مکی مرحوم:

امداد اللہ مکی یوں رقمطراز ہیں:

۱- رفتم چو بمکہ ہوس کوئے تو کردم
دیدم رخ کعبہ ذکر روئے تو کردم
محراب حرم گرچہ بہ پیش نظرم شد
من سجدہ وے در خم ابروئے تو کردم

(گلزار معرفت' کلیات امدادیہ ص ۲۱۶)

ترجمہ: جب میں مکہ معظمہ کو گیا تو تمہاری گلی کا تمنائی ہوا۔ جب میں نے کعبہ معظمہ کا جمال ظاہری دیکھا تو تیرے رخ انور کے ذکر میں مصروف ہو گیا۔ اگر چہ حرم شریف کا محراب بھی میرے پیش نظر تھا۔ لیکن میں نے تمہارے ابروئے خمیدہ کی طرف سجدہ کیا۔

۲-فرمایا: ابلیس نابکار نے ظاہر پر نظر کی اور کہا: خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ (۷:۱۲) یہ نہ سمجھا کہ یہ خطاب کس نے فرمایا ہے اور واجب الاتباع کون ہے اور نظر باطن پہ نہ کی کہ آدم علیہ السلام مظہر کس کے ہیں۔ کیا ہم بیت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ پتھروں سے بنایا گیا ہے۔ نہیں لیکن چونکہ یہ اس کا (خدا کا) مظہر ہے پس مسجود الیہ ہوا۔

(امداد المشتاق ص ۷۸)

## ۴۴-حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حج کے متعلق گروہ صوفیا کا حال کچھ نہ پوچھو۔ اس میں بڑے بڑے اسرار اور عجیب

عجیب معاملات ہیں۔ درحقیقت زیارت کعبہ معظمہ زیارت خداوند جل وعلا ہے۔ یعنی مکان کی زیارت سے مکین کی زیارت حاصل ہوتی ہے۔ اس عزت وتوقیر کا منشاء اس کا کرم عمیم ہے۔ حق تو یہ ہے کہ طالبان صادق کا مقصود حج خانہ سے خداوند خانہ ہے۔ خانہ صرف درمیان میں بہانہ ہے۔ دیکھو حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں: میں پہلی دفعہ جب حرم محترم گیا' صرف جمال کعبہ کی بہار لوٹی دل میں سوچا کہ خالی گھر دیکھنے کا کیا حاصل' ہر قسم کی عمارتیں تو بہت دیکھنے میں آئی ہیں۔ میں تو صاحب خانہ کا متلاشی ہوں۔ واپس چلا آیا۔ دوسرے سال پھر گیا۔ حرم میں پہنچا۔ دل کی آنکھ کھولی۔ مکان ومکین دونوں پر نظر پڑی۔ خیال ہوا کہ ایں چہ معنی دارد عالم الوہیت میں شرک کہاں اور عالم وحدانیت میں دوئی کا وجود کیونکر؟ پھر محبوب' خانہ' اور میں۔ تین تین کا مجموعہ پناہ بہ خدا۔ ایک کے سوا اس راہ میں جو شخص دو دیکھتا ہے وہ علیحدہ ہے۔ وائے برحال ما کہ میں دو سے بڑھ کر تین تک پہنچ گیا۔ میرے ملحد ہونے میں کیا شک باقی رہا یہ سوچتے ہی فوراً واپس لوٹا اور تیسرے سال پھر گیا۔ حرم میں پہنچا۔ لطف محبوب نے مجھ کو آغوش میں لے لیا اور سارے حجابات میرے دل کی آنکھ سے دور کر دیئے۔ شمع معرفت میرے قلب میں روشن کی اور میری ہستی کو انوار تجلیات سے جلا ڈالا۔ بعدہٗ میرے لطیفہ سِر میں یہ خطاب ہوا کہ

**انت زائری حقا وحق علی المزور ان یکرم زائرہ۔**

(تو سچے دل سے میری زیارت کرنے آیا ہے' تو جس کی زیارت کی جاتی ہے اس پر حق ہے کہ زیارت کرنے والے پر بخشش کرے)

تا چشم بر کشادم نور رخ تو دیدم
تا گوش بر کشودم آواز تو شنیدم

(جب میں نے آنکھ کھولی تو تیرا ہی جلوہ دیکھا' جب میں نے کان لگایا تو تیری ہی آواز سنی)۔

خیر عاشقانہ رنگ کا یہ بھی تقاضا ہے کہ محب صادق کے لئے جمال کعبہ اس محبوب بے نشان کا ایک نشان ہے۔ آخر کریں تو کیا کریں۔ وہاں پہنچ کر اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں کہ

من منع عن لنضر یستلی بالاثر ۔

جو شخص محبوب کا جمال دیکھنے سے مجبور ہے لامحالہ اس کی نشانی سے دل بہلاتا ہے۔ تم نے مجنوں کا حال سنا ہوگا کہ صبح شام خانہ لیلیٰ کے چاروں طرف چکر لگاتا اور دیوار کو چومتا پھرتا اور ان اشعار کو پڑھتا تھا۔

اطوف الی جدار دیار لیلیٰ

اقبل ذالدیار وذالجدارا

فماحب الدیار شغفن قلبی

ولکن حب من مسکن الدیارا

(میں لیلیٰ کے گھر کی دیواروں کے چاروں طرف گھومتا ہوں۔ میں چومتا ہوں اس گھر کے رہنے والے کو گھر کی محبت نے میرا دل نہیں لبھایا ہے مگر اس نے جو اس گھر میں مقیم ہے)

اس طرح طالبان صادق جب خانہ کعبہ میں پہنچتے ہیں تو جبین نیاز اس آستانہ کی خاک پر غایت شفقت میں ملتے ہیں اور درد دل سے نالہ کرتے ہیں۔ اسی آرزو اور اس امید میں رہتے ہیں کہ شاید گھر دیکھتے دیکھتے صاحب خانہ بھی نظر آجائے اور ''درچشم طلبگار عیانم'' (میں ڈھونڈنے والوں کی آنکھ میں ظاہر ہوں) کا جلوہ ظاہر ہو۔ بھائی' وہ بیت اللہ ہے اس کے ساتھ جو شغف دل میں نہ پیدا ہو تھوڑا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جب محبّ جان لیتا ہے کہ اس کا مقصد اس در سے پورا ہوگا تو پھر وہاں سے ٹالے نہیں ٹلتا۔

(مکتوبات صدی' اردو ترجمہ مکتوب ۳۵۔ بیان حج ص ۲۵۰-۲۵۱)

## ۳۵- کتاب حقیقۃ المعرفۃ الربانیہ:

میں تحریر ہے:

''یہ مقام (حقیقت کعبہ) ذات الٰہیہ کی وقعت وعظمت کبریٰ کا سر ہے اس مقام میں سالک کے باطن میں ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ جب اس مقام میں فنا اور بقا حاصل ہوتی ہے تو سالک تمام ممکنات کی توجہ اپنی طرف پاتا ہے''۔ (حقیقۃ المعرفۃ الربانیہ ص۱۷۲)

## ۳۶- کتاب جلاء المرأت:

ص ۱۷۶ پر درج شدہ عبارت ملاحظہ کیجئے:

''اس کی عبادات کا قبلہ عین اللہ اور فی الحقیقت وہی وجود مطلق معبود اور مسجود ہے جو جہت وحدت سے بھی منزہ اور مقدس ہے۔ کعبہ کی طرف اس واسطے سجدہ کیا جاتا ہے کہ وہ مظہر مسجودیت مسجود حقیقی ہے۔ ورنہ اس کا عین ثابتہ ہے' جو عدم سے وجود میں نہیں آیا اور اس کا جسم جو عناصر کثیفہ سے مرکب ہے اور کئی بار مرمت ہو چکا ہے۔ معبودیۃ اور مسجودیۃ کے لائق کب ہو سکتا ہے یہ ایک سر مخفی ہے جو ایک تجلی سے مخصوص ہے اور اس مخصوص کا عرفان مخصوصین بارگاہ صمدیت سے خاص ہے جو مرتبہ سے واقف ہیں اور مشاہدہ یا وجود سریان جمیع شیون مستغرق بحر عبادات میں یہ حضرات امر حق بجالانے کی وجہ سے کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

## ۳۷- تفسیر حسینی میں لکھا ہے:

شیخ شبلی قدس سرہ' فرمود کہ مقام ابراھیم مقام خلت است هر کہ بدیں مقام در آیداز ۔(ہر فتنہا۔ ایمن گرددج ا ص۸۹)

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ' فرماتے ہیں کہ مقام ابراہیم مقام خلت ہے جو اس میں داخل ہوا ہر قسم کے فتنوں سے امان میں ہے۔

(گلزار معرفت' کلیات امدادیہ ص۲۱۶)

## ۳۸۔تفسیر روحی:

ا۔پس دوڑ وتم بھلائیوں کو لینے اے مسلمانو! سبقت کر وتم اوپر اوروں کے بیچ نیکیوں کے ایک ان میں سے توجہ بہ کعبہ ہے یعنی بہ حقیقت کعبہ کہ عبادت اس ذات سے ہے کہ مسجود تمام ممکنات کی ہر لحظہ ولحہ اسی کی طرف متوجہ ہو کہ وہی کعبہ ہے وہی قبلہ وہی معبود ہے وہ مسجود ہے۔'' (ج۱ص۱۲۹)

## ۳۹۔تفسیر کشف الاسرار:

گویند عارفی قصد حج کرد۔ فرزندش پرسید۔ پدر کجا می خواهی بروی؟ گفت به خانه خدایم پسر به تصور آنکه هر کس بخانۂ خدا میر ود او راهم می بینند پر سید پدر چرا مرا با خود نمی بری؟ گفت : مناسب تونیست۔ پسر گریه سر داد۔ پدر رارقت دست داد اور اباخود برد هنگام طواف پسر پر سیدپس خدائے ما کجا است؟ پدر گفت خدا در آسمان است پسر بیفتاد وبمرد پدر وحشت زده فریاد برآورد آه پسرم چه شد؟ آه فرزند دلبندم کجا رفت؟از گوشۂ خانه صدامی شنید کی می گفت۔ توبه زیارت خانۂ خدا آمدی و آنرا درك کر دی۔ اوبه دیدن خدا آمده بودوبسوی خدا رفت ۔(ج ا ص ۵۴)

کہتے ہیں کہ ایک عارف نے حج کا ارادہ کیا۔اس کے بیٹے نے پوچھا. ''اے والد صاحب کہاں جانے کا ارادہ ہے''؟باپ نے جواب دیا: خدا تعالیٰ کے گھر کی زیارت کے لئے۔ بیٹے نے خیال کیا کہ جوکوئی خدا تعالیٰ کے گھر جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو بھی دیکھتا ہے اس لئے اس نے باپ سے التجا کی آپ مجھے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ باپ نے جواب دیا بیٹا! یہ مناسب نہیں ہے بیٹے نے رونا شروع کر دیا۔ باپ کو رقت میسر آئی اور

اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گیا۔ دورانِ طواف بیٹے نے پوچھا: ''ہمارا خدا کہاں ہے؟ باپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے بیٹا گرا اور مر گیا۔ باپ وحشت کے مارے آہ وزاری کرنے لگا' آہ میرے بیٹے کو کیا ہو گیا۔ افسوس میرا فرزند دلبند کہاں چلا گیا۔ دریں اثناء خانہ کعبہ کے ایک کونے سے آواز آئی تو خانہ خدا کی زیارت کے لئے آیا اور اسے پالیا اور وہ دیدارِ خدا کی خاطر آیا تھا اور اسی کی طرف چلا گیا۔

۲- آں کعبہ قبلۂ معاملت است و ایں کعبہ قبلہ مشاہدت و آں موجب مکاشفت و ایں مقتضی معاینت آں درگاہ عزت و عظمت و ایں بارگاہ لطف و مرحمت۔

وہ کعبہ (صورت کعبہ) قبلۂ معاملہ ہے اور یہ کعبہ (حقیقت کعبہ) قبلۂ مشاہدہ ہے اور وہ مکاشفہ کا سبب ہے اور یہ معاینت کا مقتضی ہے۔ وہ بارگاہ عزت وعظمت ہے اور یہ آستانہ لطف ومرحمت ہے۔

گر نہ باشد قبلہ عالم مرا
قبلہ من کوئے معشوق است وبس

اگر میرے لئے قبلۂ عالم نہ بھی ہو۔ میرے لئے کوئے معشوق ہی قبلہ کافی ہے۔

درزیارت آں کعبہ ازار ورداء معلوم است و در زیارت ایں کعبہ ازار تفرید و ردائے تجرید است۔ احرام آں لبیک زبان است و احرام ایں بیزاری از ہر دوجہاں است ۔(ج۲ص۸۳

اس کعبہ کی زیارت کے لئے پائجامہ اور چادر (احرام) کی ضرورت ہے اور اس کعبہ کی زیارت میں ازار تفرید اور ردائے تجرید میسر آتی ہے اس کا احرام زبانی لبیک ہے اور اس کا احرام بیزاریٔ دوجہاں سے ہے۔''

۳- اربابِ معرفت اندریں معنی زبانِ دیگر است گفتند حج

دو نوع است ۔ یکی از خانہ بہ بیت حرام شود دیکی از نہادخود برخیزدوبہ درگاہ ذوالجلال رود۔ آں یکی تا عرفات است وایں یکی تامعرفت معروف آنجا چشمۂ زم زم ایں جا قدح شراب و لطف دما دم! آنجا قدم گاہ خلیل وإینجا نظر گاہ رب جلیل .(ص ۳۰، ص ۱۰۶)

ارباب معرفت اس بارے میں ایک دوسری توجیہ پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حج کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اپنے گھر سے بیت اللہ شریف کا قصد کرنا اور دوسرا اپنی عادت کو چھوڑ کر بارگاہ ذوالجلال کی طرف جانا۔ ایک میں عرفات تک کا سفر اور دوسرے میں معروف کی معرفت تک کا قصد ہے وہاں چشمۂ زم زم اور یہاں دائمی ساغر شراب ولطف ہے۔ وہاں خلیل اللہ علیہ السلام کے قدموں کے نشان اور یہاں نظر گاہ رب جل وعلا ہے۔

## ۴۰۔تفسیر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ:

فمن حج البیت کی تفسیر فرماتے ہیں:

۱ – امی بلغ مقام الوحدۃ الذاتیہ ودخل الحضرۃ الالھیۃ بالفناء الذاتی الکلی .(ج ۱ ص ۳۲)

۲ – الکعبۃ حضرۃ الجمع .(ج ۱ ص ۹۵)

کعبہ سے مراد ''حضرۃ الجمع'' ہے۔

## ۴۱۔تفسیر اسرار القرآن از شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ:

ان القاصدون الی البیت اللہ تعالٰی علٰی ثلاثۃ اقسام منھا القاصدون الی البیت باموالھم وانفسھم لطلب الثواب وقسم منھا القاصدون الی البیت بقلوبھم صافیۃ من الدنیا وما فیھا الا متثال الامور لطلب مرضاۃ اللہ تعالٰی ومنھم القاصدون الی

مشاهدة رب البيت بارواحهم العاشقة لطلب حقائق المعرفة والقربه و صفاء الوصل فبزيارة مشهد التجلی والله لی فاهل الظاهر يحرمون عن المخطورات يحلون عن احرامهم عندالقضاء مسلكهم واداء فرايضهم واهل الباطن يحرمون عن الكائنات ولنظرالی البريات ولا يحلون مادامو افی الدنيا الامشاهدة الذات و كشف الصفات ۔

(ص ۴۴، ۴۵ من رضوان المعارف الالٰہیہ)

بے شک بیت اللہ شریف کی طرف قصد کرنے والوں کی تین اقسام ہیں۔ ان میں سے بعض ثواب کی طلب کے لئے مال و جان کے ساتھ حج بیت اللہ کرتے ہیں اور کچھ اپنے قلوب صافیہ کے ساتھ دنیا و مافیہا سے امور کی بجا آوری کے ذریعے رضائے الٰہی کی خاطر حج کرتے ہیں اور بعض حقائق معرفہ اس کے قرب اور صفائے وصل کی خاطر اپنی ارواح عاشقہ کے ساتھ رب کعبہ کے مشاہدہ کی طرف قصد کرتے ہیں۔ پس یہ زیارت مشہد تجلی و تدلّی سے متعلق ہے۔ پس اہل ظاہر ممنوعات سے بچتے ہیں اور اپنے فرائض کی ادائیگی اور اپنے مسلک کی تکمیل کی خاطر وہ احرام باندھتے ہیں اور اہل باطن کائنات اور مخلوقات کی طرف متوجہ ہونے سے گریزاں ہیں۔ وہ سوائے مشاہدۂ ذات اور مکاشفہ صفات کے دنیا کی کسی چیز کو اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے۔

## ۴۲۔ تفسیر روح المعانی:

جعل الله تعالٰی له بيت فی العالم الكبير جعل نظيره فی العالم الصغير وهو قلب المؤمن ۔(پ ۱۷ ص ۱۵۹)

اللہ تعالٰی نے عالم کبیر میں اپنے لئے گھر بنایا اور عالم صغیر میں قلب مومن کو

اس کی نظیر بنایا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ معظمہ عالم کبیر کا دل ہے اور تجلیات الٰہیہ کا مرکز ہے۔

## ۴۳۔تفسیر روح البیان:

ا۔ان البلد هو الصورة الجسمانية و الكعبه القلب و الطواف الحقيقى هو الطواف القلب بحضرة الربوبية وان البيت مثال ظاهر فى عالم الملك لتلك الحضرة التى لا تشاهد بالبصر وهو فى عالم الملكوت كما ان الهيكل الانسانى مثال ظاهر فى عالم الشهادة للقلب الذى يشاهد بالبصر وهو فى عالم الغيب و الذى يقدر من العارفين على الطواف الحقيقى القلبى هو الذى يقال فى حقه ان الكعبة تزورهٗ وفى الجزان الله عباد اتطواف بهم الكعبة وفرق بين يعصدد صورة البيت و بين من يقصدر رب البيت ۔(ج۱ص۱۵۵)

۔بے شک ''البلد'' سے صورۃ جسمانیہ اور کعبہ سے قلب مراد ہے اور حضرۃ ربوبیت کے ساتھ طواف قلب کو طواف حقیقی کہتے ہیں بے شک ''بیت'' (گھر) عالم ملک میں تشبیہ ظاہری رکھتا ہے۔البتہ اس کا وہ مرتبہ جسے آنکھ مشاہدہ کرنے سے قاصر ہے عالم ملکوت میں ہے جیسا کہ ہیکل انسانی عالم شہادت میں مثال ظاہر ہے۔البتہ اس کا قلب اپنی بصارت کے ساتھ عالم غیب کا مشاہدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بعض عارفوں کو طواف حقیقی قلبی کی توفیق مرحمت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کعبہ کو ان کی زیارت کے بارے میں کہتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ کعبہ معظمہ ان کے ساتھ طواف کرتا ہے نیز صورت کعبہ اور رب کعبہ کی طرف قصد کرنے والے کے درمیان فرق ہے۔

۲- الطواف هو اشارة الى الخروج عن اطوار البشرية السبعية بالاطواف السبعة حول كعبة الربوبية و منها سعى وهو اشارة الى السير بين صفا الصفات و مروة الذات

(ج ا ص ۳۵۰)

طواف (کعبہ) خروج ہفت عادات بشریہ سے کعبۂ رُبوبیت کے گرد سات دفعہ طواف کرنے کو کہتے ہیں' نیز ''صفا'' یعنی صفات اور ''مروہ'' یعنی ذات کے مابین سیر کو سعی سے موسوم کرتے ہیں۔

۳- فى التاويلات النجمية حج العوام قصد البيت و زيارة وحج الخواص قصد رب البيت و شهوده . (ج ا ص ۲۱۲)

تاویلات نجمیہ میں ہے عوام کا حج گھر کا قصد اور اس کی زیارت ہے اور خواص کا حج رب بیت کا قصد اور اس کا مشاہدہ ہے۔

۴- فمن حج البيت اى بلغ مقام الوحدة الذاتيه و دخل الحضرة الالٰهيه بالفناء الكلى الذاتى .

(ج ا ص ۱۱۷' بحوالہ تاویلات کاشانی)

پس جس نے اس گھر کا حج کیا۔ یعنی وہ مقام وحدت ذاتیہ میں پہنچ گیا اور وہ فنائے کلی ذاتی کے ساتھ حضرت الٰہیہ میں داخل ہوا۔

۵- البيت اشارة الى الذات الالٰهية والمسجد الحرام الى الصفات والحرم الى الافعال و خارج المواقيت الى الآثار .

(ج ۲ ص ۳۹۰)

''بیت'' سے ذات الٰہیہ ''مسجد حرام'' سے صفات الٰہیہ ''حرم'' سے افعال الٰہیہ اور بیرون مواقیت سے آثار الٰہیہ مراد ہے۔

۶- كان البيت المحروم سو لباس شمس الذات الاحدية

وحد الحق سبحانه القصد اليه فقال وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ" فجاء بلفظ البيت لمافيه من اشتقاق البيت والمبيت لايكون الا فى الليل والليل محل التجلى للعباد فان فيه نزول الحق كما يليق وهو مظهر الغيب وهو محل التجلى ولباس الشمس كذلك البيت الحرام مظهر حضرة الغيب الالهى وسر التجلى الوحدانى وسر منبع رحمة الرحمانية (ج۲ص۶۸۷)

بیت محرم یعنی کعبہ معظمہ شمس ذات احدیت کے لباس کا بھید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرف قصد کو منفرد فرمایا' پس فرمایا "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ" پس لفظ "بیت" کا ذکر اس لئے فرمایا کیونکہ "بیت" مبیت سے مشتق ہے اور مبیت کا تعلق رات سے ہوتا ہے اور رات بندوں کے لئے محل تجلی ہے۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق رات کو نزول فرماتا ہے اور رات مظہر غیب' محل تجلی اور لباس شمس ہے جیسا کہ بیت حرام مظہر حضرۃ غیب الہیہ سر تجلائے وحدانیت اور سر منبع رحمت رحمانیہ ہے۔

## ۴۴۔ تفسیر عرائس البیان:

سبحن الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الخ کی تفسیر ملاحظہ ہو:

اسرى بعبده من محل الارادة الى المحل المحبة ومن محل المحبة الى محل المعرفة ومن محل المعرفة الى محل التوحيد ومن محل التوحيد الى محل التفريد ومن محل التفريد الى محل الفناء ومن محل الفناء الى محل البقاء ومن محل البقاء الى محل الاتصاف ومن محل الاتصاف الى محل الاتحاد ۔(سورة بنى اسرائيل)

وہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محل ارادت سے محل محبت اور محل محبت سے محل معرفت اور محل معرفت سے محل توحید اور محل توحید سے محل تفرید اور محل تفرید سے محل فناء اور محل فناء سے محل بقا اور محل بقا سے محل اتصاف اور محل اتصاف سے محل اتحاد کی طرف لے گیا۔

## ۴۵۔شرح الکهف والرقیم فی الشرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اور عالم قلب کا سویدا ہے اور عالم امر کا حجر اسود ہے اور عالم انفسی کا نطفہ ہے اور عالم آفاقی کا بیج ہے اور کل ادوار کا مرکز ہے جس کی وجہ سے ہر شے حیرت زدہ ہے اور اپنی ابتدا و انتہا کو نہیں پہچان سکے اور مثل نقطۂ مرکز کے دائرہ کے ہر جزو سے ہر آن علی التساوی ملتصق ہے اور باوجود التصاق کے اس کو اپنے نفس مرکزیت میں کسی سے تعلق نہیں ہے۔ (ص ۲۳۰)

اور جبل عرفات میں بے تکلفی کے ساتھ حق سے ہم کلام ہو اور بجز آواز خطیب کے اور اپنے کچھ نہ دیکھے اور اس مستی میں بجز ظہور جامعیت حق و تجلی حق کے اور کسی چیز کی خبر نہ ہو اور تمام وسائل بسبب اتحاد کے فوت ہو جائیں یہاں تک کہ نماز جو فرض عین ہے اس کا پڑھنا بھی اس میدان میں ناجائز ہو۔

چون در آمد وصال را هاله

سرد شد گفتگوئے دلاله

(ص ۲۳۶)

یہ نقطہ اپنے ظہورات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا سویدائے قلب ہے جو انسان میں ودیعت ہے اور جس میں حق کی سمائی ہے۔ آفاق میں حجر اسود ہے اور جو اللہ کے گھر میں ہے۔ (ص ۳۹۶)

اور حجر اسود کا بوسہ دینا حب حقیقی پر دلالت کرتا ہے کہ جس حب سے نزول ہو کر نطفہ آدم یا تخم عالم بلکہ محض نطفۂ آدم بحکم فاحببت ان اعرف مخلقت الخلق بنا ہے

پس بوسہ دینا حجر اسود کا شریعت میں تخلیق کا فائدہ دیتا ہے اور بعد بوسہ دینے کے میدان عرفات میں محض خطیب کی آواز سننا بلا نظر آنے کے یا باوجود نظر آنے کے تخلیق سے رجوع الی الحق یعنی اپنے مبداء کی طرف جانا ہے اور عرفات میں بجز یکتائی کے کوئی تزہد و تعبد نہیں ہے

کس ندا نست کہ منزلگہ مقصود کجا است

ایں قدر ہست کہ بانگ جر سے می آید

یہ آواز خطیب بانگ جرس ہے اور بانگ جرس سے اس بات کا پتا لگتا ہے کہ قافلہ ہے

دلیل کارواں بانگ جرس ہے

گواہ درد دل اک نالہ بس ہے

# حقیقت کعبہ کے متعلق

## اجمالی خاکہ

۱- (مرتبۂ کنہ و حقیقت احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) حقیقت کعبہ (مرتبۂ ذات احدیہ)۔

یہ مرتبہ بے نام و نشان اور تنزیہ عن التنزیہ سے معرف ہے۔ صفات و اسماء و افعال و آثار کی یہاں گنجائش نہیں اور یہ مرتبہ تجرد حقیقی سے متصف ہے۔ مراتب تشبیہی میں مرتبہ روح سے اس کی مثال دی جاسکتی ہے۔

بعینہٖ صورت کعبہ کے گرد احرام باندھ کر طواف کرنا تجرد ظاہری کی طرف اشارہ ہے۔

۲- حقیقت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (مرتبۂ وحدت)

یہ حقیقت، حقیقت کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اس سے فیض یاب ہوتی ہے جس طرح ظاہر میں صورت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صورت کعبہ کا طواف کرتی ہے۔

۳- حقیقت انسانیہ (مرتبۂ واحدیت)

یہ حقیقت، حقیقت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فیض یافتہ ہے اور یہ بغیر وسیلۂ حقیقت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حقیقت کعبہ سے مستفیض نہیں ہوتی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے لئے برزخ کبریٰ اور وسیلۂ جلیلہ ہیں۔

(ان مراتب حقی کے مزید مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے)

۱-اصطلاحاتِ صوفیہ: حضرت عبدالرزاق کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

۲-رضوان المعارف الالٰہیہ: شاہ ولی نعمت اللہ

۳-سوا السبلیل: شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۴-عبقات: شاہ اسماعیل دہلوی

۵-مکتوبات: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

۶-اسرار الطریقت: شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۷-رسائل ابن عربی: شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

۸-تحفہ مرسلہ شریف: شیخ محمد مبارک ابوسعید بن علی فضل اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

۹-مراۃ العارفین: منسوب بہ حضرت امام حسین علیہ السلام

۱۰-مکتوبات: شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱-جامع الاصول فی الاولیاء اللہ: حضرت شیخ احمد کمشخانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲-انسان کامل: شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳-فتوحات مکیہ: ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴-فصوص الحکم: ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵-الروض المجود: علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶-کلمۃ الحق: حضرت عبدالرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷-تحقیق الحق: پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸-حصص الحق: شیخ محمد عمر الدین نظامی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹-گلشن راز: محمود شبستری رحمۃ اللہ علیہ

۲۰-شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ: مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ

۲۱-تفسیر عرائس البیان: روزبہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲-تفسیر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ دیوان ابن فارض مکی رحمۃ اللہ علیہ

نیز حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دوسرے کا عین ہیں جیسا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ہر قسم کی بری بھلی زمین سے ایک ایک مشت خاک لا کر جمع کریں۔ تو اس وقت فرشتوں نے حسب حکم ہر قسم کی اچھی بری مٹی حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر تیار کرنے کے لئے جمع کی اور خاص اس جگہ سے بھی جہاں اب کعبہ مقدسہ ہے جو ایمان کا محل ہے ایک مشت خاک حضرت مولانا ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر تیار کرنے کے لئے لی گئی تو اس کو آدم علیہ السلام کے خمیر میں ملا دیا''۔ (شجرۃ الکون اردو ترجمہ ص ۲۱)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو زمین کعبہ سے ہی پیدا کیا گیا ہے اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہراً کعبہ مقدسہ کی صورت کا اور باطناً کعبہ مقدسہ کی حقیقت کا طواف کرتے ہیں کیونکہ آپ اس کا عین اور وہ آپ کا عین ہے۔ چنانچہ ہم کعبہ مقدسہ کی حقیقت کا ذکر کریں گے تو آپ کی حقیقت بھی اس میں شامل ہو گی۔ اس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کعبہ کی حقیقت اور کعبہ کی حقیقت آپ کی حقیقت ہے۔ یہ ایک عجیب راز ہے۔ اسے سمجھنا چاہئے۔

ثانیاً جو یہ کہا جاتا ہے کہ مومن کا دل کعبہ مقدسہ سے افضل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کا دل چونکہ حقائق کا سرچشمہ اور اسرار و رموز کا منبع ہے اور اس میں دوسرے حقائق کے ساتھ ساتھ حقیقت کعبہ بھی مستور ہے۔ اس کا یہ مفہوم ہوا کہ حقیقت کعبہ مع حقائق الٰہیہ صورت کعبہ سے افضل ہے جو بالکل بجا اور درست ہے نیز حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم صورت کعبہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اسی لئے کعبہ معظمہ کی صورت نے بعض اولیائے کاملین کے اجسام کا طواف کیا ہے۔ یعنی صورت کعبہ معظمہ نے حقائق الٰہیہ کا

طواف فرمایا۔ گویا یہ امر تعجب انگیز نہیں بلکہ یہ حقیقت مسلمہ ہے۔

ہمارے شعرا اکثر دیر وحرم کی بجائے محبوب کے آستانہ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں جن میں صوفی شعرا بھی شامل ہیں۔ دراصل ان کا اشارہ بھی انہی حقائق الٰہیہ یعنی محبوب اصلی کی طرف ہی ہوتا ہے خواہ وہ بصورت آشنائی ہو خواہ بحال ناشناسائی ہو حقیقۃً وہ حقیقت الحقائق کے ہی گن گاتے ہیں۔

# کعبہ مقدسہ پر کیئے گئے اعتراضات کے جوابات

اب ہم کعبہ مقدسہ پر کیئے گئے اعتراضات کے کافی وشافی جوابات پیش نظر قارئین کرتے ہیں:

## ۱- خانہ کعبہ کی قدامت کے متعلق غیر مسلم سکالروں کی شہادتوں سے اعتراض مظنونہ کا جواب:

کعبہ مکرمہ پر غیر مسلم اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ معبد اول نہیں ہے بلکہ اس کا کسی بھی قدیم کتاب میں ذکر تک نہیں ملتا۔ غیر مسلم اشخاص کا یہ اعتراض نہ صرف بودا بلکہ تعصب کے زہر سے مملو ہے اب ہم کتب قدیم سے کعبہ مقدسہ کے بارے میں ثبوت فراہم کرتے ہیں

چنانچہ ملاحظہ کیجیے:

۱- تورات کے بیان کے مطابق ابراہیم علیہ السلام مورہ (مروہ) کے پاس آئے اور آپ نے عی اور بیت ایل کے درمین مزکے (معبد) تعمیر کیا (پیدائش باب ۱۲ آیت ۷)

مولانا یعقوب حسن کے مطابق اصل عبارت اس طرح ہے:

ویباو کنعن ویعبر ابرام بارص عدمقوم شکم عد الون مورہ وھکنعانی اذ بارص ۔ ویراء یھوہ ال ابرام...... وبین شم مزکے ۔(باب ۱۲ پیدائش)

اور کنعان میں وارد ہوئے اور اس ملک میں مقام شکیم سے وادی مورہ تک گئے اور ان دونوں ملکوں میں کنعانی آباد تھے اور ابرام کو یہوہ (خدا) دکھائی دیا.....اور وہاں (وادی مورہ میں) ایک مزکے (معبد) بنایا۔

۲۔سری کرشن جی کورکیشتر کے میدان میں یہ دعا کرتے ہیں:

''ہے پرمیشور! سنسار پرآتما! تجھے اپنی ذات کی قسم جو آکاش اور دھرتی کے جنم کا دن ہے اور اس کی قسم جو تیرے پیارے کا پیارا ہے اور تیرے پریتم کا پریتم ہے تجھے اس کا واسطہ جو ''آھلی'' ہے جو ''سنسار کے سب سے بڑے مندر'' میں ''کالے پتھر'' کے نزدیک اپنا چمتکار دکھلائے گا' تو میری بینتی سن''۔

(رسالہ کرشن بینتی۔ مولفہ پنڈت رام دھن ص ۱۲ شائع کردہ ساگری پستکالیہ دہلی مطبوعہ ۱۹۳۱ء)

مذکورہ عبارت میں دیکھئے ''سنسار کے سب سے بڑے مندر'' سے کعبہ مقدسہ اور ''کالے پتھر'' سے حجر اسود مراد ہے اور کرشن جی اس کا ذکر رہے ہیں۔

۳۔حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہوئے خانہ کعبہ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''اے لشکروں کے خداوند! تیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں' میری جان خداوند کی بارگاہوں کی مشتاق ہے بلکہ گداز ہو چلی' میرا دل اور میرا جسم زندہ خدا کے لئے خوشی سے للکارتے ہیں' مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں' وہ سدا تیری تعریف کرتے ہیں جس کے دل میں صیون کی شاہراہیں ہیں وہ وادی بکا سے گزر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں۔ (زبور باب ۸۴ آیت ۶)

نیز ملاحظہ فرمائیں:

۴۔ عبری بعمق ھبکہ معین یسیتوھو گم بر کوت یعطہ مومرہ۔

لوگ بکہ (مکہ) کی وادی میں چلتے ہوئے ایک کنوئیں کے پاس ٹھہرتے ہیں۔ جملہ برکتیں مورہ (مروہ) کو ڈھانپے رہتی ہیں۔

زبور کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ ۱۰۰۰ قبل مسیح میں عمق ھبکہ یعنی وادی بکہ کے اندر مورہ (مروہ) کے پاس ایک مقدس کنواں اور ایک باعظمت بیت اللہ تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام اس مقدس گھر کی زیارت کے بے حد مشتاق تھے۔ (کتاب الہدیٰ ص ۴۷، ۴۸ مولانا یعقوب حسن)

۵- مزید داؤد علیہ السلام کے صحیفہ زبور کی چند سطور جو قدیم عبرانی میں مذکور ہیں ملاحظہ کیجئے:

**امطعنی شل قثوقینم قث پاھینوا فی وزایلی متازہ امطع ملخ شلوا شمائت پزاغان ھمیقنہ خلذوقث حدا رکر توہ شیھو پلت انی تاہ بوقاد خزیماہ ذت حین کعاباہ بند۔**

اس ہستی کی اطاعت کرنا واجب ہے جس کا نام ایلی ہے اس کی فرمانبرداری سے ہی دین و دنیا کے سب کام بنتے ہیں اس ہستی کو "حدار" (حیدر) بھی کہتے ہیں جو بے کسوں کا سہارا، شیر ببر اور بہت قوت والا اور "کعابا" (کعبہ) میں پیدا ہونے والا ہے۔

زبور کی مذکورہ عبارت اس قدیم نسخہ سے ماخوذ ہے جو اس وقت قلمی صورت میں پادری اہزان الدمشقی کے قبضہ میں ہے۔ مفتی مصر کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ نسخہ دیکھا ہے اگر اس کو منظر عام پر لایا جائے تو مسیحیت کی عمارت مسمار ہوتی ہے۔

(دیکھو رسالہ الحرم قاہرہ ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ)

۶- بدھ ودّیا کے ایک گیانی شاستری مسٹر ایل کے بھٹنا گر ایم اے آئی ای ایس گوتم بدھ کے ایک وعظ کا ذکر کرتے ہیں

"کسی پرم آتما نے مجھے اشیرباد دی ہے کہ تمہاری تپسیا پھل ہوئی جاؤ میرے نام کی مالا جپو جو چاہو گے مل جائے گا۔ میرا نام آلیا ہے مجھے ملنا ہو تو میرا مکان پوتر استھان میں پھٹی ہوئی دیوار کے پاس ہے۔ (بودھیا چمتکار مطبوعہ انکار پستکالیہ کانپور ۱۹۲۷ء)

یعنی گوتم بدھ نے پوترا ستھان ( کعبہ مقدسہ ) اور آلیا ( حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ) کا ذکر کیا ہے۔

۷۔مسٹر آرسی دت نے اپنی کتاب تاریخ ''سویلیزیشن آف انشیئٹ انڈیا'' میں متعدد عالموں کی شہادات کو جمع کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو وید کا دور ہے۔ مسیح ( علیہ السلام ) سے چودہ سو سے دو ہزار سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں کوئی مندر موجود نہ تھا۔ (رحمۃ للعالمین ج ا ص ۲۴۴)

۸۔یسعیاہ ( علیہ السلام ) نبی کی کتاب بات ۶۰ ملاحظہ کیجئے۔

''قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے ''شوکت کے گھر'' کو بزرگی دوں گا۔''

خانہ کعبہ کا نام بیت الحرام بھی ہے۔ اس کا ٹھیک لفظی ترجمہ ''شوکت کا گھر'' ہے دیکھئے یسعیاہ نبی نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر فرمایا:

۹۔حجی نبی کی کتاب میں اس طرح مذکور ہے

اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے: اور میں اس مکان کو سلام ( سلامتی یا اسلام ) بخشوں گا۔

دیکھئے اس عبارت میں کعبہ مقدسہ کا واضح ذکر موجود ہے۔ یعنی کعبہ مقدسہ کی عظمت کا کھلے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱۰۔میں اسے جو غالب ہوتا ہے۔ اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤں گا اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلم کا نام جو میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اترتا ہے اور اپنا نیا نام اس پر لکھوں گا۔ جس کا کان ہے سنے کہ روح کلیساؤں سے کیا کہتی ہے۔''

(مکاشفات یوحنا باب نمبر ۳ ص ۱۲ ۲ - انجیل مقدس ص ۲۳۵)

اس بشارت میں نئے یروشلم سے کعبہ معظمہ مراد ہے۔

۱۱- ''مبارک وے ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں وے سدا تیری ستائش کریں گے۔(سلاہ) مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے۔ان کے دل میں تیری راہیں ہیں دے ''بکا'' کی وادی میں گزر کرتے ہیں۔اسے ایک کنواں بناتے۔

یہی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی۔''

(کتاب مقدس مطبوعہ آرفن سکول مرزاپور ۱۸۷۰ء)

مذکورہ عبارت میں لفظ ''بکا'' بالکل واضح موجود ہے، جس کی تطابقت قرآن پاک کی اس آیت ''اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا'' سے ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ کتب قدیم میں کعبہ مقدسہ کا ذکر ملتا ہے۔

## ۲- مشرکوں کے عبادت خانوں اور کعبہ مکرمہ کی حیثیت کے اعتراض کا تسلی بخش جواب

کعبہ مقدسہ کے متعلق دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کی عمارت کے گرد گھومنا اور حجر اسود کو چومنا عبادت غیر اللہ ہے جبکہ مسلمان اسے ثواب سمجھتے ہیں۔ نیز مسلمان غیر مسلموں کے عبادت خانوں کو صنم خانے کہتے ہیں اور وہاں عبادت کرنے والوں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں۔

''اس کا جواب یہ ہے کہ کعبہ مقدسہ صرف اور صرف ایک مسجد اور عبادت گاہ ہے جو قدیم زمانے سے مقدس تصور کی جاتی ہے اسے شعائر اللہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ کوئی مسلمان اس معبد کو معبود نہیں سمجھتا اور نہ ہی اسے مسجود تصور کرتا ہے بلکہ خالصتاً اسے عبادت خدا کی خاطر بنایا گیا ہے۔

ثانیاً کعبہ مقدسہ میں کوئی حیوانی صور موجود نہیں اور نہ ہی کوئی پتھر لائق عبادت تصور

کیا جاتا ہے حجر اسود تو ایک تاریخی یادگار ہے۔ یا انسانی فطرت کا ترجمان ہے یہ کوئی خدا تو نہیں نہ ہی خدا کا بیٹا ہے۔ بلکہ اسے یمین اللہ بھی تمثیلاً کہا گیا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر قوم اپنی یادگاروں کی حفاظت اور عزت کرتی ہے حجر اسود کو بوسہ دینا بطور تعظیم آیات اللہ ہے نہ کہ بصورت عبادت غیر اللہ۔

ثالثاً کعبہ مقدسہ کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) کہنا ایسے ہی ہے جیسے ناقۃ اللہ شعائر اللہ وغیرہ۔ بائبل مقدس میں کئی خدا کے مذبحوں کی تعمیر کا ذکر ملتا ہے اور لفظ ''بیت ایل'' (اللہ کا گھر) موجود ہے۔ جیسا کہ مسلمان مسجدوں کو خدا کا گھر کہتے ہیں لیکن اس کے برعکس معترضین کے معبدوں کو دیکھئے انہوں نے وہاں حیوانی صور و صنام کو رکھا ہوا ہے علاوہ ازیں وہ ان معبدوں میں بتوں کو حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرتے ہیں اور ان اصنام کو خدائی صفات سے متصف گردانتے ہیں۔ وہ ان کو اپنے اذہان و افکار میں معبود ہی تصور کرتے ہیں وہ ان سے کچھ نہ کچھ طلب کرتے ہیں اور ان کے سامنے زانو ٹیکتے ہیں اور ان کے آگے ہاتھ باندھ کر التجا و دعا کرتے ہیں۔ یہ تمام حرکات شرک و کفر ہیں۔ خانہ کعبہ میں ان باتوں کا شائبہ تک بھی نہیں ہے۔

## ۳- کعبہ مقدسہ کے بارے جدت پسندوں کی بعض یاوہ گوئیوں کی تردید

سر سید احمد خاں نے خطبات الاحمدیہ میں تحریر کیا ہے کہ حجر اسود ایک عام اور معمولی پتھر ہے جو صرف طواف کعبہ کے آغاز کی علامت کے طور پر نصب کیا گیا ہے۔

سر سید احمد خاں کا یہ خیال عبث ہے۔ وہ اکثر معجزات و عجائبات کا انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی یہ عادت مسلمہ ہے۔ وہ اپنی اس روش سے مجبور ہیں کیونکہ ان میں نیچریت کا اثر نمایاں ہے۔ وہ بعض اوقات احادیث صحیحہ اور قرآنی آیات پر بھی اپنی مرضی کی رائے تھوپ دیتے ہیں اور بعض اوقات اپنی قابلیت کو اجاگر کرنے کی خاطر بلاوجہ انکار، تنقید اور استہزا کرتے ہیں ایسے نقاد مادیت سے متاثر ہوتے ہیں حالانکہ تقدیم و تعظیم حجر اسود و کعبہ مکرمہ بالکل واضح و نمایاں ہے۔ (دیکھئے کتاب ہذا صفحات گزشتہ)

## ۴- خانہ کعبہ اور تصور خدا کے بارے میں اعتراض کا جواب:

اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ کعبہ مقدسہ میں خدا تعالیٰ تو نظر نہیں آتا لیکن وہاں عبادت کس تصور سے کی جاتی ہے نیز اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے پھر نمازی اپنا رخ اس گھر کی طرف کیوں کرتا ہے؟

اس سوال کے جواب کے لئے حقیقت کعبہ کا باب دیکھئے۔ علاوہ ازیں چونکہ انسان ذی شعور و ذوی العقول ہے۔ وہ مرکزیت واجتماعیت کا قائل ہے۔ حیوانات کے برعکس اس کی طبیعت میں شیرازہ بندی کا رجحان غالب ہے۔ اس لئے اس کا ذہن مرکز عبادت کے تصور سے خالی نہیں رہ سکتا۔

چونکہ اسلام میں انسانی شعور میں فناء و بقاء کے نقوش ابھرتے رہتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کے سوا ہر نقش کو فانی سمجھتا ہے لہٰذا اس تصور سے وہ فنائیت کلیہ حاصل کر کے بقائیت سے ہم کنار ہوتا ہے۔ نہ ہی وہ کسی صورت میں الٰہِ منکورہ کو چاہتا ہے اور نہ ہی وہ تصویر و تمثیل کا مقید ہے۔ بلکہ عارضی و محدثہ نقوش کو ختم کر کے معبود حقیقی کے تصور سے ہم کنار ہونا اس کے لئے ناگزیر ہے۔ لیکن یہ تصور مافوقی اور باطنی ہے اور اجسام و اشکال اس سے منزہ ہیں اور صرف صاحب بصیرت انسان ہی اس مرتبہ کا شناسا و عارف ہو سکتا ہے چنانچہ عمارت کعبہ سے فنائیت کا رجحان بقائیت کے تصور کو جنم دیتا ہے اور اس طرح یہ مقدس مکان مظہر لقا اور ذات احدیہ کے تصور سے مملوء ہے اور یہی کعبہ معظمہ کی حقیقت اور کیفیت ہے۔ سبحان اللہ یہ مرتبہ کسی اور جگہ کو کہاں نصیب۔

اسلام میں تصور خدا کی اساس فناء و بقاء پر ہے نہ کہ اصنام کی صور پر۔ اس منفرد حیثیت کی بدولت اسلام میں ہی تصور خدا کی صحیح کیفیت ہے ورنہ دوسرے ادیان میں اکثر صورت پرستی رائج ہے جو سراسر حجاب اور خلاف فطرت ہے اور اس روش سے وہ عدمیت کا شکار ہو جاتے ہیں مگر اہل اسلام مذکورہ طریق کی بدولت حقیقی فیضان سے سرفراز اور ذوق سلیمہ سے سرشار ہیں۔ وہ حباب کی بجائے سمندر کی طرف اور سراب کی بجائے آب کی

طرف متوجہ رہتے ہیں۔ حباب پرست وسراب پرست عارضی محبت سے ہم کنار ہو کر سمندر سے بیگانہ اور آپ سے ناآشنا ہو جاتے ہیں۔

مسلمان کو فناء وبقا' ہیبت وانس اور خوف ورجاء کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اسے نماز وروزہ' حج وزکوٰۃ کی تعمیل سے ان مراحل کے طے کرنے میں مدد ملتی ہے اور اسی طرح کعبہ مقدسہ کی زیارت سے بھی مذکورہ مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

وباللہ التوفیق

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کعبہ مشرفہ کے فیوضات وبرکات سے ہمیں مشرف فرمائے اور ہمیں ارکان اسلام پر صحیح عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمارے قلوب واذہان کو شکوک وشبہات واوہام سے پاک فرمائے اور کعبہ مقدسہ کی حقیقت واسرار سے ہمیں روشناس وآشنا فرمائے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِيْنَ ۔

تمت بالخیر

# حرفِ آخر

خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم' بزرگانِ دین کی دعاؤں اور احباب و رفقاء کے تعاون سے کتاب ہذا ''حقیقت کعبہ'' آپ کے پیش نظر ہے۔

اس کتاب کی نشر و اشاعت میں جن اصحاب نے سعی بلیغ فرمائی مصنف کتاب ان کا تہہ دل سے شکر گزار و متمنی ہے۔ خصوصاً احمد سعید بیگ' محمد اقبال بیگ' محمد اشرف بیگ' محمد اقبال رائے قادری' بشارت علی' اصغر علی' صوفی محمد اکرم' جاوید احمد عرف سعید' جناب صوفی محمد رمضان' رانا ریاض احمد' محمد انور جان شامی صاحبان وغیرہ جن کی محنت پیہم یہ کام منازلِ عروج تک پہنچا۔ بایں وجہ یہ حضرات قابلِ صد تحسین و آفرین ہیں۔

معلمذا ماسٹر محمد منیر و تلمیذ الرحمٰن صاحبان کا مصنف خاص طور پر شکر گزار ہے' جنہوں نے اس کتاب کی نشر و اشاعت میں پوری تگ و دو اور جاں فشانی کا مظاہرہ کر کے سعی پیہم سے اس کارِ عظیم کو خلوص و محبت سے سرانجام دیا۔

# مآخذ و مراجع


۱- آفتاب نبوت۔ قاری محمد طیب

۲- الابریز۔ عبدالعزیز دباغ

۳- ابن حبان (صحیح)

۴- ابن ماجہ (سنن)

۵- الاتقان۔ جلال الدین سیوطی

۶- احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ المقدسی

۷- احسن الفتاوی۔ رشید احمد

۸- الاحکام السلطانیہ۔ الماوردی

۹- اخبار اہلحدیث امرتسر۔ ۱۶ اپریل ۱۹۰۵ء

۱۰- الاخبار الطوال۔ ابوحنیفہ دینوری

۱۱- اخبار مکہ الازرقی

۱۲- اخلاق محسنی۔ علامہ الکاشفی الہروی

۱۳- ارض القرآن۔ سلیمان ندوی

۱۴- الاستیعاب ابن عبدالبر

۱۵- اسرار الطریقت۔ شاہ محمد غوث گیلانی لاہوری

۱۶- اسواق الذہب: احمد شوقی بک

۱۷- اصطلاحات الصوفیہ۔ عبدالرزاق کاشانی

۱۸- اظہار الحق۔ علامہ رحمت اللہ کیرانوی

۱۹- اعلام الاعلام- مناسک بیت الحرام۔ مرتضی زبیدی

۲۰- افادۃ الانعام بذکر بلد الحرام۔ شیخ عبداللہ الغازی الہندی

۲۱- امداد المشتاق (ملفوظات امداد اللہ مہاجر مکی (مرحوم) مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی

۲۲- انجیل برناباس

۲۳- الانساب البلاذری

۲۴- انسان کامل اردو ترجمہ۔ عبدالکریم جیلی

۲۵- انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا

۲۶- انوار البشارت۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی

۲۷- انوار المحمدیہ۔ علامہ یوسف نبہانی

۲۸- انفاس رحیمیہ

۲۹- انیس الارواح (ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی مؤلفہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

ب

۳۰- بائبل (عہد نامہ قدیم)

۳۱- البحر العمیق

۳۲- بخاری شریف (الصحیح)

۳۳- البدایہ والنہایہ۔ ابن کثیر

۳۴- البدء والتاریخ۔ البلخی

۳۵- بودھیا چمتکار۔ گیانی شاستری مسٹر ایل کے بھٹناگر ایم اے آئی ای ایس' مطبوعہ کانپور ۱۹۲۱ء

۳۶-بہار شریعت۔ مولانا امجد علی
۳۷-بیان حج۔ مسعود احمد عباسی

ت

۳۸-تاج العروس (لغت)
۳۹-تاریخ ابن خلدون۔ اردو ترجمہ "العبر"
۴۰-تاریخ ابوالفداء
۴۱-تاریخ اسلام۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی
۴۲-تاریخ بنائے مسجد حرام۔ شیخ علامہ حسین باسلامۃ الحضری مکی
۴۳-تاریخ بیت اللہ
۴۴-تاریخ الخمیس
۴۵-تاریخ طبری
۴۶-تاریخ عمرو بن العاص۔ ابراہیم حسن مصری
۴۷-تاریخ کعبہ معظمہ۔ شیخ حسین باسلامۃ الحضری المکی
۴۸-تاریخ مکہ۔ قطب الدین
۴۹-تاریخ یعقوبی
۵۰-تجلیات کعبہ۔ احتشام الحسن
۵۱-تحفۃ الاحرار۔ مولانا جامی
۵۲-تحفہ مرسلہ شریف۔ شیخ محمد مبارک ابوسعید بن علی فضل اللہ صدیقی
۵۳-ترجمان القرآن۔ ابوالکلام آزاد
۵۴-ترمذی شریف
۵۵-تذکرۃ الاولیاء۔ شیخ فریدالدین عطار
۵۶-التعرف المذہب اہل تصوف۔ ابوبکر کلاباذی
۵۷-التعریفات۔ الجرجانی ۵۷/ب تفسیر ابن جریر
۵۸-تفسیر ابن عباس
۵۹-تفسیر ابن عربی
۶۰-تفسیر ابن کثیر
۶۱-تفسیر ابوسعود
۶۲-تفسیر الاتقاق۔ مولانا جلال الدین السیوطی
۶۳-تفسیر احمدیہ۔ سرسید احمد خان
۶۴-تفسیر اسرار القرآن من رضوان المعارف الالٰہیہ (شاہ نعمت اللہ ولی)
۶۵-تفسیر بحرالمحیط
۶۶-تاریخ مکۃ المکرمہ۔ محمد عبدالمعبود
۶۷-تفسیر بیضاوی
۶۸-تفسیر حسینی حسین بن علی الکاشفی الہروی
۶۹-تفسیر حقانی
۷۰-تفسیر خازن
۷۱-تفسیر در منثور
۷۲-تفسیر روح البیان
۷۳-تفسیر روح المعانی
۷۴-تفسیر روفی مجددی
۷۵-تفسیر ثنائی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری
۷۶-تفسیر عثمانی
۷۷-تفسیر جلالین

۷۸۔تفسیر عرائس البیان۔روزبہان بقلی شیرازی
۷۹۔تفسیر عزیزی
۸۰۔تفسیر فتح البیان نواب صدیق حسن خاں
۸۱۔تفسیر قادری
۸۲۔تفسیر قرطبی
۸۳۔تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی
۸۴۔تفسیر کشاف۔علامہ زمخشری
۸۵۔تفسیر کشف الاسرار (فارسی) شیخ الاسلام عبداللہ انصاری
۸۶۔تفسیر ماجدی
۸۷۔تفسیر مدارک۔علامہ نسفی
۸۸۔تفسیر المراغی
۸۹۔تفسیر مظہری۔ثناء اللہ پانی پتی
۹۰۔تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع
۔تفسیر معالم التنزیل۔البغوی
۹۲۔تفسیر المنار۔مفتی محمد عبدہ
۹۳۔تفسیر مواہب الرحمٰن
۹۴۔تفسیر موضح القرآن
۹۵۔تفسیر نعیمی
۹۶۔تفسیر نیشاپوری
۹۷۔تفسیر یعقوب چرخی
۹۸۔تفہیمات الٰہیہ۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۹۹۔تفہیم القرآن (تفسیر) مودودی
۱۰۰۔تقویم البلدان
۱۰۱۔توریت
۱۰۲۔التنبیہ والاشراف۔المسعودی
۱۰۳۔تہذیب الاسماء واللغات۔النووی

ج

۱۰۴۔ جامع الاصول فی اولیاء اللہ۔ علامہ الکمشخانوی
۱۰۵۔جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری)
۱۰۶۔جامع صغیر۔علامہ جلال الدین سیوطی
۱۰۷۔الجامع اللطیف۔ابن ظہیرۃ القرشی
۱۰۸۔جامع المسانید۔امام اعظم ابوحنیفہ
۱۰۹۔جغرافیہ فاسٹر
۱۱۰۔جلاء المرات
۱۱۱۔جمال حرمین۔حافظ لدھیانوی
۱۱۲۔جمع الفوائد۔الفاسی
۱۱۳۔جمہرۃ الانساب العرب ابن حزم
۱۱۴۔جنم ساکھی بالا
۱۱۵۔جواہر البحار۔علامہ یوسف نبہانی
۱۱۶۔جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر۔علامہ الکاشفی الہروی
۱۱۷۔جہاد اکبر۔مطبوعہ دیوبند

ح

۱۱۸۔حبیب الحج۔حبیب الرحمٰن
۱۱۹۔حجۃ اللہ البالغہ۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۲۰۔حجۃ اللہ علی العالمین۔علامہ یوسف نبہانی
۱۲۱۔حج مسنون۔حکیم محمد صادق

۱۲۲- حج معظم۔ سید عبدالغفار

۱۲۳- حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ علامہ عبدالغنی نابلسی

۱۲۴- الحصن والحصین۔ الجزری

۱۲۵- حقیقت الحج۔ ابوالکلام آزاد

۱۲۶- حقیقت المعرفت الربانیہ

۱۲۷- حلیۃ الاولیاء۔ ابونعیم اصفہانی

۱۲۸- حیات القلوب محمد باقر مجلسی

خ

۱۲۹- خانہ کعبہ اردو ترجمہ (مقام ابراہیم (محمد طاہر الکردی المکی) از عبدالصمد صارم الازہری)

۱۳۰- خصائص کبریٰ (علامہ جلال الدین سیوطی)

۱۳۱- خطبات الاحمدیہ۔ سرسید احمد خاں

۱۳۲- خلاصۃ العارفین

۱۳۳- خیرالخیر۔ مولانا محبوب عالم شاہ

د

۱۳۴- دارمی (سنن)

۱۳۵- دائرۃ المعارف الاسلامیہ (مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور)

۱۳۶- دائرۃ المعارف۔ البستانی

۱۳۷- اور جالدرر

۱۳۸- الدر المختار۔ الحصکفی

ذ

۱۳۹- ذکر کثیر۔ مولانا محبوب عالم شاہ

ر

۱۴۰- راہبر حجاج طبع ام القریٰ

۱۴۱- راہ عشق۔ راشد حسین خان

۱۴۲- رہنمائے حج۔ پاکستان انٹروڈکشن لیگ کراچی

۱۴۳- رہنمائے حج۔ تجمل خاں

۱۴۴- الرائے الصحیح فی من ہوالذبیح۔ حمیدالدین

۱۴۵- الرحلۃ الحجازیہ۔ لبیب البتونی

۱۴۶- رحمۃ للعالمین۔ قاضی سلیمان منصورپوری

۱۴۷- رسالہ ابدالیہ

۱۴۸- الرسالۃ الالہامیہ۔ حضرت غوث اعظم

۱۴۹- رسالہ الحرم القاہرہ۔ ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ

۱۵۰- رسالہ کرشن بیتی

مولفہ پنڈت رام دھن مطبوعہ دہلی ۱۹۳۱ھ

۱۵۱- رسالہ مبداء و معاد۔ اردو ترجمہ حضرت مجدد الف ثانی

۱۵۲- رسالہ قشیریہ۔ امام ابوالقاسم قشیری

۱۵۳- رسائل ابن عربی

۱۵۴- رضوان المعارف الالٰہیہ شاہ نعمت اللہ ولی

۱۵۵- الرعایۃ فی التصوف۔ الحارث المحاسبی

۱۵۶- رفیق حج۔ احتشام الحق

۱۵۷- رفیق الحج۔ سلطان داؤد

۱۵۸- الروض الانف۔ علامہ السہیلی

۱۵۹- روضۃ الاحباب

۱۶۰-روضۃ الاصفیاء فی ذکر الانبیاء
۱۶۱-روضۃ الریاحین اردو ترجمہ۔ امام عبداللہ یافعی
۱۶۲-روضۃ الشہداء۔ علامہ الکاشفی الہروی
۱۶۳-الروض المجود۔ علامہ محمد فضل حق خیر آبادی
۱۶۴-ریاض الحج۔ ریاض الدین

ز

۱۶۵-زبدۃ المناسک۔ رشید احمد گنگوہی
۱۶۶-زرقانی شریف

س

۱۶۷-سبائک الذہب۔ لسویدی (اردو ترجمہ)
۱۶۸-سرالاسرار ما یحتاج فیہ الابرار۔ حضرت غوث اعظم
۱۶۹-سفر السعادت۔ امیر احمد علوی
۱۷۰-سفرنامہ ابن بطوطہ
۱۷۱-سفرنامہ ابن جبیر
۱۷۲-سفرنامہ بیت اللہ شریف۔ رحیم بخش
۱۷۳-سلک السلوک۔ ضیاء الدین نخشبی
۱۷۴-سنن ابی داؤد
۱۷۵-السنن الکبریٰ البیہقی
۱۷۶-سواء السبیل۔ شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی
۱۷۷-سویلیزیشن آف انشنٹ انڈیا۔ مسٹر آر سی

دت

۱۷۸-سیر اعلام النبلاء۔ الذہبی
۱۷۹-سیرت ابن ہشام
۱۸۰-سیرت حلبیہ
۱۸۱-سیرت النبی۔ سلیمان ندوی

ش

۱۸۲-شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات۔ مطبوعہ علی گڑھ
۱۸۳-شجرۃ الکون۔ اردو ترجمہ شیخ اکبر ابن عربی
۱۸۴-شرح التعرف
۱۸۵-شرح قصیدہ امالی
۱۸۶-شرح قصیدہ بردہ شریف شیخ زادہ
۱۸۷-(ا) شرح الکہف والرقیم فی الشرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
۱۸۷-(ب) شرح مثنوی مولانا روم علامہ عبدالعلی بحرالعلوم
۱۸۸-شرح نووی علی الصحیح المسلم
۱۸۹-الشفاء ابن سینا
۱۹۰-شفاالغرام۔ الفاسی
۱۹۰-(ب) الشہاب الثاقب مطبوعہ دیوبند
۱۹۱-شواہد النبوت (فارسی) مولانا جامی
۱۹۲-شواہد النبوت اردو ترجمہ

ط

۱۹۳-الطبرانی الاوسط
۱۹۴-الطبرانی الصغیر
۱۹۵-الطبرانی الکبیر
۱۹۶-طبقات ابن سعد

۱۹۷-(ا)طبقات الصوفیاء السلمی

۱۹۷- (ب) طبقات الکبریٰ۔ الشعرانی اردو ترجمہ

۱۹۸-طبقات ناصری۔ سراج الدین عفیفی

۲۰۰-طبیب الغرانی مدح سید الانبیاء مطبوعہ مصر

ص

۲۰۱-صبح الاعشیٰ۔ القلقشندی

۲۰۲-الصحیح بخاری

۲۰۳-صد میدان اردو ترجمہ۔ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری

۲۰۴-صراط الحمید۔ الیاس برنی

۲۰۵-الصلوٰۃ ومقاصدہا (عربی) حکیم ترمذی

۲۰۶-الصوفیاء فی الاسلام (عربی)

ع

۲۰۷-طبقات۔ مولوی اسماعیل دہلوی

۲۰۸-العرائس الثعلبی

۲۰۹-العطایۃ النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ (اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

۲۱۰-عطر الوردہ

۲۱۱-عقائد اسلام قاسمی۔ مطبوعہ دیو بند

۲۱۲-عقیدۃ الشہدۃ

۲۱۳-علامات قیامت۔ شاہ رفیع الدین

۲۱۴-عمدہ عقیدہ اہل سنت وجماعت امام نسفی

۲۱۵-عمود النسب

۲۱۶- عوارف المعارف۔ شیخ شہاب الدین سہروردی

۲۱۷-عین المعانی

غ

۲۱۸-غنیۃ الطالبین عربی۔ حضرت غوث اعظم

۲۱۹-غنیۃ الطالبین اُردو ترجمہ

ف

۲۲۰-فتاویٰ حدیثیہ

۲۲۱-فتاویٰ الہندیہ (فتاویٰ عالمگیری)

۲۲۲-فتاویٰ رشیدیہ مولوی رشید احمد گنگوہی

۲۲۳- فتح الباری شرح الصحیح البخاری۔ ابن حجر عسقلانی

۲۲۴-الفتح الربانی۔ حضرت غوث اعظم

۲۲۵-فتوحات مکیہ۔ ابن عربی

۲۲۶-فتوح افریقیہ۔ ابن عبدالحکیم

۲۲۷-فتوح البلدان۔ البلاذری

۲۲۸-فتوح الغیب۔ حضرت غوث اعظم

۲۲۹-الفرق اسلامیہ۔ ابن ابی ادہم

۲۳۰-فوز الکبیر (تفسیر) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۲۳۱- فصوص الحکم۔ ابن عربی مع شرح عبدالرزاق کاشانی

۲۳۲-فضائل حج۔ محمد زکریا

۲۳۳-الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ الجزیری

۲۳۴-فوات الکتبی

۲۳۵- فوائد السالکین (ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی)

۲۳۶- فوائد الفواد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء

۲۳۷- فیوض الحرمین (اردو ترجمہ)

۲۳۸- فیہ مافیہ۔ مولانا روم

ق

۲۳۹- قاموس۔ مجد الدین فیروز آبادی

۲۴۰- قرآن مجید۔ مواضع کثیرہ

۲۴۱- قصص الانبیاء ثعلبی

۲۴۲- قصص الانبیاء الکسائی

۲۴۳- قصص القرآن

۲۴۴- قصیدہ لامیہ۔ حضرت ابو طالب

۲۴۵- قلائد الجواہر عربی۔ التارنی

۲۴۶- قلائد الجواہر۔ اردو ترجمہ موسوم بہ حیات جاودانی

۲۴۷- قوت القلوب۔ ابو طالب مکی

۲۴۸- قوس زندگی حسین ابن منصور ماسینیون

ک

۲۴۹- کامل۔ ابن اثیر

۲۵۰- کامل۔ ابن عدی

۲۵۱- کتاب الاربعین فی التصوف۔ السلمی

۲۵۲- کتاب الاشتقاق۔ ابن درید

۲۵۳- کتاب الاصنام۔ ابن الکلبی

۲۵۴- کتاب التراجم۔ ابن عربی

۲۵۵- کتاب الدعوات۔ البیہقی

۲۵۶- کتاب الطواسین (اردو ترجمہ) حسین ابن منصور حلاج

۲۵۷- کتاب المغازی الواقدی

۲۵۸- کتاب مقدس مطبوعہ آرفن سکول (مرزا پور ۱۸۷۰ء)

۲۵۹- کتاب المنازل۔ انصاری

۲۶۰- کشاف الاصطلاحات تھانوی

۲۶۱- کشف الاسرار فی شرح المصنف علی المنار۔ امام نسفی

۲۶۲- کشف المحجوب علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش

۲۶۳- کشف المغطا۔ وحید الزمان

۲۶۴- کعبہ و غلاف کعبہ

۲۶۵- کنوز الحقائق

۲۶۶- کواٹرلی ریویو اکتوبر ۱۸۶۹ء

گ

۲۶۷- گلزار معرفت۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مرحوم

۲۶۸- گلستان سعدی

ل

۲۶۹- لسان العرب (لغت) ابن منظور

۲۷۰- لطائف الاسرار۔ شیخ اکبر ابن عربی

۲۷۱-اللمع۔ابونصر سراج

۲۷۲-لمعات شرح مشکوۃ۔علامہ تورپشتی حنفی

م

۲۷۲-مثنوی مولانا روم

۲۷۳-المحبر۔محمد ابن الحبیب

۲۷۴-مختار الصحاح۔محمد بن ابی بکر الرازی

۲۷۵-مدارج النبوت فارسی۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۲۷۶-مراۃ الحرمین۔ابراہیم رفعت

۲۷۷-مراۃ العارفین۔منسوب بہ حضرت امام حسین علیہ السلام

۲۷۸-مراۃ الوحدت

۲۷۹-مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات (محمد فاضل بن محمد عارف سیف الدین دہلوی)

۲۸۰-مسند احمد۔امام احمد بن حنبل

۲۸۱-مسند امام اعظم

۲۸۲-مسند اہلبیت

۲۸۳-مسند الفردوس۔الدیلمی

۲۸۴-مسند ابی بکر البزار

۲۸۵-مسلم شریف

۲۸۶-المستدرک الحاکم

۲۸۷-مشارق انوار القلوب ومفاتح اسرار الغیوب ابن دباغ

۲۸۸-المشارق۔قاضی عیاض

۲۸۹-مشکوۃ شریف

۲۹۰-مشارق الانوار۔حسن العدوی الحمزاوی

۲۹۱-المصنف۔عبدالرزاق

۲۹۲-مطالع المسرات

۲۹۳-المعارف۔ابن قتیبہ

۲۹۴-معارف اللدنیہ (اردو ترجمہ) مجدد الف ثانی

۲۲۹۵-معارج النبوت فارسی۔ملا معین کاشفی

۲۹۶-معالی الہمم۔خواجہ جنید بغدادی

۲۹۷-معجم البلدان۔یاقوت حموی

۲۹۸-معجم قبائل العرب۔عمر رضا کحالہ

۲۹۹-معجم ما استعجم۔البکری

۳۰۰-معجم المفہرس

۳۰۱-المعرب۔الجوالیقی

۳۰۲-معلم الحجاج۔سعید احمد

۳۰۳-المفردات۔راغب اصفہانی

۳۰۴-مفتاح اللطائف

۳۰۵-مقابیس۔بابا غلام فرید

۳۰۶-مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ)

۳۰۷-مکاشفات یوحنا

۳۰۸-مکتوبات امدادیہ۔حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مرحوم

۳۰۹-مکتوبات صدی۔شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری

۳۱۰-مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری
۳۱۱-مکتوبات قدوسیہ فارسی۔ عبد القدوس گنگوہی
۳۱۲-مکتوبات مجدد الف ثانی
۳۱۳-مروج الذہب۔ المسعودی
۳۱۴-ملفوظات حیدریہ قلمی۔ مؤلفہ مصنف کتاب ہذا
۳۱۵-ملفوظات مہریہ۔ پیر مہر علی شاہ
۳۱۶-منتخبات ابی یحییٰ زکریا الانصاری الشافعی
۳۱۷-المنقذ فی الضلال۔ امام غزالی
۳۱۸-مواہب اللدنیہ
۳۱۹-موصلی
۳۲۰-موضوعات کبیر۔ ملا علی قاری
۳۲۱-المیلاد النبوی۔ محدث ابن جوزی
۳۲۲-مؤطا۔ امام مالک
۳۲۳-المنجد (لغت) لوئیس معلوف فردینان توتل
۳۲۴-نادر المعراج
۳۲۵-نخبۃ الدہر۔ الدمشقی
۳۲۶-نخبۃ اللآلی
۳۲۷-نزہۃ المجالس (اردو ترجمہ) علامہ عبد الرحمٰن الصفوری
۳۲۸-نسائی شریف (سنن)
۳۲۹-نسب القریش واخبارہا۔ الزبیر ابن بکار
۳۳۰-نسب نامہ رسول مقبول۔ مولانا غلام دستگیر نامی
۳۳۱-نشر الطیب
۳۳۲-نفحات الانس۔ مولانا جامی
۳۳۳-النواضح العطریہ۔ علامہ محمد عزیم
۳۳۴-نور الہدیٰ (اردو ترجمہ) حضرت سلطان باہو
۳۳۵-نہایۃ الادب۔ القلقشندی
۳۳۶-نہایت الادب۔ النویری
۳۳۷-ہمعات۔ شاہ ولی اللہ
338- Aux villes saintes del' islam ben cherif
339- Bilder atlas zumecca snouck hurgronije.
340- Chroniken der mekka f-wustenfeld
341- Hebrew and english lexicon gesenius
342- Jewish encyclopeadia
343- Lane erta
344- Le pelerinage almekka gaudefroy demombynes
345- The religious of attitude

life in islam : magdonald

346- Travels : ali bey

347- Travels in arabia: burckharot

348- Trauels in arabia deserta C.M. daughty.

349'350- Pilgrimage to mecca lady evelyne

ہماری چند معیاری درسی کتب
4 جلد مکمل
12 جلد مکمل
ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph:37352022

ہماری چند معیاری درسی کتب

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph:37352022